Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

شبنم قیوم بحیثیت ناول نگار، افسانہ نگار

سکالر کی کسوٹی پر ....

آ، اب لوٹ چلیں!

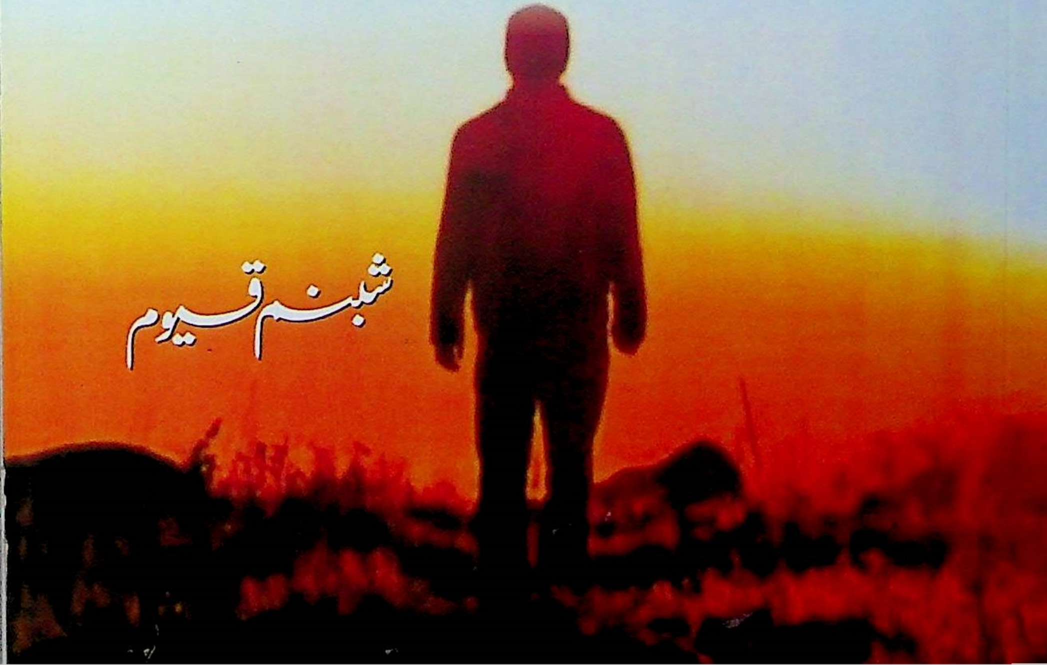

شبنم قیوم

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

شبنم قیوم بحیثیت ناول نگار، افسانہ نگار

سکالر کی کسوٹی پر ....

آ، اب لوٹ چلیں!

شبنم قیوم

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

شبنم قیوم بحیثیت ناول نگار، افسانہ نگار

.... سکالر کی کسوٹی پر

آ، اب لوٹ چلیں!

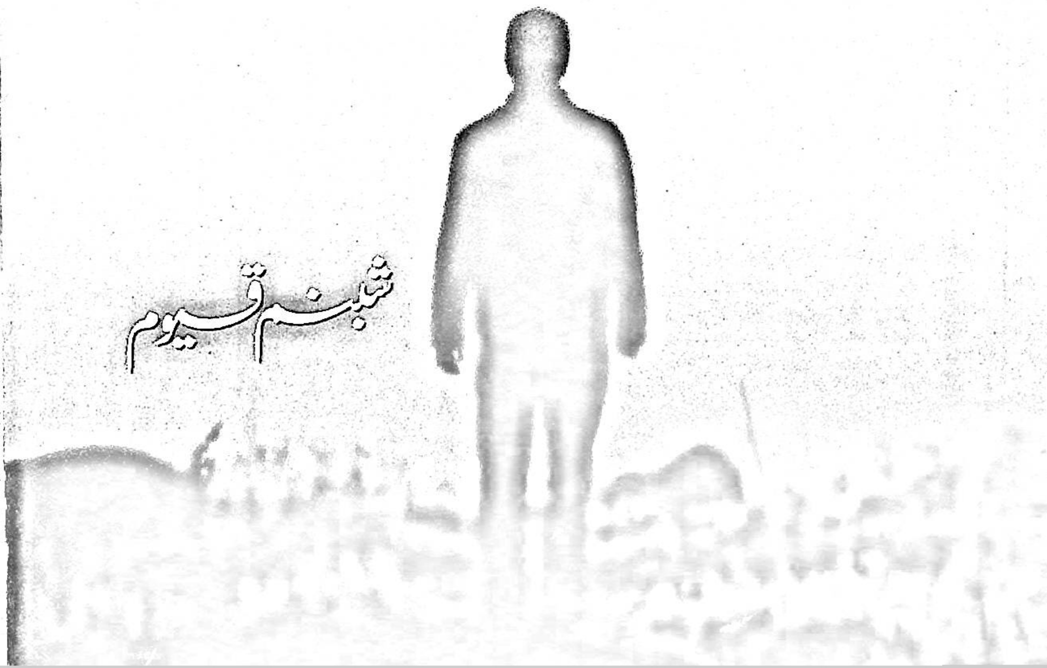

شبنم قیوم

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

شبنم قیوم بحیثیت فکشن نگار
تحقیقی تناظرہ کی جانب

آ
ب
لوٹ
چلیں!

(۴۴ویں تصنیف)

مدعا ہم اپنا کاغذ پہ رقم کر جائیں گے
وقت کے ہاتھوں اپنا فیصلہ رہ جائے گا

مصنف
شبنم قیوم

ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی ۲

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

© جملہ حقوق محفوظ ہیں

Aa ab Loat Chalen

by : **Shabnum Qayum**

Year of Edition May 2025

ISBN 978-93-6062-896-3

Price ₹ 300/-

نام کتاب	:	آ اب لوٹ چلیں (۴۴ویں تصنیف)
مصنف	:	شبنم قیوم
سن اشاعت	:	مئی ۲۰۲۵ء
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار
صفحات	:	دوسو
قیمت	:	۳۰۰ روپے
کمپوزنگ	:	شاہ نواز احمد کھوسہ
طباعت	:	روشان پرنٹرس، دہلی۔۶

ملنے کے پتے

☆ کتاب دار بک سیلر، پبلیشر ممبئی۔ ph-09869321477

☆ عثمانیہ بک ڈپو۔ کلکتہ۔ M-09433050634

☆ مرزا ورلڈ بک ہاؤس، اورنگ آباد۔ M-09325203227

☆ کشمیر بک ڈپو، سری نگر۔ M-09419761773

☆ وطن پبلیکیشنز، سری نگر M09419003490-

☆ نعیم بک سیلرز، میوناتھ بھنجن۔ M-09450755820

☆ سیفی بک ایجنسی ممبئی۔ M 9820480292

☆ بک امپوریم، پٹنہ۔ M-09304888739

☆ راعی بک ڈپو، الہ آباد۔ M-07905454042

☆ ایجوکیشنل بک ہاؤس یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ

☆ مکتبہ علم وادب، سری نگر۔ M-094419407522

☆ قاسمی کتب خانہ، جموں۔ M-09707352280

☆ پاریکھ بکڈپو، لکھنؤ۔ M.09389456786

Publishedby

EDUCATIONAL PUBLISHING HOUSE

H.O. D1/16,Ansari Road, Darya Ganj, New Delhi-110002(INDIA)
B.O. 3191,Vakil Street, Kucha Pandit, Lal Kuan, Delhi-6(INDIA)
Ph: 011-41418204,45678286,45678203 ,23216162
E-mail: info@ephbooks.com,ephindia@gmail.com
website: www.ephbooks.com

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

انتساب!

ان سبھی قلمکاروں، دانشوروں، ناقدوں اور ریسرچ سکالروں کے نام

عزت واحترام کے ساتھ

جنہوں نے میری ذات کے ساتھ میری تخلیقات پر اپنے خیالات اور نظریات ثبت کر کے مجھے زیر بار احسان کیا۔ میری ذات اور میرے قلم کی قدر کر کے اپنے خلوص کا اظہار کیا۔

میں اپنی طرف سے ڈاکٹر نثار ترالی کو ان کی فنکارانہ صلاحیت پر خراج تحسین پیش کر رہا ہوں۔ بحیثیت ایک دیندار اور خدمت خلق کا علمبردار مان کر ان کا تہ دل سے احترام کرتا ہوں۔

شبنم قیوم

رائٹر، ہسٹارین، جرنلسٹ

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

فہرست

1-	تقریظ	7
2-	اپنی بات	8
3-	اُردو زبان	11
4-	مقدمہ	13
5-	شبنم قیوم ایک ہمہ جہت شخصیت	17
6-	شبنم قیوم کی ابتدائی زندگی اور تعلیمی قابلیت	20
7-	شبنم قیوم سے ایک ملاقات	27
8-	اعزازات وانعامات	33
9-	ایک پہلو یہ بھی ہے۔ شبنم قیوم کی تحریر کا	48
10-	ماحصل	51
11-	شبنم قیوم، بحیثیت فکشن نگار	55
12-	شبنم قیوم اوراس کافن	67
13-	نامور فکشن نگار، شبنم قیوم کے ساتھ ایک یادگار ملاقات	75
14-	شبنم قیوم بحیثیت افسانہ نگار	83

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

15- پیش لفظ	84
16- باب اول: شبنم قیوم کا اجمالی تعارف	88
17- افسانوں کا تنقیدی جائزہ:۔دسہرہ کی سیتا	100
18- دکھتی آنکھیں	103
19- خون، آگ اور دھواں	106
20- جہاں انسان دفن ہے	109
21- دیوی دیوتا	111
22- افسانوی مجموعہ نشانات کا عمومی تعارف	114
23- اختتامیہ	183
24- شبنم قیوم کا 13 افسانوں کا مجموعہ "آزادی کی تلاش"	187
25- شبنم قیوم بحیثیت افسانہ نگار	190
26- حرفِ آخر	198

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

تقریظ

مجھے ذاتی طور پر اس بات کا اعتراف ہے میری علمی قابلیت اتنی نہیں ہے۔ اور نہ ہی تعلیمی ایسا معیار حاصل ہے۔ جتنا میں نے ضبطِ تحریر میں لا کر منصہ شہود پر لایا ہے۔

میرا ماننا میرے نام کے ساتھ جو یہ رائٹر ہسٹارین اور جرنلسٹ جڑا ہے، یہ سب قدرت کی دین ہے۔ قدرت نے یقیناً مجھے ایک ایسے سانچے میں ڈالا ہے۔ جس کو ادب اور فن کا سانچا مانا جائے گا۔

میری اب تک پچاس تصانیف منظر عام پر آچکی ہیں۔ ان میں پانچ پانچ جلد کے تین سیٹ بھی شامل ہیں۔ میرا یہ دعویٰ ہے تاریخی ناول کی اشاعت میں میرا ایک ریکارڈ ہے۔ صحافت میں میرا اپنا ایک مقام ہے۔ تاریخ نویسی میں میں نے یقیناً سبقت حاصل کرلی ہے۔ یہ سب قدرت کی کارسازی ہے۔ میری زندگی اور میرے فن پر اب تک چار ایم فل اور دو پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کرلی گئی ہیں۔ درجن بھر آرٹیکل بھی لکھے جاچکے ہیں۔ ان کی ایک جھلک قارئین کو دکھانے کے لئے یہ کتاب مرتب کرلی ہے۔ اُمید ہے اس کو بھی وہی قبولیت ملے گی جو اب تک میری دوسری تصانیف کو ملی ہیں۔ شکریہ

شبنم قیوم

❖❖❖

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

اپنی بات

چند ماہ قبل میرے اخباری دفتر ویکلی قومی وقار۔ واقع پریس انکلیو ریگل چوک پر ایک جوان لڑکا اور ایک جوان لڑکی ہم سے ملاقی ہوئے جوان لڑکے نے اپنی تصنیف ''اکیسویں صدی میں اردو ادب'' ہمیں بھینٹ کی اس کے بعد ان کے ہمراہ آئی جوان لڑکی نے اپنا افسانوی مجموعہ گنبند کی تلاش۔ نذر کی اس امید کے ساتھ کہ میں ان دونوں کتابوں کا مطالعہ کروں اور اپنے ویکلی اخبار کے ادبی سیکشن میں ان پر اپنی رائے یا تبصرہ شائع کروں، چونکہ دونوں قلمکاروں نے اپنی نگارشات پیش کیں۔ لہٰذا ان کو پڑھنا اور ان پر اپنی رائے ضبط تحریر مین لانا، ہمارا فرض بنتا ہے۔ میں نے ان دونوں مصنّفین کو کتابیں پڑھکران پر اپنی رائے تحریری طور پر ظاہر کرانے کا یقین دلایا۔ میری اس یقین دہانی پر ان مصنّفین کا جن میں ایک کا نام محمد اشرف کسانہ اور لڑکی کا نام مسرت آرا ہے۔ انہوں نے ہم سے ہماری حالات زندگی طلب کی تاکہ وہ ''شبنم قیوم'' اور ان کا فن کے عنوان سے ایک مکالہ لکھ سکیں۔ میں نے ان دونوں سے مخاطب ہو کر بتایا۔ شبنم قیوم بحیثیت فکشن نگار بحیثیت ناول نگار، بحیثیت افسانہ نگار۔ اب تک دو پی ایچ ڈی اور چار ایم فل کی ڈگریاں حاصل کرلی گئی ہیں۔ آپ ان سے استفادہ لے سکتے ہیں۔ ان دستاویز میں میری زندگی اور میری نگارشات پر مکمل تفصیلات درج ہیں۔ اس پر وہ دونوں راضی ہوئے اور ہم سے رخصت ہوئے۔

ان دونوں سکالروں کے واپس جانے کے بعد میں سوچ میں پڑ گیا۔ کیوں نہ ایسے ضرورت مندوں کے لئے ڈگریاں حاصل کرنے کے لئے ان کی تھیسس مطالعے کے لئے پیش کرنے کے بجائے ایک ہی کتاب میں ان کا نچوڑ شائع کیا جاسکے۔

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

چناں چہ میں اپنی نشست سے اٹھ کر کتابوں کی الماری سے وہ پرنٹیڈ مسودے باہر نکال لایا۔ جو میری زندگی اور میری فکشن نگاری پر مشتمل ہیں۔ اور جو تھیسس کی صورت میں کمپیوٹر میں فیڈ کر کے ان کا پرنٹ نکال کر بائینڈ کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے یہ ساری تھیسس جن سے ڈگریاں حاصل کر لی گئی ہیں اور جن کا پرنٹ نکال کر جلد بند کیا گیا ہے۔ یہ ایک تو یونیورسٹیوں کے متعلقہ شعبوں کے ساتھ ڈگری یافتہ سکالروں اور میرے پاس ہیں۔ کل ملا کر اتنی ساری محنت جن کا دو برس سے لیکر چار برس تک کا احاطہ ہے۔ یہ چند یونیورسٹی کے اردو ڈیپارٹمنٹ کے چند سکالروں کے ساتھ میرے گھر میں موجود ہیں۔ کسی اور کو نہ اس کا اتا پتہ ہے اور نہ ہی ادبی سرکل میں اس کا کوئی ذکر ہے۔ اس طرح ان سکالروں کی برسوں کی محنت چند گراٹوں کے ساتھ چند یونیورسٹی کے اردو شعبے تک محدود رہی ہیں۔ اردو ادبی سرکل اس سے لاتعلق ہیں۔ ادبی دنیا میں ان کا اتا پتہ بھی نہیں۔

جب اس قسم کا خیال اپنے ذہن میں کلبلانے لگا۔ تو اس پر یہ خیال حاوی ہو گیا کیوں نہ ان سکالروں کی محنت سے دوسروں کو فیضیاب کیا جائے۔ میں نے "شبنم قیوم" بحیثیت ناول نگار اور شبنم قیوم بحیثیت افسانہ نگار ان دستاویزات کو کتابی صورت دینے کا فیصلہ کر لیا۔ تاکہ اردو ادب کے قارئین اس سے مستفید ہو سکیں۔ دوسری صورت میں ان سکالروں کی برسوں کی محنت کا حظ ادب نواز اٹھا سکیں۔ چونکہ میں نے ذاتی طور پر شبنم قیوم بحیثیت ناول نگار اور شبنم قیوم بحیثیت افسانہ نگار کو آپس میں ملا کر ایک ہی کتاب میں شامل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ البتہ یہاں آ کر مجھے ایک اہم معاملہ پیش آیا۔ ناول والا مسودہ کوئی سوا دو سو صفحات کا ہے اور افسانہ والا مسودہ ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں ایسا مواد شامل ہے جو سکالر کے لئے تھیسس میں پیش کرنا لازمی ہی نہیں ضروری ہے۔ بالکل اسی طرح افسانہ نگار کو اپنی تھیسس میں شامل کرنا واجب ہے۔ یعنی ناول کی تاریخ اور ناول نگاروں کا حال احوال ان کے ناولوں کا موضوع پلاٹ کردار نگاری منظر نگاری، زبان اور اسلوب، اسی طرح افسانہ کی شروعات سے لیکر ماضی سے لیکر حال تک افسانے اور افسانہ نگاروں کے بارے میں تفصیلات جو تھیسس کے لئے واجب لازمی اور ضروری ہیں۔ ان کو اپنی کتاب میں دہرانے کی خاص کوئی ضرورت نہیں۔ لہٰذا ایک کتاب میں دو مسودے سمونے کے لئے کاٹ چھانٹ لازمی بن گئی۔ مطلب یہ کہ ایک سکالر کو اپنی تھیسس کے لئے جو مواد

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

درکار رہے۔عام قاری کو اس کی جانکاری ضروری نہیں۔لہٰذا ہم نے ان دونوں دستاویزوں سے وہ مواد لیا جس کو اپنی اس کتاب کے لئے موزوں سمجھا۔ہم نے ان تھیسس سے ہٹ کر اپنی اس کتاب میں وہ پرینٹڈ مواد یعنی وہ مکالے اور آرٹیکل شامل کر لئے جو بعض دوسرے محققوں دانشوروں اور قلمکاروں نے شبنم قیوم کی زندگی اور ان کی نگارشات کے سلسلے میں ضبط تحریر میں لائے ہیں۔اور منتشر حالت میں چھپے پڑے ہیں۔لہٰذا اس مواد کو اس کتاب میں شامل کرنا مناسب سمجھا۔

میرا یہ فیصلہ کہاں تک صحیح ہے اس کا فیصلہ میرے قارئین کریں گے۔البتہ اپنے بارے میں بقول شاعر بس اتنا کہہ سکتا ہوں

اداس راتیں شکستہ آہیں میرا مقدر میرا اثاثہ
طویل کاوش پس سفر ہے بہت ہی مشکل میرا خلاصہ

احقر
شبنم قیوم

❖❖❖

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

اُردو زبان

جو قوم اپنی تہذیب، ثقافت اور زبان کی قدر نہیں کرتی، وہ اپنی شناخت کھو دیتی ہے، زبان چونکہ اپنے قوم کے لئے اظہار کا وسیلہ ہوتی ہے۔ اس لئے اپنی زبان کی اہمیت کو سمجھنا اور اس سے بے توجہی نہیں برتنا ایک زندہ و باوقار قوم کی ذمے داری ہے جموں و کشمیر ریاست کی سرکاری زبان اردو ہے۔ البتہ انحطاط سے گزر رہی ہے۔ حالانکہ سماج کے ہر طبقے کے لوگ یہ زبان بولتے سمجھتے اور برتتے ہیں۔ یہی وہ زبان ہے جو ریاست کے اتحاد کی علمبردار ہے، بدقسمتی سے اس زبان کو آئینی حق دینے اور اسے فروغ دینے کے سلسلے میں حکومتی سطح پر سرد مہری سے کام لیا جاتا ہے۔ یہ سراسر ناانصافی ہے۔ اس ناانصافی کے تدارک کی ضرورت ہے۔

❖❖❖

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

جموں وکشمیر میں اردو ناول نگاری کی روایت اور شبنم قیوم کے ناول

مقالہ برائے

ایم۔فل۔

مقالہ نگار

چوہدری لال محمد

نگراں

ڈاکٹر الطاف حسین

شعبہ اُردو

سکول آف لینگویجز سینٹرل یونیورسٹی آف کشمیر

۲۰۱۸

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

مقدمہ

ریاست جموں وکشمیر ہندوستان کی واحد ایک ایسی ریاست ہے جہاں پر اردو کو سرکاری زبان کا درجہ حاصل ہے یہ زبان تین جغرافیائی خطوں پر مشتمل یعنی جموں کشمیر اور لداخ میں یکساں طور پر بولی اور سمجھی جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ یہاں کے ادیبوں نے اردو ادب کی ہر صنف میں توجہ مرکوز کر کے شہرت عام اور بقائے دوام حاصل کی ہے۔

جہاں تک ریاستی سطح پر اردو ناول نگاری کی بات ہے تو یہاں پر سب سے پہلے سالگرام سالک نے ناول تحفہ سالک اور محمد دین فوق نے ناول انار کلی لکھ کر اولیت حاصل کی ہے ان کے ہم عناصر ناول نگاروں میں سہن لال مرواں وشوناتھ ورما پنڈت شمبھوناتھ نظر اور پنڈت نندلال در بے غرض کا نام اہمیت کا حامل ہے۔ 1947 کے بعد جن تخلیق کارواں نے اس صنف میں توجہ مرکوز کی ان میں رمانند ساگر، نرسنگ داس نرگس، کشمیری لال، ذاکر ٹھاکر پونچھی، ملک رام انند، برج کتیال، مدن موہن شرما، حامدی کشمیری، علی محمد لون، اور وجے سوری قابل ذکر ہیں۔ 1965 کے بعد کے ناول نگاروں میں تیج بہادر بھان، غلام رسول سنتوش، شبنم قیوم، عبدالغنی شیخ، نور شاہ، دیپک کنول، جان محمد آزاد، کرن کشمیری، زینت فردوس، بھوشن لال بھوشن، رشید پروین، فاروق احمد رینزو اور انند لہر نے ناول لکھ کر اس صنف کی آبیاری کی سنہ ۲۰۰۰ء کے بعد جن ادیبوں کے ناول منظر عام پر آئے ان میں وحشی سعید، وریندر پٹواری، ویدراہی اور ترنم ریاض کا نام سنہرے حرفوں میں لکھے جانے کے قابل ہے۔ دور حاضر میں جو باصلاحیت فنکار سامنے آئے ان میں نعیمہ احمد مہجور، صوفی عبدالرشید اور شفق سوپوری کا نام اہمیت کا حامل ہے۔

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

ان ناول نگاروں نے مغلیہ سلطنت، فسادات، تقسیم ہند، ڈوگرہ عہد کے جاگیردارانہ نظام عوامی حکمرانی کے زیر اثر ہونے والے قتل وغارت، جنسی استحصال، تہذیب وثقافت کی ٹوٹتی بکھرتی قدروں اور کشمیر کے سیاسی خدوخال جیسے موضوعات پر ناول لکھنے کی کوشش کی ہے۔

ان ناول نگاروں میں ایک نام شبنم قیوم کا بھی ہے جنہوں نے اردو افسانے اور ڈراموں کے علاوہ اردو ناول لکھ کر سماج میں پھیل رہی جنسی بے راہ روی اور ریاست جموں وکشمیر کی 1947 سے 2013 تک کے سیاسی اور تاریخی حالات وواقعات قلم بند کر کے نڈر، جرات مند اور بے باک قلمکار ہونے کا ثبوت پیش کیا ہے۔

میرے مقالے کا عنوان جموں کشمیر میں اردو ناول نگاری کی روایت اور شبنم قیوم کے ناول ہے جہاں تک اس موضوع کو منتخب کرنے کا تعلق ہے تو اس موضوع پر اس سے پہلے کشادہ اور تشفی بخش کام نہیں ہوا ہے لہٰذا راقم نے مناسب سمجھ کر اس موضوع کو تحقیقی مقالے کی شکل دینے کی سعی کی۔ اس مقالے کو اپنے نگراں ڈاکٹر الطاف حسین کے مشورے سے تین ابواب میں منقسم کر کے تحریر کیا ہے تاکہ جموں کشمیر کے ناولوں کا جائزہ لیتے ہوئے شبنم قیوم کی ناول نگاری پر بہترین نوعیت کا تحقیقی مقالہ لکھنے کی کوشش کی جا سکے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

باب اوّل جموں کشمیر میں اردو ناول کا ارتقاء پر مبنی ہے اس باب میں راقم نے اردو ناول کی تعریف اجزا اور اردو ناول کی روایت کا جائزہ لیتے ہوئے جموں کشمیر کے اردو ناولوں کا مختصر تجزیہ پیش کرنے کی حتی المقدور کوشش کی ہے۔

باب دوم شبنم قیوم ایک تعارف کے عنوان سے ہے۔ اس باب میں راقم نے شبنم قیوم کے اباؤ اجداد، پیدائش، تعلیم اور ملازمت ازدواجی زندگی، ادبی زندگی اور اعزازات و انعامات کے علاوہ ان سے ملاقات کے دوران پوچھے گئے چند سوالات بھی شامل کیے ہیں۔

باب سوم شبنم قیوم کی ناول نگاری پر مشتمل ہے اس باب میں شبنم قیوم کے ناولوں کا تعارف کراتے ہوئے ان کے ناولوں کا تجزیاتی تعلق پیش کیا گیا ہے۔

مقالے کے آخر میں مذکورہ بالا ابواب کا ماحاصل اور کتابیات ورسائل کی فہرست پیش کی گئی ہے جن سے دوران تحقیق راقم الحروف فیض یاب ہوا۔

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

اس مقالے کو پائے تکمیل تک پہنچانے کے لیے جنہوں نے میری بھرپور مدد کی ان کا شکریہ چند رسمی کلمات ادا نہیں کر پائیں گے۔ تاہم اپنے استاد محترم اور نگراں ڈاکٹر الطاف حسین کا بے حد ممنون و مشکور ہوں جنہوں نے اپنی تمام مصروفیات کے باوجود سنجیدگی اور خلوص و محبت سے ہر مشکل مرحلے میں دوران تحقیق میری رہنمائی کی اور اس موضوع پر مجھے وقتاً فوقتاً اپنے زرّیں مشوروں اور خیالات سے نوازتے رہے۔

اس مقالے کی ترتیب کے دوران راقم اپنی مرکزی جامعہ کے سابقہ صدر شعبہ اردو پروفیسر نظیر احمد ملک اور موجودہ صدر شعبہ اردو ڈاکٹر پرویز احمد کے علاوہ اپنے دیگر اساتذہ کرام ڈاکٹر راشد عزیز، ڈاکٹر نصرت جبین کا بھی شکر گزار ہے جنہوں نے میری ہمت افزائی کی اور نیک مشوروں سے نوازتے رہے۔ ان اساتذہ کے علاوہ وہ ڈاکٹر عرشیہ جبین کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے جنہوں نے بعض کٹھن لمحوں میں میری رہنمائی فرمائی اور اپنے وسیع تجربات وہ مطالعہ سے مستفیض فرمایا ان کے ساتھ ساتھ راقم مرکزی جامعہ کشمیر شعبہ اردو میں کام کرنے والے عمر بھائی اور منصور بھائی کا بھی صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتا ہے جو ہر وقت میری معاونت کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔

شبنم قیوم صاحب کا خصوصاً احسان مند ہوں جنہوں نے میرے موضوع سے متعلق مواد فراہم کیا اور دوران تحقیق اپنا قیمتی وقت دے کر اپنے نایاب ناولوں پر بحث کرتے ہوئے ان سے روشناس کرایا۔ میں اپنے دوست و احباب جن میں اشفاق احمد آہنگر، غلام مصطفی ضیا، عبدالمجید، محمد شکیل، محمد ارشاق، جاوید احمد ربانی بشیر، مشرف فیاض ٹھوکر، محمد یونس ٹھوکر، شعیب احمد وانی، رافیہ والی، شاہینہ یوسف، شبیر احمد، شہزار احمد، غلام مرتضی محمد اسد، مختار احمد، یاسر علی شامل ہیں کا بھی دل کی عمیق گہرائیوں سے شکر گزار ہوں جنہوں نے میری ہر ممکن معاونت کی اور جن کی نیک تمنائیں اور محبتیں شامل حال رہی۔

اس کام کو پائے تکمیل تک پہنچانے کے لیے میں جامعہ کے مرکزی لائبریرین محترم فیروز احمد کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے دوران تحقیق شعبے کی لائبریری سے ضرورت پڑنے پر خندہ پیشانی سے مواد فراہم کیا۔ اس کے علاوہ کشمیر یونیورسٹی لائبریری، کشمیر یونیورسٹی علامہ اقبال

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

لائبریری، جموں یونیورسٹی لائبریری، یونیورسٹی آف حیدرآباد لائبریری کے منتظمین حضرات کا بھی تہ دل سے شکرگزار ہوں جن کی وساطت سے مواد کی فراہمی میں آسانی بہم ہوئی۔ راقم رختہ ڈاٹ کام کا شکریہ ادا کرنے کے بغیر نہیں رہ سکتا جس کی بدولت مجھے اپنے موضوع کے متعلق مواد کی فراہمی میں آسانیاں ہوئی۔

چوہدری لال محمد
ریسرچ اسکالر
شعبہ اردو سنٹرل یونیورسٹی اف کشمیر

❖❖❖

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

شبنم قیوم ایک ہمہ جہت شخصیت

ریاست جموں وکشمیر ایک کثیر اللسانی خطہ ہے۔جس کی تین اکائیاں جموں، کشمیر اور لداخ ہیں ۔ان تینوں خطوں میں مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں ۔لیکن قدیم زمانے سے ان تینوں خطوں میں اردو کا چلن رہا ہے۔ جہاں تک اس ریاست میں باضابطہ طور پر اردو کے ابتدائی نقوش کا تعلق ہے۔اس سلسلے میں تاریخی کتب کے مطالعے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اردو کی داغ بیل ڈوگرہ دور میں پڑی ڈوگرہ دور میں اردو کا چلن اتنا زیادہ ہوگیا کہ مہاراجہ پرتاب سنگھ نے اس کی اہمیت ومقبولیت کو سمجھتے ہوئے 1889 میں اسے سرکاری زبان کا درجہ دیا۔جس سے ریاست میں شعروادب کی محفلیں سجنے لگیں ۔ان محفلوں سے شعروادب کی ایسی شمعیں روشن ہوئی جس کی روشنی سے نہ صرف جموں کشمیر بلکہ برصغیر ہندوپاک کے دوسرے مراکز بھی روشن ہوئے۔

چناں چہ جموں وکشمیر میں جن بڑے بڑے ادیبوں، شاعروں اور فنکاروں نے اردو زبان وادب کو فروغ دینے میں نمایاں کارنامہ انجام دیا ان میں ایک نام شبنم قیوم کا بھی ہے۔ بحیثیت ایک ہمہ جہت شخصیت انہوں نے اپنے فن کے ذریعے اردو زبان وادب کی بے پناہ خدمت کی ہے اور کر رہے ہیں ۔شبنم قیوم کشمیر کے بلند پایا ناول نگار مشہور افسانہ نگار، ڈرامہ نگار، تاریخ دان اور صحافی ہیں جو آج بھی اردو وادب کی خدمت کرنے میں پیش پیش ہیں۔

آباواجداد

شبنم قیوم کے مورث اعلی کا تعلق کشمیر سے ہے۔ضلع بڑگام کے پوشکر نامی گاؤں میں خانقاہ بابا پیام دین رشی کی ہے جو اس خاندان کے ایک بڑے صوفی اور عالم دین گزرے ہیں۔

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

ان کی خانقاہ آج بھی پوشکر نامی گاؤں میں موجود ہے۔سال میں ایک مرتبہ تین دسمبر کو اس خانقاہ میں عرس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔جہاں پر پاس پڑوس کے بسکین اور ہر مکتب فکر کے لوگ حاضری دینے آتے ہیں اور روحانی فیض حاصل کرتے ہیں۔عبدالقیوم ریشی جو شبنم قیوم کے نام سے جانے اور مانے جاتے ہیں اسی ریشی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔

شبنم قیوم کے پردادا عبدالستار ریشی ضلع بڈگام کے زمینداروں میں سے ایک تھے۔ شبنم قیوم کے دادا محمد سبحان ریشی اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھی۔انہوں نے اپنے والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے زمینداری کا پیشہ اختیار کیا تھا۔محمد سبحان ریشی کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام عبدالرزاق ریشی رکھا گیا۔انہوں نے سری نگر آ کر سکونت اختیار کی۔سری نگر میں وہ عبدالرحیم صوفی کے ڈیری ملک کے کارخانے میں ملازم ہوئے اپنی ایمانداری محنت اور لگن سے انہوں نے مالک کا دل موہ لیا۔عبدالرحیم صوفی نے انہیں اپنا داماد بنا کر اپنی بڑی بیٹی فیضی کے ساتھ ان کا بیاہ رچایا حالانکہ عبدالرحیم صوفی صاحب اولاد تھے۔وہ کئی بیٹے بیٹیوں کے باپ تھے۔ عبدالرزاق ریشی کو خانہ دامادی کے ساتھ حصہ فرزندی میں شامل کرلیا۔عبدالرحیم صوفی نے ڈل گیٹ کے علاقے میں اپنی ملک ڈائری کھول رکھی تھی۔اس فیکٹری کا کاروبار عبدالرزاق ریشی چلاتے تھے۔چونکہ ان دنوں عبدالرحیم صوفی کی اپنی اولاد کمسن تھی جس وجہ سے اس فیکٹری کا کاروبار ان کے داماد سنبھال رہے تھے۔چند سال گزر جانے کے بعد عبدالرزاق ریشی کو یہاں سے کوچ کرنا پڑا اور حاجی غلام احمد وانی جو صوفی عبدالرحیم کے دوسرے داماد تھے ان کے گھر میں عارضی سکونت اختیار کرنا پڑی۔یہاں قیام کے دوران انہوں نے ڈلگیٹ بوچھوارا میں ایک مکان خرید لیا اور اسی مکان میں رہنے لگے۔انہی دنوں انہوں نے ٹنگمرگ میں اپنا ذاتی ڈائری یونٹ قیام کیا کچھ ہی عرصہ ہوا تھا کہ 22 اکتوبر 1947 میں پاکستان سے آئے قبائلوں نے کشمیر پر حملہ کر دیا۔جس کی وجہ سے کشمیر میں اتھل پتھل مچ گئی۔جگہ جگہ النفسی والنفسی کا عالم گلمرگ سے تمام سیلانی خاص طور پر انگریز چلے جانے سے اس حملے سے عبدالرزاق ریشی کی ملک ڈائری کے کاروبار پر بھی زوال آگیا۔ریاست کے حالات جب پرامن ہوئے تب گورنمنٹ ٹرانسپورٹ کا محکمہ وجود میں آیا عبدالرزاق ریشی نے اس محکمے میں ملازمت اختیار کرلی۔1990 میں عبدالرزاق

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

ریشی اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔ان کی وفات کے 16 سال بعد یعنی 2006 میں ان کی بیوی فیضی کا انتقال ہوا۔

عبدالرزاق ریشی کے یہاں نو 9 اولادیں ہوئیں جن میں چار بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں عبدالقیوم ریشی اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے ہیں ان سے بڑی ایک بہن ہے۔جن کا نام مہتاب ریشی ہے۔ان کے علاوہ عبدالمجید ریشی، نصارہ ریشی، سلیمہ رشی، نزیر احمد ریشی، حلیمہ ریشی، فریدہ ریشی اور مسعود احمد ریشی ہیں۔

❖❖❖

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

شبنم قیوم کی ابتدائی زندگی اور تعلیمی قابلیت

عبدالرحیم صوفی کے گھرانے سے ترک سکونت کر کے جب عبدالرزاق ریشی خواجہ غلام احمدوانی کے ہاں قیام پذیر رہے۔ تو یہی پڑوس میں اپنا الگ مکان بنوا کر اپنی الگ زندگی بسر کرنے لگا۔ کاروبار کے زوال اور گورنمنٹ ٹرانسپورٹ میں معمولی ملازمت اس پر اولاد کثیر گھر کی گاڑی چلانے اور اولاد کثیر کو پالنے میں دشواری پیش آئی۔ پورے گھرانے پر غربت نے گہرے سائے ڈالے۔ ان کی بیوی فیضی ایک کے بعد ایک اولاد کو جنم دے کر جہاں انہیں پالتی رہی وہاں چرخا کات کر تھوڑا بہت کمائی بھی کرتی رہی۔ کفایت شعاری کے باوجود گھر کی ناؤ چلانے کے لیے دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ وہ دور تھا جب فیملی پلاننگ کا تصور بھی نہ تھا بچے کثیر تعداد میں پیدا ہونے سے خانہ دار کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا عبدالرزاق اور ریشی اسکا شکار رہا۔

تنگدستی غربت اور لاچاری میں دن گزارے گئے۔ دونوں میاں بیوی ان پڑھ ہونے کے باوجود بچوں کو تعلیم دلانے میں پیش پیش رہے۔ اس دور میں پرائمری سکولوں کو جبری سکول کہا جاتا تھا۔ کیونکہ ڈوگرہ دور میں بچوں کو گھروں سے اٹھا کر سکول لایا جاتا اس کو عرف عام پر جبر کا نام دیا گیا لڑکوں کے لیے جبری ہی سہی تعلیم دلانے کی سہولیات میسر تھیں البتہ لڑکیوں کے لیے نہ یہ سہولیت فراہم تھی اور نہ ہی کوئی کشمیری لڑکیوں کو تعلیم دلانے کے بارے میں سوچ سکتا۔ کوئی 90 فیصد لوگ لڑکیوں کی تعلیم کے خلاف تھے۔

عبدالقیوم ریشی کو محلہ بوچھوارا کے پرائمری سکول میں داخل کرایا گیا۔ یہاں انہوں نے پانچویں کلاس تک تعلیم حاصل کرلی اس کے بعد ان کا امیرا کدل کے ایس پی سکول میں

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

چھٹی کلاس میں داخل کیا گیا۔کوئی سات مہینے تک یہاں تعلیم حاصل کرنے کے دوران عبدالقیوم ریشی ایک حادثے کا شکار ہوا۔

کہا جاتا ہے پورے محلے میں عبدالرزاق ریشی ایک ایسا شخص تھا جن کے پاس اپنا سائیکل تھا۔ایک روز یہ سائیکل انگن سے نکال کر سڑک پر دوڑانے کے دوران عبدالقیوم سائیکل سے گر گیا اس سائیکل کا ہینڈل بریک اس کی پسلی میں گھس گیا زخم آیا تو اس کی مرہم پٹی کرائی گئی اور سائیکل کو لاک بند کیا گیا۔زخم مندمل ہوا البتہ ایک مدت کے بعد یہاں پر جہاں زخم لگا تھا ایک پھوڑا نکل آیا۔اس کی تفصیل میں شبنم قیوم نے بتایا چونکہ میرا باپ محکمہ ٹرانسپورٹ میں ملازم کے ناطے صبح سویرے ڈیوٹی پر جا کر شام دیر گئے گھر واپس آتا میری والدہ نے مجھے ہیڈ وہسپتال ملاحظہ کے لیے لیا۔سرینگر کے واحد سرکاری ہسپتال جو مہاراجہ ہری سنگھ کے نام سے منسوب ہے اس کو تب بھی اور اب بھی ہیڈ وہسپتال کہا جاتا ہے۔

اس ہسپتال میں میری چھاتی کی بائیں جانب پھوڑے سے رس نکال کر مرہم پٹی کی گئی۔دوائی کھانے کو دی گئی بیماری کے بارے میں ان کا ڈائیگنوس غلط تھا۔ڈاکٹر نے میری چھاتی میں ٹی بی کو ڈکلیئر کیا۔اسی کی دوائیاں کھانے کو دی میرا پھوڑا کم ہونے کے بجائے بڑھتا گیا۔میری ماں مجھے ہر ہفتے ہسپتال لے جا کر یہاں اس پھوڑے سے پیپ نکلواتی۔یہ سلسلہ جب مہینوں کے بعد سالوں تک رہا۔نہ پھوڑا غائب ہوا نہ پیپ رک گیا اور نہ دوائی نے کام کیا میں لاغر ہو گیا۔جسمانی طور انتہائی کمزور ہوا پڑھنا لکھنا کیا اسکول جانا بھی منقطع ہوا۔کوئی چار سال اسی طرح گزر گئے میری ماں نے مجھے ہڈ وہسپتال کے بجائے رعناواری مشن ہسپتال ملاحظہ کے لئے لایا یہاں میرا ایکسرے ہوا۔چھاتی کی ایک پسلی کا کریک ڈکلیئر ہوا مجھے آپریشن کے لیے بھرتی کیا گیا۔ایک مہینے کے بعد میں تندرست ہو کر واپس گھر آیا البتہ اب دوبارہ اسکول جانے کے بجائے مجھے اپنے مکان کے ایک دکان پر کریانہ فروش بنایا گیا۔یہ کریانہ فروشی راس نہ آئی مجھے محنت مزدوری پر لگایا گیا۔یہ ہم سے نہ ہو سکا کافی تنگ ودو کے بعد مجھے میرے خالو جان حاجی غلام احمد وانی نے مجھے ملازمت دلانے کے لیے ڈپٹی وزیر اعظم بخشی غلام محمد کی سرکاری رہائش گاہ پر لایا۔میرے خالو جان کو بخشی صاحب کے ساتھ قریبی تعلقات تھے۔مجھے میری عمر جسمانی ساخت اور

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

تعلیمی قابلیت سارا کچھ نظر انداز کر کے کوٹھی پر رکھا گیا۔ عہدہ کیا تھا اور ماہانہ تنخواہ کیا تھی یہ نہ جانا اور نہ بتایا گیا۔ میں ایک طرح ڈپٹی وزیر اعظم بخشی غلام محمد کی کوٹھی پر فیملی ممبر کے طور پر رہا۔ ایک سال کے بعد جب ریاست میں سیاسی تبدیلی آئی۔ وزیر اعظم شیخ محمد عبداللہ کو اقتدار سے معذول کر کے حراست میں لیا گیا۔ بخشی غلام محمد وزیر اعظم بنائے گئے۔ میں بخشی غلام محمد کے خلاف احتجاجی مظاہروں میں شامل ہو گیا۔ جس کوٹھی میں کل تک نمک حلال تھا۔ اس کوٹھی پر پتھر بازوں میں شامل ہو گیا۔ حالات آہستہ آہستہ نارمل ہو گئے تو میں بیکار اور بے روزگار رہا۔ دوبارہ دکانداری شروع کی۔

○ شبنم قیوم سے سوال کیا گیا

آپ عبدالقیوم ریشی سے شبنم قیوم کب اور کیسے بن گئے۔ اس پر شبنم قیوم نے بتایا ہمارے محلے اور ہمارے پڑوس میں عبدالعزیز بٹ نامی ایک فوجی آفیسر رہا کرتا تھا۔ ایک روز وہ چھٹی لے کر گھر ایا تو ان سے میری ملاقات ہوئی۔ ملاقات کے دوران انہوں نے مجھے پڑھنے کے لیے ایک کتاب دی۔ اس کا ٹائٹل تھا 'بہن کسی سے نہ کہنا'۔ بیگم حسین صہرامی شبنم نے یہ مرتب کی تھی۔ اس میں برِصغیر کی تقسیم کے دوران حالات واقعات اور حادثات سے متعلق آٹھ کہانیاں ایسی تھیں جن کو پڑھ کر میں یقیناً خون کے آنسو رویا۔ اس کتاب کا مجھ پر گہرا اثر پڑ گیا۔ کتاب میں درج کہانیوں کے کردار جن کے ساتھ وحشیانہ درندگی اور جنسی تشدد کا مظاہرہ کیا گیا تھا۔ یہ سارے کردار میرے ذہن پر سوار ہو گئے میں نے دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے انہی موضوعات پر اپنے نظرے اور اپنے خیالات کو لے کر کہانیاں لکھیں۔ یہ کہانیاں مختلف اوقات پر میں نے یہاں کے مقامی اردو اخبارات کے سنڈے ایڈیشن میں شائع کیں۔ چونکہ بیگم حسین صحرامی جو شبنم تخلص رکھتی تھی۔ ان کی مرتب کی گئی کتاب سے متاثر ہو کر میں نے کہانیاں لکھیں اور وہ مقامی اخباروں میں شائع ہوئیں۔ میں نے شبنم کو اپنے نام کے ساتھ جوڑ دیا۔ مدتوں ہی نہیں برسوں بعد جب پروفیسر عبدالقادر سروری نے ہم سے مخاطب ہو کر کہا، تمہارا نام سن کر اور پڑھ کر لڑکی کا تصور آتا ہے۔ میں نے اس کے جواب میں انہیں بتایا شبنم واقعی ایک لڑکی ہے جس کو میں نے اپنے نام کے ساتھ

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

جوڑا ہے۔کیونکہ اس لڑکی نے مجھے ادیب بنایا ہے میرا ماننا ہے اس لڑکی نے مجھے افسانہ نگار بنایا ہے۔نہ وہ مجھے جانتی ہے اور نہ ہی میں نے اسے دیکھا ہے۔ہماری تو آپس میں کبھی ملاقات بھی نہیں ہوئی البتہ ان کا تخلص میرے نام کے ساتھ منسلک ہو گیا ہاں اس دوران میں نے جامعہ ملیہ علی گڈھ سے ادیب کا امتحان پاس کرلیا اصل میں یہی میری تعلیمی قابلیت ہے۔

میں پابند نماز کے ساتھ اپنے محلہ کی مسجد میں گاہے بہ گاہے اذان دیا کرتا تھا۔

میرے محلے کی اس مسجد کے امام جو ایک سکول میں استاد کے فرائض انجام دے رہے تھے اور محکمہ زراعت کے ڈائریکٹر جی ایم بٹ کے بچوں کو ان کے گھر پر ٹیوشن پر مامور تھے۔ ان کی وساطت سے مجھے محکمہ زراعت میں معمولی عہدے جو کلاس فورتھ کے زمرے میں آتا ہے۔ کی نوکری دلائی گئی اس ملازمت کے دوران شبنم قیوم کے نام سے میری کہانیاں اب مقامی اخبارات سے نکل کر مقامی ملکی سطح پر ادبی رسالوں میں شائع ہوتی رہیں۔ایک سال کے بعد مجھے سرینگر سے پدگام پورہ نرسری میں تبدیل کیا گیا۔یہ وہ دور تھا جب شبنم قیوم ہندوستان کے سب سے بڑے اور اعلیٰ معیار کے ادبی رسالے کے لیے ''کشمیر نمبر'' مرتب کر رہے تھے۔ماہنامہ نگارش نے اس کے عوض شبنم قیوم کو اس ادبی رسالہ کا مدیر اعزازی کا عہدہ تفویض کیا اور بحیثیت ایک اہم قلمکار کے طور پر ان کے تئیں اعتراف کیا گیا۔ایک سال کے اندر ہندوستان کے ایک اور ادبی ماہنامہ عارض ڈائجسٹ نے اپنے رسالے میں شبنم قیوم کو ان کی ادبی خدمات کے پیش نظر عارض ڈائجسٹ کا مدیر اعزازی مکرر کیا۔شبنم قیوم مقامی طور ادبی میگزین ماہنامہ جھرنا کے اسسٹنٹ ایڈیٹر کے علاوہ ماہنامہ روبی اور ماہنامہ کینو اس کے مدیر اعلیٰ رہے ہیں۔یہ دونوں ادبی میگزین ڈی کے کنول جو آج کل دیپک کنول کے نام سے ادبی دنیا میں نام کما چکے ہیں۔شبنم قیوم کے ساتھ منسلک رہے ہیں۔ادبی دنیا میں اپنی حیثیت بنوانے کے دوران شبنم قیوم محکمہ طور پر بھی ترقی کی منزلیں طے کر گئے۔اس ملازمت کے دوران ان کو ابتدا میں چھ ہزار روپے تنخواہ ملتی رہی جو سبکدوش ہونے تک بارہ ہزار روپے ماہانہ ہو گئی تھی۔آپ اس محکمہ سے 1996 سے بکدوش ہوئے ہیں۔

شبنم قیوم محکمہ زراعت کی ریسرچ لیبارٹری انٹومالوجی کے اسسٹنٹ کے عہدے سے

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

ریٹائیر ہونے کے بعد کچھ عرصے تک جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی اف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز سے وابستہ رہے ہیں۔اس کے بعد صحافت کا پیشہ اختیار کر لیا انہوں نے لگ بھگ دو سال تک روزنامہ سرینگر ٹائمز میں ملازمت کرنے کے بعد 2003 میں اپنا ذاتی ہفت روزہ اخبار" (قومی وقار) سرینگر سے شائع کیا جو آج بھی اپنی قوم کے جذبات کی عکاسی کرتے ہوئے بدستور شائع ہو رہا ہے۔

○ ازدواجی زندگی

شبنم قیوم کی شادی 27 سال کی عمر میں سری نگر کے بربرشاہ علاقے میں حبیب اللہ بٹ کی صاحبزادی شہزادہ بانو کے ساتھ ہوئی۔شہزادہ بانو جو شادی کے بعد شہزادہ قیوم کہلانے لگی۔وہ بہت ہی ذہین باپردہ اور خدا ترس خاتون ہیں۔شہزادہ قیوم کبھی بھی شبنم قیوم کے ادبی کام میں رکاوٹ نہ بنی بلکہ انہوں نے ہمیشہ شبنم قیوم کو ادیب بننے میں ساتھ دیا شبنم قیوم نے نومبر 1992 میں عمرہ کیا تو 15 اگست 2016 میں اپنی شریک حیات کے ساتھ حج کرنے کا شرف بھی حاصل کیا۔

شبنم قیوم کی تین اولادیں ہیں۔دو بیٹیاں شگفتہ قیوم، بے بی اور ایک بیٹا شاہنواز قیوم۔شگفتہ قیوم جن کی شادی میر جمشید احمد کے ساتھ ہوئی ہے جو محکمہ ارکیولوجی میں ملازم ہیں۔ان کے دو بچے ہیں سمرینہ اور میر ارسلان جو اس وقت زیر تعلیم ہیں۔آپ کی دوسری بیٹی جس کو پیار سے بے بی کے نام سے پکارتے تھے اٹھ مہینے کی تھی کہ اس کا انتقال ہو گیا۔موصوف سے انٹرویو کے دوران بے بی کے انتقال کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا۔

ماہنامہ علمی ادبی اردو ڈائجیسٹ :عارض: کے لئے میں کشمیر نمبر مرتب کر رہا تھا۔مجھے اعزازی ایڈیٹر رکھا گیا اور مجھے کام سونپا مواد حاصل کرنا اور ترتیب دینا میں وہی مواد لے کر دہلی گیا ہوا تھا میں وہاں سے جب واپس آیا میں نے بچوں کے لیے کپڑے لائے معصوم بچی کے لیے خاص تحفہ لایا جب میں گھر پہنچا تو وہاں سناٹا دیکھا میں نے پوچھا یہاں کیا بات ہے تو انہوں نے کچھ کہا ہی نہیں۔البتہ جب میں نے اٹیچی کھولی تو کمرے سے رونے کی چیخیں نکلی میں نے کہا کیا بات ہے تو انہوں نے کہا وہ بے بی مر گئی ہے۔وہ اس دنیا میں نہیں۔ان کے لئے جو کچھ لایا بند

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

کر کے رکھ دو:

شبنم قیوم کا صاحبزادہ شاہنواز قیوم جو اس وقت اکاؤنٹ جنرل آفس میں ملازم ہیں۔ ان کی شادی سہیلہ شاہ سے ہوئی جو محکمہ بجلی میں کلرک ہیں۔شاہنواز قیوم کی تین بیٹیاں ہیں جن کا نام دانیہ،ملکہ اور رام ابیہا ہے تینوں بیٹیاں زیر تعلیم ہیں۔

○ شخصیت

شبنم قیوم سرزمین کشمیر کی وہ شخصیت ہیں جو اردو ادب میں ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔موصوف نڈر، بے باک اور جرات مند قلم کار کے طور پر جانے جاتے ہیں۔اس سلسلے میں وہ اپنی تاریخی کتاب مفصل تاریخ وتحریک کشمیر میں لکھتے ہیں۔

میرے اپنے پرائے چاہنے والے ہمدرد دردمند مجھ سے اکثر کہتے ہیں کہ میں اپنی زندگی سے کھیلنے اپنی جان کی پرواہ نہ کرنے کی حد تک بے باکی، جرات مندی اور نڈر رتار کھتا ہوں۔ قتل کیے جانے تک سچائی کا اظہار کرتا ہوں۔

شبنم قیوم طبیعت کے سادہ اور معصوم ہیں۔ان میں خودداری اور احساس کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔آپ کا درمیانہ قدم، معصوم چہرہ، چھوٹی داڑھی،سفید بال اور سر پر افغانی ٹوپی جچتی ہے۔آپ کی آنکھوں کی بینائی پچھلے پانچ سالوں سے کمزور ہے جس کی وجہ سے آپ نظر کا چشمہ استعمال کرتے ہیں۔آپ نارمل لباس پہننا بہتر سمجھتے ہیں۔اس کے علاوہ وہ نماز جمعہ اور عیدین کے موقع پر خان سوٹ پہننا پسند کرتے ہیں۔موسم سرما میں آپ کشمیری فرن پہنتے ہیں اور کانگری کا استعمال کرتے ہیں۔آپ اپنے پرائے کے ساتھ خوش اسلوبی کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ہر کسی کی خوشی اور غمی میں شرکت ضرور کرتے ہیں۔پانچو وقت کی نماز کو پابندی کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔وہ خوش اخلاق، ملنساز، نرم دل اور ہنس مکھ انسان ہیں۔آپ کے ان اوصاف کے متعلق خورشید عالم رقمطراز ہیں۔

شبنم قیوم ایک دردمند دل رکھتا ہے۔طبیعت کے سادہ اور معصوم ہیں۔خلوص،نرمی اور اپناپن ان میں بدرجہ اتم موجود ہے۔

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

راقم السطور کو 2017 میں شبنم قیوم سے چار بار ان کے ذاتی اخبار قومی وقار کے دفتر بمقام رنگل کالونی لال چوک سرینگر میں ملاقات کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ جب بھی میں ان سے ملنے جاتا تھا وہ لکھنے میں مشغول ہوتے تھے۔ سامنے والی کرسیوں پر بیٹھے ندیم یوسف اور مسرت جان جو کمپیوٹر پر ٹائپنگ کر رہے ہوتے تھے۔ ایک بزرگ عبدالقیوم خان جوان کا خدمت گار تھا۔ شبنم قیوم ان سبھی ملازمین کی بڑی قدر کرتے ہیں۔ مہمان نوازی کے اتنے دل دادہ ہیں کہ کرسی پر بیٹھتے ہی عبدالقیوم کو چائے لانے کو کہتے اور ان کی مہمان نوازی کو دیکھ کر چکبست کا یہ شعر ذہن میں آتا ہے۔

ذرہ ذرہ ہے میرے کشمیر کا مہمان نواز
راستے میں سنگریزوں نے دیا پانی مجھے

❖❖❖

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

شبنم قیوم سے ایک ملاقات

س۔ آپ کو ادب سے دلچسپی کیسے ہوئی

ج۔ اچانک ہوئی ہمارے گھر میں کوئی علمی وادبی ماحول نہ تھا والدین اَن پڑھ، کثیر اولاد کے سبب غربت کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ جیسا کہ میں پہلے ہی کہ چکا ہوں میرے پڑوس میں ایک آرمی آفیسر عبدالعزیز بٹ نے مجھے ایک کتاب ''بہن کسی سے نہ کہنا'' پڑھنے کو دی جو پارٹیشن پر لکھی تھی اس نے مجھے متاثر کیا سچ پوچھے تو مجھے اسی نے ادیب بنایا۔

س۔ آپ اپنی زندگی میں کس ادیب سے زیادہ متاثر ہوئے

ج۔ کرشن چندر نے زیادہ متاثر کیا۔ اس کے بعد رجندر سنگھ بیدی نے لیکن میرے قدر شناسوں میں عبدالقادر سروری ہے جن کی میں سب سے زیادہ قدر کرتا ہوں۔

س۔ آپ نے اب تک جو بھی ادب تخلیق کیا وہ نثر میں ہے جبکہ آپ شاعری میں بھی روزمرہ کے حالات وواقعات پیش کر سکتے تھے لیکن آپ نے نثر ہی کو کیوں چنا۔

ج۔ اصل میں شاعری میں مجھے عبور حاصل نہیں ہے افسانے میں چلتے چلتے بھی لکھ سکتا ہوں گاڑی میں بیٹھ کر کے بھی لکھ سکتا ہوں اور لکھے بھی۔

س۔ آپ کو کھانے پینے میں سب سے زیادہ کیا پسند ہے

ج۔ وہی جو کشمیری کھاتا ہے سبزی، مٹن، پنیر، چکن اور سب سے زیادہ تو کشمیر وازوان ہے جس کو کشمیر میں سب سے زیادہ پسند کیا جاتا ہے۔ پینے میں نون چائے پیتے ہیں۔

س۔ اس عمر میں آپ کی اولاد کا آپ کے ساتھ کیسا سلوک ہے۔

ج۔ بہت وفادار بیٹا ہے مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ مجھے شاہنواز جیسا بیٹا ملا جو ہر وقت میری

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

خدمت میں حاضر رہتا ہے اور میرا خیال رکھتا خدا اس کو خوشیاں ہی خوشیاں دے۔ میری ایک بیٹی شگفتہ قیوم ہے شادی کے بعد اُس نے اپنا الگ گھر سنبھالا ہے۔

س۔ آپ کی زندگی میں کوئی ایسا واقعہ گزرا ہو جس کو آپ ابھی تک بھول نہ پائے ہوں۔

ج۔ میری زندگی کا ایک اہم حادثہ۔

یہ مارچ 1972 کے دوران پیش ایا میں عارض ڈائجسٹ اردو دہلی کا اعزازی ایڈیٹر ہونے کے ناطے اس ڈائجسٹ کے لیے: کشمیر نمبر: کا مواد حاصل کر کے اس مواد کو ترتیب دے کر دہلی روانہ ہوا میں اپنے ساتھ اپنی شریک حیات اور دو معصوم بچوں کو بھی لے گیا بیٹی کی عمر ڈھائی سال اور بیٹے کی عمر ایک سال تھی میرا قیام نظام الدین میں غالب اکیڈمی کے مشائخ منزل میں رہا۔ یہاں میں نے ایک مہینہ تک قیام کا پروگرام رکھا عارض ڈائجسٹ کا آفس مادی پور دہلی میں تھا۔ یہاں جا کر کشمیر نمبر کا سارا مواد ڈائجسٹ کے مالک مدیر اعلی کو پیش کیا۔ دہلی میں قیام کے دوران میں نے اجمیر آگرہ اور فتح پور سکری کے دورے کا پروگرام بنایا اس دورے کے دوران ایک روز میں آگرہ کے تاج محل کا مشاہدہ کرنے کے بعد بذریعہ ریل واپس دہلی آرہا تھا۔ جس ریل کے ڈبے میں میں اپنی بیوی بچوں کے ساتھ بیٹھا تھا۔ ایک مسافر دوسرے سے کہنے لگا یہ ریل پہلے نظام الدین اسٹیشن پر رکے گی اس کے بعد پرانی دہلی کے اسٹیشن جائے گی نظام الدین اسٹیشن پر ریل کے رکنے کی جانکاری ملنے سے میں چوکنا ہو گیا۔ اور فیصلہ کرلیا کہ بجائے اس کے پرانی دہلی ریلوے اسٹیشن جا کر ریل سے اتر جائے بہتر رہے گا کہ ہم نظام الدین اسٹیشن پر ہی اتر جائیں۔ یہ شام کا وقت تھا اور میرے پوچھنے پر بتایا گیا نظام الدین اسٹیشن پر یہ گاڑی تھوڑی دیر کے لیے رکے گی میں ذہنی طور پر اس اسٹیشن پر رکنے کے لیے تیار ہو گیا بیوی بچوں کو بھی تیار کیا ایک اٹیچی ایک بکس اور بستر بند کو تیار رکھا۔

ریل رک گئی تو یہ جان کر یہ ریل تھوڑی دیر کے لیے رکے گی۔ میں نے بیوی بچوں کو اُتار کر پٹری کی جانب رکھا اور میں ریل پر چڑھ کر بستر بند اُتارنے لگا۔ اتنے میں ریل چلدی، اصل میں یہ نظام الدین اسٹیشن نہیں تھا بلکہ بیچ راستے میں کسی وجہ سے ریل کو رکنا پڑا تھا۔ چونکہ مجھ سے کہا گیا اسٹیشن آگیا ہے میں نے اعتبار کیا اور بڑا دھوکہ رکھا گیا۔ سنسان سرِ راہ تھا جہاں میں بیوی

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

بچوں کو چھوڑ آیا۔ کہا گیا نظام الدین اسٹیشن قریب ہی ہے میں نے زنجیر کھینچنے اور ریل کو روکنے کے بجائے فیصلہ کرلیا میں نظام الدین اسٹیشن پر اتر کر بستر بند کلاک روم میں جمع کر کے بیوی بچوں کو لے آؤں گا۔ لیکن ریل نے رکنے کا نام نہ لیا میں حواس باختہ ہوا ریل کے رکنے کا انتظار میں چین کھینچنے سے قاصر رہا نظام الدین اسٹیشن پر اتر کر میں نے بستر بند کلاک روم میں جمع کر کے یہاں معلوم کرلیا یہ ریل اس سے پہلے کہاں پر رک گئی تھی۔ مجھ کو جو نام بتایا گیا اس جگہ کا نام لے کر میں آٹو میں سوار ہوا یہ آٹو کوئی ایک گھنٹے تک چلتا رہا اس نے مجھے ایک سنسان جگہ پہنچایا یہاں دور دور تک کوئی بستی نہ تھی۔ میں اٹو سے اتر کر ریل کی پٹری پر گھپ اندھیرے میں چلتا بنا اور پٹری پر چلتے چلتے بیوی بچوں کو نام سے پکارتا رہا۔ سر راہ بیوی بچوں کو چھوڑ کر میں خود کو کوس رہا تھا۔ میں گھپ اندھیرے میں پٹری پر چلتے ہوئے پاگل بن کر بیوی بچوں کو پکارتا رہا اس پاس اور دور دور تک کوئی سننے والا نہ تھا۔

چلتے چلتے ایک جگہ نالہ آگیا اس نالے پر چلنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ نالے پر چلنے کے لئے کھلا ٹین بچھا کر رکھا گیا تھا۔ جو ہی میں نے ٹین پر پاؤں رکھے میں نالے میں گر گیا۔ البتہ میں نے گرتے گرتے پٹری کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا گھنٹوں تک دلدل میں آگیا میں نے لوہے کی پٹری کو دونوں ہاتھوں سے زور سے پکڑ لیا میں واپس کیسے آگیا یہ معجزہ سے کم نہ تھا مجھے لگا کسی غیبی ہاتھ نے مجھے اوپر کھینچ لیا۔ حالانکہ یہاں پر انسانی صورت کا نام ونشان نہ تھا اگر میں اس نالے میں ڈوب جاتا تو میری لاش بھی نہ مل جاتی۔ دلدل میں میرا دم گھٹ جاتا۔

بہر حال نالہ پار کر کے پٹری پر چلتے چلتے مجھے دور سے چراغ کی روشنی دکھائی دی۔ قریب پہنچ کر دیکھا یہاں دو چار جھونپڑیاں ساتھ ساتھ کھڑی تھیں۔ ان کے اندر روشنی کے لیے چراغ جل رہے ہیں۔ میں ایک جھونپڑی میں گھس گیا اور ان سے سرِ راہ پڑی بیوی بچوں کے بارے میں دریافت کیا ان سے کوئی تسلی بخش جواب نہ مل سکا۔ رات کے پونے 12 بجے تک میں نے ریل کی پٹری پر چلتے چلتے چیختے چلاتے ایک جگہ پھر جھونپڑی نظر آئی۔ میں نے دیکھا ایک ادھیڑ عمر عورت کھانس رہی تھی اور وہ سردی سے کانپ رہی تھی میں نے اس کے قریب آ کر بیوی بچوں کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا ایک عورت دو چھوٹے بچے اور ایک باکس لے کر

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

یہاں تک آگئی میرے بچوں نے اس کو اپنے ساتھ کہیں لے لیا ہے۔کہاں لے لیا یہ مجھے معلوم نہیں بیوی بچوں کا یہاں تک آنے کا پتہ ملنے سے تھوڑا سا اطمینان ہوا۔البتہ خدشہ بھی جاری رہا چلتے چلتے میں نظام الدین اسٹیشن پہنچا۔رات کے ایک بجے تک میں نے کوئی 16 کلو میٹر کا سفر طے کیا۔اور وہ بھی پاگلوں کی طرح چیختے چلاتے نظام الدین سے میں نے آٹو لیا اور آٹو ڈرائیور کو غالب اکیڈمی کے پاس مشائخ منزل پہنچنے کو کہہ دیا۔میں نے یہ فیصلہ کرلیا اب میں پولیس اسٹیشن جا کر بیوی بچوں کی گمشدگی کی رپورٹ درج کراؤں گا۔کیونکہ جھونپڑی میں رہنے والے دولڑکے ان کو اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔جب مشائخ منزل کے پاس آٹو سے اتر گیا تو دو جوان میرے پاس آئے اور بولے کیا آپ کی بیوی بچے کھوئے تھے۔میں نے ہاں کہا تو انہوں نے بولا ان کو ہم نے یہاں پہنچا دیا ہے ایسا سنتے ہی میں دوڑ پڑا۔مشائخ منزل پر پہنچ کر اپنی بیوی بچوں کو دیکھ کر میں دھڑام سے گر گیا اور میں زار و قطار رویا میری بیوی بچے بھی روئے۔ہماری جدائی اور اس جدائی کے بعد ملنے کا میں اندازہ نہیں کر سکا یہ حادثہ میری زندگی کا ایک یادگار حادثہ ہے۔

○ میری زندگی کا انتہائی خوشی و مسرت کا معاملہ

نومبر 1992 میں مجھے رابطہ عالم اسلامی کی دعوت پر سعودی عرب جا کر عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کا موقع ملا،اس دورے کے دوران میں سعودی عرب کے شاہ کا مہمان رہا۔اور میرا قیام سعودی عرب کے شاہ کے مہمان کھانا میں رہا۔یہ مہمان خانہ کعبہ کے عقب میں تھا۔میرا سعودی عرب میں 15 روز تک قیام رہا اس دوران مجھے خانہ کعبہ کے اندر جانے کا اعزاز حاصل ہوا۔سعودی عرب کے شاہ کے دیگر کئی مہمانوں کے ساتھ خانہ کعبہ کے اندر جانے کے لیے جب اس کا دروازہ کھولا گیا اور ہمیں خانہ خدا کے اندرون کی زیارت کرلینے کے لئے عارضی سیڑھی لگائی گئی تو ان سیڑھیوں کے ذریعے خانہ کعبہ کے اندر جانے کے دوران مجھے ایسا محسوس ہوا گویا باری تعالی مجھے عرش پر لے رہا ہے،میں اس سعادت اور اعزاز کو دیکھ کر دیوانہ سا ہو گیا اور اسی دیوانگی میں مجھے خانہ کعبہ کے اندر سے اس مقام پر دو رکعت شکرانے کی نماز ادا کرنے کا موقع ملا جس مقام پر حضور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں بیٹھتے تھے۔جب خانہ کعبہ سے نکل کر واپس فرش پر آ گیا تو

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

اس نا قابل یقین موقعہ کو حقیقت جان کر بڑا شادمان ہوا۔

اس کے بعد جب میں مدینہ شریف روانہ ہوا تو مسجد نبوی میں انحضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آرام گاہ کے پاس کھڑے ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ یہاں اس مقام پر کھڑے ہو کر میں خوشی و مسرت سے سرشار ہونے کی بجائے بڑا مغموم رہا میری آنکھوں سے آنسوؤں کی دھار بہ گئی میرا جسم کانپ سا گیا مجھے اس حقیقت پر یقین نہ آیا میں ذرا سنبھل کر شکرانے کی نماز ادا کرنے کے لیے وہاں اس مقام پر آ گیا جہاں پر رحمت اللعالمین ﷺ جمعہ کا خطبہ دیا کرتے تھے اس سعادت کو حاصل کرنے کے بعد میں نے باری تعالیٰ کا احسان مان کر ان کا شکریہ ادا کیا۔

15 اگست 2016 کے روز مجھے اپنی شریک حیات کے ساتھ حج کی سعادت نصیب ہوئی اس روز دن کے دو بجے ہماری سرینگر سے مدینہ پاک تک فلائٹ تھی مدینہ پاک میں ہمارا آٹھ روز کا قیام تھا۔ آٹھ روزہ 40 فرض نمازیں ادا کرنا واجب تھا۔ 16 اگست کی صبح فجر نماز مسجد نبوی میں ادا کرنے کے لیے جب ہم ہوٹل سے روانہ ہو گئے تو دل میں یہ تمنا جاگی کہ مسجد نبوی کے احاطے میں داخل ہو کر ہماری نظر گنبد خضرا پر پڑنی چاہئے مسجد نبوی میں نماز فجر کے لیے داخل ہونے کے کئی گیٹ ہیں۔ ہمارا کس گیٹ سے داخلہ ہوگا اور وہ مسجد نبوی کے کس سائیڈ میں ہوگا پتہ نہ تھا۔ البتہ دل میں جو تمنا جاگ گئی۔ یہ تمنا میں نے اپنی شریک حیات کے ساتھ شیئر کی، یہاں آ کر گنبد خضرا کا دیدار تو ہو سکتا البتہ تمنا یہ رہی کہ مسجد نبوی کے صحن میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے ہماری نظر گنبد خضرا پر پڑھنی چاہیے باری تعالیٰ نے ہماری تمنا کی لاج رکھی جب ہم گیٹ نمبر 17 سے داخل ہوئے تو ہماری آنکھوں کے سامنے گنبد خضرا تھا۔

اس تمنا کے پورا ہونے کی دو رکعت نماز شکرانہ فجر نماز کے بعد ادا کرنی پڑی کیونکہ فجر نماز کے لیے صف بندی ہو رہی تھی۔ اور اٹھ دن تک مدینہ پاک میں قیام کے بعد ہمیں مکہ معظمہ پہنچایا گیا یہاں آ کر عمرہ کی ادائیگی انجام پائی۔ پہلی شب جمعہ خانہ کعبہ میں شب بیداری کا پروگرام بنایا ہمیں طوائف خانہ کعبہ کے بعد مشکل سے مقام ابراہیم کے پاس بیٹھنے کی جگہ مل گئی اس وقت خانہ خدا میں کوئی 18 لاکھ لوگوں کا اجتماع تھا طواف جاری تھا۔ ہجر الاسود کا بوسہ لینے کے لیے یہاں پر ایک بھیڑ لگی تھی۔

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

ہماری وہاں تک رسائی ناممکنات میں تھی، ہجرالاسود کے پاس پہنچنے اور اس کا بوسہ لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا البتہ۔ حجرالاسود کو آنکھوں سے دیکھنے کی تمنا دل میں جاگ اُٹھی، میں نے یہ تمنا اپنی شریک حیات کے ساتھ شیئر کی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہمارے اندر یہ تمنا بڑھتی گئی حجرہ اسود کو دیکھنے کی تمنا کو لے کر ہماری نگاہیں اس مقام تک ٹک گئی جہاں پر زائرین کا بڑا جم گھٹا تھا۔ طواف جاری تھا۔ حجرالاسود کا بوسہ لینے زائیرین اس کے سامنے کھڑے تھے۔ لٰہذا حجرالاسود کا دیدار کرنا ناممکن لگ رہا تھا۔ البتہ تمنا باقی تھی، رات کے دو بجے کے قریب باری تعالی نے ہماری تمنا کی لاج رکھدی۔ ہم دونوں میاں بیوی کو صرف ایک منٹ کے لئے پورے حجرالاسود کا دیدار اس وقت کرایا جب نہ صرف طواف جاری تھا بلکہ حجرالاسود کے سامنے زائیرین کی بھیڑ موجود تھی، ہمیں ایک منٹ تک اس کا دیدار کرایا گیا یہ ایک معجزہ سے کم نہ تھا یہی معجزہ ہمارے لئے خوشی ومسرت کا باعث بن گیا۔

❖❖❖

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

اعزازات وانعامات

شبنم قیوم کو اردو ادب میں وہ مقام حاصل ہے جو اپنے فن کی وجہ سے قومی اور عالمی سطح پر قارئین سے خراج تحسین حاصل کر رہے ہیں۔ ان کو متعدد بار اعزاز و اکرام سے بھی نوازا گیا ہے جو حسب ذیل ہیں۔

○ انعامات۔

1۔ بہترین ڈرامہ نگار ایوارڈ۔	1968
2۔ بہترین کہانی کار ایوارڈ۔	1970
3۔ کلچرل اکیڈمی ایوارڈ۔	1976
4۔ بہترین کشمیری سٹیج ڈرامہ۔	1977
5۔ اردو اکیڈمی ایوارڈ۔	2007

اعزازات۔

1۔ ارگنائزاف اسلامی کانفرنس جدہ	1991
2۔ گورنر مکہ سعودی عربیہ کی اعزازی سند۔	1992
3۔ یونین اف کشمیر ڈاکٹرز ریاض۔ سعودی عربیہ	1992
4۔ رابطہ عالم اسلام کا سند اور نقدی انعام کا اعزاز۔	1995
5۔ یورپی یونین بیلجیم کی راجدھانی برسلز کی پارلیمنٹ میں انعام اکرام اور اعزاز۔	2006
قرآن مجید کا تحفہ۔	1989

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

○ اسلامک فونڈیشن دہلی

تعظیم رضا قریشی کی طرف سے تخلیقی خدمات کے عوض بطور انعام "قرآن مجید" ایک منفرد نمونہ جس کا دنیا بھر میں کوئی ثانی نہیں۔

یہ قرآن مجید زیارت کے زمرے میں آتا ہے۔
یہ کہنے کے بجائے دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

○ شبنم قیوم کے ناول اور ان کی ادبی خدمات:

شبنم قیوم نے ادبی زندگی کا اغاز کم سنی میں شروع کیا۔ ابتدا میں انہوں نے جو کہانیاں لکھی وہ مقامی اردو اخبارات کے سنڈے ایڈیشن میں شائع ہوئی اس سے انہیں بڑا حوصلہ ملا۔ شبنم قیوم کی ایک کہانی اخبار افتاب میں اس وقت شائع ہوئی جب افتاب ویکلی کے طور پر چھپتا تھا۔ اس میں ان کی ایک کہانی "ہوشیار خبردار" باعث تنازہ بنی۔ محکمہ پولیس نے اس پر بڑا ایکشن لیا۔ ان کی ایک اور کہانی جو روزنامہ سری نگر ٹائمز میں "اخبار کی سرخی" کے نام سے شائع ہوئی اس پر سری نگر ٹائیمز کے مالک و مدیر اعلی کو تاوان دینا پڑا۔

اس کے بعد انہوں نے اپنے افسانے برصغیر ہندو پاک کے ادبی رسالوں کو بھیجے، ابتدا میں ان کا افسانہ "جہاں انسان دفن ہے"۔ جو ابتدائی طور مقامی اخبار آہنگ میں شائع ہوا اس کے بعد یہ ماہنامہ تخلیق دہلی میں شائع ہوا۔ یہاں سے یہ پہلے پنجابی اور ہندی میں ترجمہ ہوا اس کے بعد روسی اور انگریزی میں اس کا ٹرانسلیشن ہوا۔ روسی زبان میں اس کا اسٹیج ڈرامہ بنایا گیا۔ ان کی ایک اور کہانی جو ماہنامہ پگڈنڈی امرتسر میں "سیاہ آندھی" کے عنوان سے شائع ہوئی اس کا بھی روسی کے ساتھ چار زبانوں میں ترجمہ ہوا۔ روسی زبان میں اس کا بھی سٹیج ڈرامہ بنایا گیا۔ یہ افسانہ باعث تنازہ بن گیا دہلی میں مقیم برٹش سرکار کی ایمبسی نے شکایتی نوٹ ملک کی ہوم منسٹری کو بھیج دی۔ مصنف کے ساتھ اس کے ترجمہ کار کو دہلی بلا کر ان کی سرزنش کی گئی۔ معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

ہم کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ شبنم قیوم نہ صرف ریاست کا بلکہ برصغیر کا بھی ایک واحد فکشن نگار

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

ہے۔ جن کی تخلیقات شانت ساگر میں کنکر سے لیکر پتھر تک ثابت ہوئے ہیں۔ جب شانت ساگر میں کنکر ڈالا جاتا ہے تو پانی کی سطح پر ارتعاش پیدا ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح جب شانت ساگر میں پتھر پھینکا جائے گا تو پانی کی سطح پر طلاطم پیدا ہوگا۔

شبنم قیوم کے ابتدائی دور کے دو افسانے ''ہوشیار، خبر دار'' اور'' اخبار سرخی نے شانت ساگر میں کنکری پھینک دی تو پولیس ڈیپارٹمنٹ کو ایکشن لینا پڑا اور یہ باعث تاوان کی وصولی کا بھی باعث بنے۔

جیسا کہ پہلے ہی بتایا گیا، شبنم قیوم کم سنی میں ریاست کے ڈپٹی وزیر اعظم بخشی غلام محمد کی سرکاری رہائش گاہ پر ملازم ہوئے، یہاں انہوں نے ایک سال تک قیام کیا۔ اس ایک سال کے دوران وہ نہ صرف نابالغی سے بالغ ہو گئے بلکہ انہیں سیاسی اونچ نیچ کا پتہ چلا سیاستدانوں حکمرانوں اور بیوروکریٹوں کا سامنا ہوا۔ وہ حالات اور واقعات کا چشمہ دید گواہ بنا، ان کے مشاہدے میں جو آیا وہ ان کے ذہن میں محفوظ رہا۔ چنانچہ جب انہوں نے اس سرکاری کوٹھی کو خیرباد کہہ دیا تو انہوں نے حالات واقعات اور مشاہدات کو لیکر ایک ناولٹ لکھا'' پرانی ڈگر نئے قدم'' اس ناولٹ کو انہوں نے مقامی طور پر شائع کیا اور اس کی نکاسی کے لئے یہ بک سلروں کو دیدی گئی۔ کئی روز کے بعد انہیں بنایا گیا۔ اس ناولٹ کا سارا اسٹاک بک سیلروں سے اٹھا کر ایک الاؤ میں اسے جلایا گیا۔ البتہ بقول شبنم قیوم ہم سے اس ناولٹ کی اشاعت کی نہ باز پرس کی گئی نہ کوئی ایکشن لیا گیا۔ یعنی اس معاملہ پر ایسا پردہ ڈالا گیا گویا کوئی معاملہ ہوا ہی نہیں چونکہ یہ ان حکمرانوں اور سیاستدانوں کے لئے آئینہ تھا جب انہوں نے اپنی اپنی شکل دیکھی تو آئینہ کو توڑ دیا۔ کیونکہ انہیں اس میں اپنا اپنا چہرہ دیکھنے کی تاب نہ رہی۔

بظاہر پہلی اشاعت کا جو حشر ہوا وہ میرے لیے صدمہ سے کم نہ تھا۔ البتہ میں نے اپنا قلم جاری رکھا، میں مقامی تین اردو اخبارات کے سنڈے ایڈیشن میں اپنے ماحول اپنے گرد و پیش سے حالات اور واقعات کے پس منظر میں کہانیاں لکھ کر شائع کرتا رہا۔ کوئی دو سال گزر گئے۔ جب ریاست کے وزیر اعظم بخشی غلام محمد اور صدر ریاست ڈاکٹر کرن سنگھ تھے۔ پریس اور میڈیا کے ذریعے خبروں سے پتہ چلا سرینگر کشمیر کی قدیم صنعت کی فیکٹری سلک فیکٹری گھاٹا کے سبب بند کر

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

دی گئی۔اس سے سینکڑوں کی تعداد میں کاریگر اور ملازمین بیکار اور بے روزگار ہو گئے۔
اس سلک فیکٹری کا ایک ملازم محمد شفیع شبنم قیوم کے پڑوس میں رہتا تھا۔اس پڑوسی کے گھر پر ماتم چھا گیا شبنم قیوم کو محمد شفیع کے زبانی سلک فیکٹری کا گھاٹے پر جانے کے وجوہات معلوم ہوئے تو انہوں نے قلم اٹھایا ''چراغ کا اندھیرا'' عنوان سے ناولٹ لکھا

○ موضوع

محمد شفیع کا معصوم بیٹا بیماری کے سبب از جان ہوا۔ان کی بیوی حلیمہ نے مقامی تھانے پر جا کر اپنے اس بیٹے کو قتل کرانے کی رپورٹ درج کرائی۔ایک تہلکہ مچ گیا حلیمہ کے شوہر محمد شفیع کے ساتھ ان کے رشتہ دار ہمسائے اور پورا محلہ حلیمہ کی اس حرکت پر بیزار ہو گیا یہ کیس عدالت جا پہنچا، حلیمہ سے عدالت میں بیان لیا گیا انہوں نے یہاں پر معصوم بچے کی قاتل کے طور پر خود کو ذمہ دار ٹھہرانے کے بجائے ریاست کی سرکار اور ایڈمنسٹریشن کو مجرم ٹھہرایا۔اس کہانی کا موضوع باعث تنازعہ بنا۔جب سرکار اور ایڈمنسٹریشن تک بات پہنچی تو صدر ریاست ڈاکٹر کرن سنگھ نے سلک فیکٹری کے بند کیے جانے کے وجوہات جاننے کے لیے ایک انکوائری کمیشن مقرر کیا اس کمیشن نے تین مہینے کے اندر رپورٹ پیش کی تو سلک فیکٹری کے جنرل مینیجر کو عہدے سے ہٹا کر سلک فیکٹری کو دوبارہ بحال کیا گیا۔سلک فیکٹری کے کاریگروں اور ملازمین نے اس کا کریڈٹ ''چراغ کا اندھیرا'' اور اس کے مصنف شبنم قیوم کو دیا۔شبنم قیوم نے اس کہانی میں بحیثیت وکیل صفائی خود کو پیش کیا اور انہوں نے عدالت میں معصوم بچے کے قتل میں حلیمہ کے پہلے اقرار کے پس منظر میں حالات واقعات دہرائے۔سلک فیکٹری کے گھاٹے پر جانے کے وجوہات بتائے اس طرح ''چراغ کا اندھیرا'' کی کہانی ایک مقدمہ کو لے کر عدالت میں لائی گئی اور یہاں اس کا موضوع اس تجس اور پھر اس کا کلائمیکس ناولیٹ کی خوبی میں درج ہوا۔شبنم قیوم ایک حقیقت پسند قلمکار، بے باک، بہادر، نڈر اور جرات مند تخلیق کار بن گیا اور ثابت کر دیا تحریر ہو تو ایسی ہو، تخلیق کار ہو تو کیسا ہو۔

اس ناولٹ کے بعد شبنم قیوم کا ناول ''زندگی اور موت'' ہے اس کو ناز پریس دہلی سے

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

شائع کیا گیا۔ یہ ناول تین ابواب پر مشتمل ہے اس کا کینواس وسیع ہے۔ تینوں ابواب کی ایک دوسرے کے ساتھ مماثلت ہے۔ اس کی کہانی ایک مسلم گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ گھرانہ پیری مریدی کے ساتھ درس و تدریس سے منسلک ہے۔ عرف عام میں اسے دیندار گھرانہ یا خاندان کہا جائے گا۔ اس گھرانے کی استاد پیشہ سے تعلق رکھنے والی خاتون روشن آرا اپنے سکول کے بچوں کو ایک پہاڑی مقام پر پکنک کو لے جاتی ہے۔ پکنک کے دوران اسے حاجت بشری کی نوبت آتی ہے۔ وہ دیوار درختوں کی آڑ لے کر جب حاجت بشری سے فارغ ہو کر واپس آتی ہے تو اسی دوران پیچھے سے آ کر ایک بدمعاش اور غنڈہ جو نام کا ہندو ہے اسے دبوچ لیتا ہے۔ دونوں میں گھتم گتھا ہو جاتی ہے۔ اس گتھم گتھا میں کبھی مرد اور کبھی خاتون حاوی ہو جاتی ہے۔ اور جب خاتون لاچار اور بے بس ہوتی ہے تو وہ اندر سے پستول نکال کر بدمعاش غنڈے یعنی ایک ہندو کا قتل کرتی ہے۔ یہاں سے یہ کہانی شروع ہو جاتی ہے۔ جس کا عنوان ہے۔ ''زندگی اور موت''، ایک مسلم پیر گھرانے سے تعلق رکھنے والی خاتون ایک ہندو کا قتل کرتی ہے۔ پریس اور میڈیا پر اسی سرخی کے ساتھ خبریں چھپتی اور نشر ہو جاتی ہیں۔ قتل ایک مسلم خاتون اپنے پستول سے کرتی ہے۔ مقتول ایک ہندو ہے۔ یعنی ہندو اور مسلم فساد کی بنیاد ایک مسلم خاتون اپنی عزت اور عصمت بچانے کے لیے ایک بدمعاش اور غنڈے کا قتل کر رہی ہے۔ اس کو ہر جانب نظر انداز کر کے غلط رنگ دے کر کیس بنایا بتایا جاتا ہے اور قتل کا یہ معاملہ عدالت میں جاتا ہے۔ پولیس وہ پستول ضبط کر کے عدالت میں پیش کرتی ہے اس سے مسلم گھرانوں میں ہتھیار ہونے کا معاملہ زیر بحث آتا ہے۔ مجرمہ سے پوچھا جاتا ہے تم نے یہ پستول کہاں سے لایا جس سے ایک ہندو کا قتل کیا، کیا تمہارے گھر میں تمہارے خاندان میں سامان حرب موجود ہے۔ خاتون کے انکار کے باوجود ان کے گھرانے ان کے خاندان اور پاس پڑوس میں پولیس کے چھاپے پڑتے ہیں۔ ایک مسلم پیرزادے خاندان پر چھاپے ہتھیاروں کی تلاش خبر بن جاتی ہے۔ قاتل خاتون عدالت میں سزا وار بن جاتی ہے۔ البتہ یہاں پہنچ کر کہانی دوسرا موڑ لے لیتی ہے۔ اور قتل و قاتل کے تمام قوانین کو چھانٹا اور اُجاگر کیا جاتا ہے۔ ناول کا پورا ایک باب قانون کی تاویل میں الگ طرح سے الجھ جاتا ہے، اور پھر تیسرے باب میں ساری گتھی کو بڑی فنکاری سے سلجھایا جاتا ہے۔ قانون کی خوبیوں

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

کے ساتھ خامیاں اجاگر ہو جاتی ہے ایک نئی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے اس سے پورا ناول ایک سوالیہ نشان چھوڑ جاتی ہے۔

قتل کے الزام میں جو مسلم خاتون ملک کی بڑی عدالت میں پیش کی جاتی ہے اور اسے اپنی عزت اور عصمت کی حفاظت کی خاطر پستول استعمال کے لیے جواب دہ بنایا جاتا ہے۔ وہ قتل اور قاتل کا مسئلہ ملک اور بین الاقوامی سطح تک لا کر جواب دینے کے بجائے جواب مانگتی ہے۔ وہ برِ صغیر کی تقسیم کے دوران فرقہ پرست بن کر ہزاروں کی تعداد میں انسانوں کے قتل کا حساب مانگتی ہے۔ وہ طاقتور ممالک کی طرف سے کمزور ممالک پر قبضہ کی اڑ میں انسانیت کے قتل کا جواب مانگتی ہے۔ وہ امریکہ جیسے طاقتور ملک کی طرف سے ویتنام میں قتل و غارت گری کا جواب مانگتی ہے۔ وہ امریکہ کی طرف سے جاپان کے شہر ناگاساکی ہیروشیما پر ایٹم بم گرا کر لاکھوں کی تعداد میں انسانی جان تلف کرانے کا حساب مانگتی ہے۔ وہ سامان حرب کے ایجاد پر سوال اٹھاتی ہے۔ وہ پستول سے لے کر بندوق تک، توپ سے لے کر ٹینک تک، میزائل سے لے کر ایٹم بم تک، جو سب کے سب انسان اور انسانیت کے قتل کے لیے تیار کیے جاتے ہیں اس کا جواب مانگتی ہے۔ وہ سامان حرب لے کر درجنوں سینکڑوں ہزاروں اور لاکھوں انسانوں کے قتل کا ارتکاب جاننا مانگتی ہے۔ وہ ملک کی سب سے بڑی عدالت کو جواب دینے کے بجائے جواب مانگتی ہے۔ الغرض وہ ہر ایک کو لاجواب کرتی ہے یہ اس ناول کی بڑی خوبی ہے۔

شبنم قیوم کا ماننا ہے برسوں بعد اس ناول کا موضوع یا اس کا ایڈیا لے کر ایک فیچر فلم اندھا قانون بنائی گئی اور یہ بکس آفس پر کامیاب فلم رہی۔ زندگی اور موت شائع ہو کر منظر عام پر آنے اور ادبی دنیا میں زیر بحث آنے سے شبنم قیوم ادبی دنیا میں متعارف ہوئے۔ چونکہ اس ناول کے کور پر یا اندر مصنف کا فوٹو شامل نہیں تھا البتہ بطور ناول نگار پہلی بار ادبی دنیا میں منظر عام پر آنے سے ان کے بارے میں اکثر لوگ مغالطے میں رہے۔ شبنم قیوم نے بتایا ''زندگی اور موت'' عوامی سطح پر چرچے میں آنے کے دوران ہندوستان کے سب سے بڑے اور معیاری ادبی رسالہ ماہنامہ ''نگارش'' امرتسر کے مالک اور مدیر اعلیٰ گیان سنگھ نے مجھے اپنے دفتر واقعہ کٹرہ بھاگ سنگھ امرتسر بلایا۔ کوئی ایک ہفتہ بعد میں امرتسر جا کر ''نگارش'' کے دفتر پر حاضر ہوا، گیان سنگھ نے

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

میری جسمانی ساخت دیکھ کر مجھ سے میری عمر کے بارے میں پوچھا، حیرت و استعجاب کا اظہار کرتے ہوئے بولا، تم تو ابھی کم سن ہو، میں نے تمہارا ناول ''زندگی اور موت'' دو بار پڑھا، میرا گمان تھا تم کرشن چندر، راجندر سنگھ بیدی اور احمد عباس کے ہم عمر اور ہم عصر ہوں گے۔ مگر تم تو ان کی اولاد کے برابر ہو، اتنی کم سنی میں ایسا معیاری ناول اور وہ بھی اچھوتے موضوع کو لیکر کیسے تصنیف کیا، میں تمہارے قلم کی داد دیتا ہوں۔ اور جس مدعا کو لیکر تمہیں یہاں بلایا گیا ہے۔ اس کے تم مستحق ہو، ہمارا ماہنامہ ''نگارش'' کے لئے ''کشمیر نمبر'' مرتب کرنے کا پلان ہے۔ ہم اس پلان میں تم کو شامل کر رہے ہیں۔ چونکہ تم کشمیری ہو، تم کشمیر نمبر مرتب کر سکتے ہو، اس نمبر کے لئے تم مواد حاصل کر سکتے ہو، تم کو ہماری طرف سے اتھارٹی لٹر ملے گی، اس نمبر کے لئے تم اپنے نام اور گھر کے ایڈرس پر حاصل کریں گے۔ اس کی پبلسٹی ہم خود کریں گے۔ آج سے ہم تمہیں ماہنامہ ''نگارش'' کا مدیر اعزازی کا اعزاز فراہم کر رہے ہیں۔ آج سے آپ ''نگارش'' کے فیملی ممبر ہیں، تم جتنے دنوں تک یہاں رہیں گے، ہمارے مہمان بن کر رہیں گے۔

چند روز تک امرتسر میں قیام کے بعد میں واپس سرینگر آگیا۔ اور آتے ہی کشمیر نمبر مرتب کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔

اس کے کوئی اڑھائی سال بعد شبنم قیوم کا ایک اور ناول ''جس دیش میں جہلم بہتا ہے'' لکھنو سے شائع ہوا۔ یہ ناول 280 صفحات اور دو حصوں پر مشتمل ہے۔ اس کا بھی کینواس وسیع ہے۔ اس میں کرداروں کی بھرمار ہے۔ دریائے جہلم جو ویری ناگ کے چشمے سے نکل کر کئی دیہات سے گزر کر شہر سرینگر میں داخل ہوتا ہے۔ یہ دریا سرینگر سے نکل کر بارہمولا کے راستے سرحد پار کر جاتا ہے۔ یعنی اس دریا کو سرحد کی کوئی قید نہیں۔ یہ بندشوں سے مبرا ہے۔ اور اپنی مرضی سے چلنے میں آزاد ہے۔ سرحد پار جا کر یہ یہاں دوسرے دریاؤں سے مل کر بلآخر سمندر میں غرق ہو جاتا ہے۔

البتہ جہاں سے نکل کر یہ کہاں کہاں جاتا ہے۔ اس کے راستے میں جو گاؤں اور شہر آجاتے ہیں۔ وجو بستیاں اور بستیوں کے لوگ آجاتے ہیں۔ یہ لوگ سیاسی سماجی اقتصادی تہذیبی اور تمدنی طور پر جن حالات اور واقعات سے گزرتے ہیں۔ پورے ناول میں اس کو اسی دائرے

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

میں لایا گیا ہے۔ یہ سنجیدہ موضوع کو لے کر ضبط تحریر میں لایا گیا ہے البتہ اس میں طنز کی بھرمار ہے۔ ہاں کہیں کہیں یہ مزاحیہ روپ دھارن کرتا ہے۔ اس ناول میں کہیں کہیں چول بھی نظر آتی ہے۔ اور کہیں کہیں پر بوریت بھی محسوس ہوتی ہے۔ حالات اور واقعات کی بھرمار کے بجائے ان کو مختصر کے دائرے میں لایا جا سکتا تھا۔ چونکہ ناول میں کرداروں کی بھرمار ہے لہٰذا کردارنگاری کسی حد تک متاثر ہے مجموعی طور پر ناول جاندار اور شاندار ہے اور مصنف مبارک باد کے مستحق ہیں۔

شبنم قیوم نے 1969 میں ناول ''پیاس'' منظر عام پر لایا۔ یہ ناول ضیا عظیم آبادی نے الماس بک ڈپو لکھنو سے شائع کیا۔ 160 صفحات کی یہ کتاب بڑے خوبصورت ٹائٹل کے ساتھ آراستہ ہے۔ اس ناول کی پوری کہانی ایک گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کا کینواس محدود ہے۔ ایک گھر کا مالک افضل خان ان کی شریک حیات میمونہ جان، بیٹی نزہت جان، دو بیٹے اسلم خان اور جاوید خان، یہ پوری فیملی ہے جو پیاس کا موضوع لیکر ایک ناول میں سمویا گیا ہے۔

افضل خان ریٹائرمنٹ کے بعد ایک دکان پر بزاری کا پیشہ اختیار کر چکا ہے ان کی بیوی گھریلو خاتون ہے تھوڑا بہت پڑھی لکھی ہے۔ بیٹی نزہت جان بی اے کر چکی ہے وہ مزید تعلیم حاصل کر کے ڈگری حاصل کرنے کی متمنی ہے۔ البتہ والدین مزید تعلیم کے بجائے اس کا بیاہ رچانے کے خواہشمند ہیں۔ ایک کے بعد ایک گھرانے کے رشتے آتے ہیں۔ البتہ فائنل ہونا باقی ہے۔

اسلم خان ایم اے کرنے کے بعد ایک سکول میں استاد کے عہدے پر فائض ہے۔ البتہ جاوید خان ڈگری حاصل کر کے بھی بیکار ہے۔ ملازمت کی تگ و دو میں جہاں بھی جاتا ہے انٹرویو کے مرحلے سے گزر جاتا ہے خالی ہاتھ واپس لوٹ آتا ہے ان کی بیکاری اور بے روزگاری ان کے لیے ایک طعنہ بن جاتا ہے۔

والدین ان کی بیکاری اور بے روزگاری میں فکرمند ضرور ہیں۔ البتہ وہ اس کے لیے جاوید خان کو مورد الزام ٹھہراتے نہیں۔ جبکہ ان کا بڑا بھائی اسلم خان چھوٹے بھائی کو ایک بوجھ جان کر پیش آتا ہے۔ دونوں بھائیوں میں اگرچہ ایک ہی ماں باپ کا خون ہے مگر دونوں کے درمیان سوچ میں تفاوت ہے۔ دونوں میں نظریاتی اختلاف ہے۔ دو بھائیوں کے درمیان سوچ

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

سوچ میں کمی بیشی نظر آتی ہے۔ ان کی متضاد خصلت، انصاف اور ناانصافی، درد اور بے دردی، آشکارہ کرتی ہے۔ اور یہی اس ناول کا موضوع ہے۔ نزہت کی شادی ہونے کے ایک عرصہ بعد پہلے ان کی ماں وفات پاتی ہے اس کے چار ماہ بعد والد فوت ہو جاتا ہے۔ والدین کے فوت ہو جانے کے بعد افضل خان شادی کر لیتا ہے۔ اب پورے گھر میں ایک افضل اور اس کی نویلی دلہن اور بھائی جاوید خان ہے۔ جو پہلے ہی گھر پر ایک بوجھ تھا اب یہ بوجھ ناقابل برداشت ہو گیا۔

نوبت پوری جائیداد کی تقسیم کی آ گئی۔ اسی دوران ان کے والد افضل خان کا ایک وصیت نامہ سامنے آتا ہے۔ یہ وصیت نامہ تصدیق شدہ ہے۔ اسمیں ایک اجنبی کو حصہ فرزندی میں برابر کا شریک بنایا گیا ہے۔ اس اجنبی کا اتہ پتہ تفصیل سے درج ہے۔ یہاں پر پوری کہانی میں ایک زبردست موڑ آ جاتا ہے اب اس میں مزید کردار شامل ہو جاتے ہیں۔ جب اس اجنبی کے شہر جا کر ان سے ملنے کا فیصلہ لے کر اس پر عمل ہوتا ہے۔ تو یہ اجنبی مدتوں پہلے اپنے گھر اپنے علاقے اور اپنے شہر سے لاپتہ ہوتا ہے۔ اب اس کو کہیں سے ڈھونڈ کر لانے کا معاملہ پوری کہانی میں ایک تجسس پیدا کرتا ہے۔ جاوید خان اجنبی کو ڈھونڈ نکال کر اسے اپنا حق دینے پر بضد ہے، جبکہ اسلم خان اجنبی کو بھول کر اب اکیلے وراثت پر قابض ہے۔ جاوید خان بے گھر ہو کر در در کی ٹھوکریں کھا کر تھکا ماندہ جب پیاس محسوس کرتا ہے۔ وہ برلب سڑک ایک سرکاری نل کے پاس جا کر پانی پینے کے لیے اس کا پیچ گھماتا ہے۔ لیکن نل میں پانی نہیں۔ ان کی پیاس بجھتی نہیں۔ یہی اس کہانی کا کلائمیکس ہے۔ البتہ پوری کہانی انسانی زندگی کا المیہ واضح کرتی ہے۔ بظاہر ہر ایک گھرانے کی کہانی ہے۔ البتہ جس موضوع کو لے کر اس کا پلاٹ ترتیب دیا گیا ہے اس کے کرداروں سے کردار نگاری کی جو چھاپ ڈالی گئی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ یہ ناول "پیاس" قاری کو اپنی گرفت میں لے کر اس کا ذہن متاثر کرتا ہے۔ آخر پر ایک آہ بھر کر ناول کے اختتام تک پہنچ جاتا ہے۔ اس ناول کی اشاعت کے ایک ڈیڑھ سال بعد شبنم قیوم کا ایک اور ناول اسی بک ڈپو سے شائع ہو کر منظر عام پر آیا "انسان اور کتے"۔ شبنم قیوم کا کہنا ہے میں نے اس کا عنوان "ایک کتے کی سرگزشت" رکھا تھا۔ پبلشر نے اس کا نام تبدیل کیا۔ اس کو میں نے نادانستہ طور پر قبول کر لیا۔

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

اس ناول کے بارے میں شبنم قیوم کا کہنا ہے۔ میں ملک کے نامور قلم کار، افسانہ نگار اور ناول نگار کرشن چندر کا بڑا فین رہا ہوں۔ کرشن چندر کی کوئی تصنیف ہو، افسانہ اور ناول ہو، میں شوق سے لے کر پڑھتا ہوں۔ چناں چہ جب انہوں نے ایک گدھے کی سرگزشت پہلے قسطہ وار اور پھر کتابی صورت میں شائع کرائی تو میں نے اس کا بغور مطالعہ کیا۔ میں بڑا متاثر ہوا۔ پہلی بار ایک حیوان کو زبان دے کر ایک اہم کردار کے طور پیش کر کے کرشن چندر نے ادبی دنیا میں ایک جہت لگائی یہ یقیناً ادبی دنیا میں ایک تجربہ اور وہ بھی نیا تھا۔ کرشن چندر نے گدھے کو زبان دے کر جو ادبی شاہ پارہ پیش کیا اس سے میں متاثر ہوئے بنا نہیں رہ سکا۔ جس دور میں کرشن چندر کا "ایک گدھے کی سرگزشت" چرچے میں رہی، امریکہ اور روس خلا میں تجرباتی طور پر انسان اور جانور بھیج رہے تھے۔ سویت روس نے اسپوتنگ نامی سیارہ میں لائیکا نامی کتا بھیجا، جب پریس اور میڈیا میں اس کا چرچہ ہوا تو مجھے خیال آیا۔ کیوں نہ روس کے اس کتے کو واپسی پر کشمیر لایا جائے اور اسے انسانی زبان دے کر ان سے وہی کام لیا جائے۔ جو کرشن چندر نے گدھے سے لیا ہے۔ البتہ نقل کے بجائے عقل سے الگ تھلگ موضوع کے ساتھ چناں چہ میں نے کتے کو سرینگر کشمیر میں اتار کر اس کو زبان دے دی ایک مقامی موضوع کو لے کر ان سے کام لیا۔

لائکا نامی کتے کو کشمیر کی راجدھانی سرینگر میں ایک مصروف شہر کی شاہراہ پر اُتارا تو اس کی نظر سامنے فٹ پاتھ پر ایک عورت پر پڑی جس کی گود میں ایک معصوم بچہ بلک بلک کر رو رہا تھا۔ کتا اس عورت کے پاس آیا جو راہگیروں سے بھیک مانگ رہی تھی اس کی گود میں معصوم بچے کی ٹانگیں زخمی تھیں۔ ان سے رَس رِس رہا تھا کتا اس بھکارن اور بچے کی حالت دیکھ کر بڑا دلگیر ہوا اور اس خاتون سے پوچھا تم یہاں برلب سڑک بھیک کیوں مانگ رہی ہو تم اس معصوم زخمی بچے کو ہسپتال لے کر اس کی مرہم پٹی کیوں نہیں کراتی ہو۔ بھکارن کتے کو صحیح جواب نہ دے سکی وہ صورتحال بتانے سے کترائی، ٹھیک ہے وہ حالت سے مجبور ہو کر بھیک مانگ رہی ہے البتہ یہ نہ بتا سکی معصوم زخمی بچے کی نمائش ان کی آمدنی کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ سنگدل سے سنگدل معصوم بچے کی حالت دیکھ کر اپنی جیب میں ہاتھ ڈالنے کے لیے مجبور ہوتا ہے۔ کتا بھکارن اور زخمی معصوم بچے کی حالت دیکھ کر سخت دلگیر اور پریشان ہوا اس نے بھکارن کو اٹھا کر اسے سب سے پہلے صدر ہسپتال

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

پہنچایا، جہاں معصوم بچے کی مرہم پٹی ہوئی یہاں سے اس ناول کی کہانی شروع ہو جاتی ہے۔اس کے بعد بھکارن کی مالی حالات لے کر کتا کہاں کہاں جاتا ہے؟ کن دفتروں کا رخ کر لیتا ہے؟ کن آفیسروں سے ملتا ہے؟ اور سیاست دانوں کے ساتھ حکمرانوں کے در پر جا کر ان سے کیا مطالبہ کرتا ہے؟ انہیں کیا سمجھاتا ہے؟ اور ان سے کیا کیا اور کون سا کام لیتا ہے؟

طنز سے بھرپور اس پوری کہانی میں کشمیر کے سیاسی، تاریخی، معاشی حالات کا تانا بانا بھنا گیا ہے۔ریاست کے سیاست دانوں اور حکمرانوں کے ساتھ بیوروکریسی کی جو دھجیاں اڑادی گئی وہ اس پورے ناول کا احاطہ کرتا ہے۔لائیکا نامی کتے کی وادی کشمیر میں اس کی سرگرمیاں زبان زد عام ہو جاتی ہیں۔یہ کتا جب چرچے میں آ کر سیاست دانوں حکمرانوں اور بیورکریٹو کے لئے وبال جان بنتا ہے۔اور عوام کی طرف سے تحقیق وتنصیف کا باعث بنتا ہے۔اس کتے کو ابدی نیند سلایا جاتا ہے۔البتہ مصنف نے پورے ناول میں ریاست کے سیاسی اور حکمرانی نظام کو بے نقاب کر کے رکھ دیا ہے۔

یہاں پر یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں۔شبنم قیوم کے پاس پرانی ڈگر نئے قدم کا قلمی نسخہ یعنی اس ناولٹ کا رف موجود ہے۔چراغ کا اندھیرا کتابی صورت میں دستیاب ہے ایک کتے کی سرگزشت کتابت شدہ ہے۔دوسرے ناول زندگی اور موت، جس دیش میں جہلم بہتا ہے، اور پیاس کا مواد میسر نہیں۔جن ناولوں کا پرنڈٹ مواد میسر نہیں ان کے بارے میں تبصروں کی صورت میں ہمیں وہ ادبی ماہنامہ میگزین مہیا کیے گئے ہیں جن میں ان پرنڈٹ ناولوں کے بارے میں تبصرہ شائع ہو چکے ہیں۔تبصرہ نگار نامور قلمکار ضیا عظیم آبادی ہیں۔جن کی وساطت سے یہ ناول شائع ہو چکے ہیں۔

شبنم قیوم کا معرکتہ الاراء ناول۔"یہ کس کا لہو ہے کون مرا"

○ اس تاریخی اور تحریکی ناول کا شان نزول:

بقول مصنف شبنم قیوم جب میں 1991 سے لے کر ن 1992 تک ڈپٹی وزیر اعظم بخشی غلام محمد کی سرکاری کوٹھی پر بحیثیت ملازم مقیم تھا۔میرے ہاتھ بخشی غلام محمد کی قلمی ڈائری لگی، یہ

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

نوٹ بک پران کے بچپن سے لے کر ریاست کا حکمران بننے تک کی روزانہ کی ڈائری تھی جب میں نے یہ ڈائری اول سے لے کر آخر تک پڑھی تو مجھے حالات واقعات اور مشاہدات کا ایک ذخیرہ مل گیا۔ میں نابالغی میں بالغ ہوا۔ بہت سارے پوشیدہ راز میرے سامنے کھل گئے۔ اس ڈائری کا مطالعہ کے دوران مجھے کہیں کہیں اس میں املا اور گرامر کی غلطیاں نظر آئیں، میں نے ان کو درست کیا اس پر مجھے بخشی صاحب کی طرف سے زبردست جھاڑ پڑ گئی اور دوسرے کی ڈائری دیکھنا ممنوع ہے اس سے مجھے واقف کرایا گیا۔ چونکہ میں نے اس میں غلطیوں کی نشاندہی کی لہٰذا بخشی صاحب نے اسے کسی عالم سے اس کی اصلاح کرانے کا فیصلہ لیا اور اسے افضل مخدومی کے حوالے کیا گیا۔

برسوں بعد یعنی جون 1971 میں میری چانکیہ پوری دہلی میں کشمیر ہاؤس پر بخشی صاحب سے اتفاقیہ ملاقات ہوئی تو انہوں نے ہم سے دریافت کیا آج کل میں کیا لکھ رہا ہوں اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا تم سیاست اور قانون اور حکمرانی پر بھی لکھو اگر اس کے لیے تمہیں مواد چاہیے تو میں سورس بتاؤں گا تم دہلی میں ہو جمنا داس اختر کے پاس جاؤ وہاں تمہیں سیاست تحریک قوانین اور حکمرانی پر ڈھیر سارا مواد ملے گا، میں تمہیں ان کے نام چٹ لکھ کر دیتا ہوں وہ تمہاری میزبانی کرے گا۔

بخشی صاحب نے مجھے جو چٹ لکھ کر دی اس میں انہوں نے اپنی ڈائری کا بھی ذکر کیا تھا اور لکھا تھا اب اس ڈائری کو کتابی صورت میں شائع ہونا چاہیے بہت دیر ہوگئی ہے۔ بخشی صاحب نے مجھے جاتے جاتے بتایا شیخ محمد عبداللہ اقتدار کی واپسی کے لیے سرنڈر کر رہا ہے۔ وہ مسز اندرا گاندھی سے اقتدار کی واپسی کے لیے منت زاری کر رہا ہے۔ اس کے لئے انہوں نے پریم ناتھ در کو درمیانہ دار بتایا ہے۔ جمنا داس اختر سے مل کر مجھے اس معاملے کی مزید جانکاری ملی اور ان سے یہ بھی پتہ چلا بخشی صاحب کی ڈائری کتابی صورت میں شائع کرانے کا وقت موزون نہیں ہے۔ اس سے پنڈت جواہر لال نہرو سخت ناراض ہوں گے یہ ڈائری فتنہ کا موجب بنے گی۔ جمنا داس اختر نے مجھے اپنے گھر کا مہمان بنایا اور ساری لائبریری وقف رکھ دی۔ جمنا داس اختر سے مجھے شیخ محمد عبداللہ کے بارے میں ایسے پوشیدہ راز مل گئے۔ جو میرے اندر ایک بوجھ بن کر

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

رہے چنانچہ جب 1975 میں شیخ محمد عبداللہ نے تنزل عہدہ قبول کر کے اور وزیراعظم اندرا گاندھی کو ریاست کی خصوصی حیثیت دفعہ 370 ختم کرا کر دینے کا وعدہ کیا میرے اندران کے بارے میں بوجھ اور بڑھ گیا۔ میں نے اس بوجھ سے ازاد ہونے کے لیے قلم اٹھایا اور "یہ کس کا لہو ہے کون مرا" ضبط تحریر میں لایا۔

سرینگر کے ریگل چوک میں مرکنٹائل پریس میں چھپائی کے دوران اس کتاب کے بارے میں پریس کے مینیجر کو خدشہ لاحق ہوا۔ اس نے اپنے بچاؤ کے لیے متعلقہ تھانے کو اطلاع فراہم کی پولیس نے بیک وقت پریس اور میرے گھر پر چھاپہ مارا اس کتاب کی چھپائی کا سارا مواد ضبط کر لیا گیا۔ مجھے گرفتار کرنے کے احکامات صادر ہوئے، میں انڈر گراؤنڈ چلا گیا۔ ڈھائی ماہ تک انڈر گراؤنڈ رہنے کے بعد جب میں نے بٹمالنہ میں کرائم برانچ آفس جا کر خود کو پیش کیا تو یہاں میرا جو سواگت کیا گیا یہ میری توقعات سے بالکل برعکس تھا۔ میں گرفتاری اور ٹارچر کا جو خوف لے کر حاضر ہوا اس کے برعکس جو دیکھنے اور سننے کو ملا وہ بالکل مختلف تھا۔ مجھے بتایا گیا ہم نے مسودہ شیخ صاحب کو بھیج دیا ہے۔ وہاں سے جواب آنے کے بعد اس پر کاروائی ہوگی۔ وزیر اعلی شیخ محمد عبداللہ نے مجھے ایک خط بھیجا نصیحت آمیز اس خط میں ہم سے سیکٹریٹ جا کر ہوم سیکرٹری سے ملنے کی ہدایت دی گئی تھی۔

حسب پروگرام جب میں ہوم منسٹری سے ملا مجھے اس مسودہ سے دسبردار ہونے کے لیے 10 ہزار روپے کی افر کی گئی میں نے یہ افر لینے سے انکار کیا تو ہم سے اس بات کی انڈرٹیکنگ لکھ کر لی گئی کہ میں اس مسودہ کو دوبارہ شائع نہیں کروں گا۔ بات آئی گئی ہوگئی۔ میں اب ازاد اور بے فکر ہو کر معمولات میں داخل ہو گیا۔ سرکاری ملازمت کے ساتھ افسانے، ڈرامے اور ارٹیکل لکھتا رہا۔ وقت یوں ہی گزرتا گیا۔

1982 میں اچانک مجھے خیال آیا میں نے انڈرٹیکنگ کو بالائے طاق رکھ کر دہلی کا رخ کیا وہاں سے خفیہ طور ایک ہزار کی تعداد میں "یہ کس کا لہو ہے" کون مرا شائع کر کے لایا اس کو سرینگر کے چند نیوز پیپر ایجنسیوں کو سیل کے لیے دیا۔

اگلے روز روزنامہ آفتاب میں اس کی اشاعت کی خبر شائع ہوئی، تو اسے حاصل کرنے

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

کے لیے لوگوں کی بھیڑ لگی یہ کتاب پورے دن کسی سینما کے سامنے فلم کے لیے ٹکٹیں خریدنے کے لیے لائن میں آنے کا موجب بنا۔ صرف تین دن کے اندر پہلا ایڈیشن ختم ہوا اس کے بعد میں ایک ایک ایڈیشن شائع کراتا گیا۔ جوں جوں دوا کی درد بڑھتا گیا کے مصداق اس کے جعلی ایڈیشن نکلنے شروع ہو گئے۔ اس کے باوجود جب مانگ بہت زیادہ بڑھ گئی تو اس کمی کو پورا کرنے کے لیے کشمیر یونیورسٹی میں ایک الگ طریقہ اپنایا گیا۔ یونیورسٹی کے ہوسٹل میں جو ایک ڈیڑھ سو کے قریب بوائز اینڈ گرلز سٹوڈنٹ بود و باش تھے۔ وہ صبح سویرے نو بجے پارک میں آ کر مختلف گروپ بناتے ایک ایک گروپ سے ایک سٹوڈنٹ اٹھ کر اس تاریخی ناول کو شروع سے پڑھتا نیچے بیٹھے سٹوڈنٹ اس کو سبق کے طور پر اپنے اپنے نوٹ بک پر لکھتے رہے۔ یہاں اس یونیورسٹی کے ہوسٹل میں مقیم سٹوڈنٹو نے ہوسٹل کے پارک میں اس ناول کو اپنے نوٹ بک پر درج کرانے کا ایک پیریڈ مقرر کیا۔ یہ نوٹ بک مکمل کر کے اپنے کلاس کے ان سٹوڈنٹس کو فراہم کیے جاتے جو ہوسٹل میں رہنے کے بجائے اپنے اپنے گھر سے یہاں تعلیم حاصل کر رہے ہیں اس طرح یونیورسٹی کے طلبہ اور طالبات کی ڈیمانڈ پوری کی گئی۔

ابتدا میں اس ناول کا پہلا ایڈیشن ایک ہزار کی تعداد میں چھاپا گیا۔ بعد میں یہ پانچ پانچ ہزار کی تعداد میں شائع ہونے کے باوجود ڈیمانڈ پوری نہ کر سکا۔ اس کے جعلی ایڈیشن بھی ساتھ ساتھ چلے پھر بھی ڈیمانڈ پوری نہ ہو سکی۔ سچ تو یہ ہے کہ اس تاریخی ناول نے پوری ریاست میں ایک تہلکہ مچا دیا۔ شبنم قیوم کا کہنا ہے مجھے عزت، دولت اور شہرت اس قدر مل گئی کہ میں حیران ہوا یہ ہم سے کیسا معجزہ ہوا۔ مجھے تو اس کا ذرا سا بھی وہم و گمان نہ تھا مجھ سے ملنے والے مجھے گلے لگانے میرا ماتھا اور میرا دائیاں ہاتھ چوم کر مبارک دیتے گئے۔ شاباشی اور مرحبا سے مجھے نوازتے گئے۔ میری حقیقت پسندی، میری نڈرتا، جرات اور دلیری پر میری سرہانہ کی گئی۔ یہ تاریخی ناول مسلسل پچھلے 40 سال سے شائع ہو رہا ہے۔ اب تک جعلی ایڈیشنوں کے بغیر اس کی بکری 40 ہزار تک ہو چکی ہے۔ تین سال قبل سرینگر کے نامور بک ڈپو کشمیر بک ڈپو کے ظہور احمد نے ہم سے ان کے بک ڈپو سے ایک اور ایڈیشن شائع کرانے کی آفر آئی۔ ہم نے ان کی یہ افر قبول کر لی۔ البتہ انہیں بتایا گیا اب آپ اپنے بک ڈپو سے سوال نہیں جواب شائع کریں گے۔

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

"یہ کس کا لہو ہے کون مرا"۔ایک سوال ہے اب میں خود اس کا جواب دوں گا۔"یہ لہو کشمیر کا ہے کشمیر مرا"۔میں نے اس میں فاروق عبداللہ اور عمر عبداللہ کی دور حکمرانی کے دو باب اور جوڑ دیے، اب تک ناول ایک شیخ محمد عبداللہ تک محدود رہا۔اس تاریخی اور تحریکی ناول نے یقیناً ایک ریکارڈ قائم کیا۔یہ ناول میری پہچان بن گئی یہ میرے لیے عزت، دولت اور شہرت کا باعث بن گئی۔یہ ناول چار ایم فل اور دو پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کرانے کے معجب بنی۔وادی کشمیر کے ایک عوامی لیڈر مسلم کانفرنس کے صدر کے بعد نیشنل کانفرنس کے بانی صدر ریاست کے پہلے وزیر اعظم شیخ محمد عبداللہ اس ناول کے مین اور اہم کردار ہیں۔اس ناول کا موضوع ریاست کی سیاست اور حکمرانی کو لے کر اس کا پلاٹ ترتیب دیا گیا ہے۔شیخ محمد عبداللہ کے گھرانے کے ساتھ ریاست کے بعض سیاستدان اور حکمران کردار میں شامل ہیں۔وادی کشمیر ایک سیمبل کے طور ریشماں کے نام سے اس ناول کی ہیروئن ہے ہیروئن کا باب بطور ویلن کے لیا گیا ہے۔ ہندوستان کو اس میں اشوک کے نام سے، اور پاکستان کو محمود کے نام سے شامل کیا گیا ہے۔کشمیر سے لے کر برِّ صغیر تک بعض اہم سیاستدان اور حکمران اس ناول کے کردار ہیں۔اس ناول کی کہانی ایک حقیقت ہے سارے کردار زندہ جاوید ہیں۔اس میں ایک بھی کردار غیر مانوس نہیں ،پورے ناول میں کردار نگاری عروج پر ہے۔منظر نگاری بخوبی نبھائی گئی ہے۔ناول میں اس کے لوازمات اور اسلوب کا خیال رکھا گیا ہے۔

شبنم قیوم کے بارے میں کہا جائے گا ان کی تخلیقات محض قاری تک محدود نہیں رہی، نہ ہی یہ ادب اور ادیب تک احاطہ کرتی ہیں کیونکہ ان کی تخلیقات خاص وعوام تک رسائی حاصل کر لیتی ہیں۔شبنم قیوم اپنی تخلیقات کے لیے اپنی ریاست اپنے سماج اور اپنی سوسائٹی سے مواد حاصل کر لیتا ہے۔اپنے ماحول میں حالات واقعات اور مشاہدات کو لے کر انہیں افسانہ اور ناول میں پروتا ہے۔شبنم قیوم حقیقی واقعات پر مبنی کہانیوں پر طبع آزمائی کرتے ہیں۔وہ اپنی تخلیقات میں جیتے جاگتے اور مانوس کرداروں کو شامل کر لیتے ہیں۔ان کے ایک ناول پیاس کے بغیر سبھی ناول مختلف موضوعات کو لے کر طلاطم پیدا کر چکے ہیں۔شبنم قیوم ایک حقیقت پسند قلمکار ہے۔ان میں نڈرتا ،جرات مندی اور بہادری بھری پڑی ہے۔

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

ایک پہلو یہ بھی ہے۔ شبنم قیوم کی تحریر کا

یہ کس کا لہو ہے کون مرا۔ جیسا تاریخی ناول لکھ کر جو شہرت دوام حاصل کرلیا اس کو بعض احباب اور اہم شخصیات نے ناول ٹائپ میں پسند نہیں کیا۔ ان سے کہا گیا سیاسی اور تاریخی موضوعات پر مبنی کتاب لکھی جائے انہوں نے یہ مشورہ قبول کرلیا اس سے شبنم قیوم کا راستہ بدل گیا۔ اب وہ ادب کے میدان سے نکل کر ایک الگ سڑک پر آیا۔ ان کو پرائیویٹ سطح پر کافی تعداد میں مواد فراہم کیا گیا۔ سرکاری سطح پر خفیہ فائلیں فراہم کی گئی۔ یہ وہ دور تک جب کوئی فوٹوسٹیٹ کا تصور تک نہ کرسکتا۔ ان کے لیے ٹرانسلیٹر فراہم کیے گئے۔ پانچ سال کے عرصے کے بعد انہوں نے پانچ جلدوں پر مشتمل ایک دستاویز "کشمیر کا سیاسی انقلاب" کے نام سے منصہ شہود پر لا کر یقیناً ایک انقلاب برپا کیا یہ سیاسی تاریخی اور تحریکی دستاویز اس قدر مقبول عام ہوئی کہ یہاں کئی اہم شخصیات اور سرمایہ داروں نے اس کے درجنوں سیٹ خرید کر اسے بیرون دنیا میں مقیم کشمیری رشتہ داروں اور یار دوستوں کو تحفے کے طور بھیجے۔ ایک خالص سیاسی تاریخی اور تحریکی دستاویز کو وادی کشمیر میں اکثر درسگاہوں میں عام لوگوں کو پڑھنے کے لیے سہولیات کے طور رکھا گیا۔ شبنم قیوم کو نقدی کے ساتھ جنسی طور انعام واکرام سے نوازا گیا۔ گھر گھر اس کا چرچہ ہوا شبنم قیوم سے ملاقات کا ایک سلسلہ جاری رہا۔ انہیں دعوتیں دی گئی۔ ان کی عزت افزائی اس قدر ہوئی کہ شبنم قیوم حیرت واستعجاب میں ایک طرح سے ڈوب گئے۔ ان سے Do More کا مطالبہ کیا گیا۔ انہوں نے مفصل تاریخ لکھنے کا فیصلہ کرلیا۔ 1990 کی شروعات میں ریاست بھر میں ایک نیا اور اہم موڑ آیا تحریک آزادی کا نیا جنم ہوا۔ عسکری دار شروع ہوا۔ جن کے اثرات ہنوز باقی ہیں۔ گزشتہ 25 سال کے دوران

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

ریاست میں عموماً اور وادی کشمیر میں خصوصاً جو حالات ،واقعات اور حادثات رونما ہوئے ان پر الگ الگ موضوعات کو لے کر شبنم قیوم نے کوئی 50 چھوٹی بڑی اور موٹی کتابیں اور 500 کے قریب آرٹیکل لکھے۔کشمیر کا سیاسی انقلاب کے بعد مفصل تاریخ کشمیر منظر عام پر لائی جو کشمیر کی سیاست اور تاریخ کا 800 سالہ دور تک محیط رہے۔

اس پر انہیں خوب پذیرائی ملی ،البتہ Do More کا تقاضہ کیا گیا۔انہوں نے یہ چیلنج کے طور لیا اور پانچ سال کے عرصے کے بعد پانچ ہزار سال مفصل ،مدلل اور مکمل تاریخ و تحریک لکھ کر ایک ریکارڈ قائم کیا۔یہ دستاویز پیش کر کے شبنم قیوم نے تاریخ نویسی میں پرانا ریکارڈ توڑ دیا۔ پہلی بار پانچ ہزار سالا تاریخ اور تحریک لکھ کر انہوں نے ایک ایسا کارنامہ انجام دیا جس کا ثانی نہیں ۔اس 25 سالہ افراتفری کے دور میں جب وہ ادب کے میدان سے نکل کر سیاسی اور تاریخی دور میں داخل ہوئے تھے ۔انہوں نے اس دور کے پس منظر میں درجن بر افسانے لکھے ۔ان کو ''آزادی کی تلاش'' کے عنوان سے کتابی صورت میں شائع کیا۔ان تبع زاد افسانوں کے ساتھ انہوں نے ایک ناول بھی لکھا ''پچھتاوا''، یہاں پر شبنم قیوم کے اب تک کے سب سے آخر شائع ہونے والے ناول پر ہم اپنی رائے کا اظہار کریں گے۔اس ناول کا موضوع جنسی ہے۔ یہ فحش ناول کے بھی زمرے میں آتا ہے۔البتہ اس کی پاداش میں مصنف شبنم قیوم پر نہ جنسی اور نہ فحاشی کا الزام لگ سکے گا۔

شبنم قیوم کا ناول پچھتاوا 2015 میں منظر عام پر آیا۔جو جنس کے موضوع پر لکھا گیا۔ ایک دلخراش ناول ہے۔جہاں اس ناول کا پس منظر کشمیر کے نامساعد حالات ہیں وہاں ترقی یافتہ مشینی دور کے وہ اثرات ہیں جنہوں نے انسان کی سوچ کو بدل کر رکھ دیا ہے۔اس ناول میں ٹی وی سینما انٹرنیٹ اور موبائل کے ذریعے پھیل رہی برائیوں پر شبنم قیوم نے جرات مندی اور بے باکی سے قلم اٹھایا ہے جس کا اعتراف وہ اپنے ناول پچھتاوا میں کچھ اس طرح کرتے ہیں۔

اپنی ایک تصنیف سیکس پولیوشن ،کی تیاری کے دوران ہندوستان کے دو نامور انگریزی میگزین فرنٹ لائن اور انڈیا ٹوڈے کی جانب سے ملک بھر کے کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر طالبات کے بارے میں ان کی سیکس پر سروے کی رپورٹ میں 33 فیصد لڑکیوں کی طرف سے سیکس میں

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

ملوث ہونے اور سیفٹی کے لیے اپنے پرس میں چھتری یعنی کنڈوم اور مانع حمل گولیاں رکھنے کا اعتراف اور وہ بھی بغیر کسی ہچکچاٹ اور شرم کے گویا ڈگری حاصل کرنے کا انکشاف کیا جا رہا ہو یہ اپنے اندر بڑا معنی رکھتا ہے، یعنی موجودہ ترقی یافتہ سائنسی دور میں 33 فیصد طالبات کا مباشرت کا اعتراف ہمارے لیے ششدر رہوتے اور پریشانی کا باعث بن گیا۔

شبنم قیوم نے ناول ''پچھتاوا'' میں جنس کے موضوع پر کھل کر قلم اٹھایا ہے جو انہوں نے دیکھا پڑھا اس کو ناول کے ذریعے قاری کے سامنے لانے کی سعی کی ہے انہوں نے موجودہ ترقی یافتہ اور سائنسی دور میں ہو رہی برائیوں پر پردہ ڈالنے کی نہیں بلکہ منظر عام پر لانے کی کوشش کی ہے اس ناول کی تھیم کو اگر ہم جنسی پیرائے میں لے لیں تو شبنم قیوم کو سعادت حسن منٹو اور عصمت چغتائی کے ہم پلہ آجاتے ہیں یعنی وہ عوام کو موجودہ زمانے کی ترقی یافتہ دور میں سائنسی ایجادات کا ناجائز استعمال سے خبردار کرتے ہیں سعادت حسن منٹو کے یہ الفاظ شبنم قیوم پر صادق آتے ہیں میرا خیال ہے کوئی بھی چیز فحش نہیں لیکن گھر کی کرسی اور ہانڈی بھی فحش ہو سکتی ہے اگر ان کو فحش طریقے پر پیش کیا جائے چیزیں فحش بنائی جاتی ہیں کسی خاص غرض کو لیکر۔ ناول پچھتاوا کا موضوع کشمیر کا ایک پنڈت گھرانہ ہے جو مہاجر بنکر جنس کے سیلاب میں غرق ہو جاتا ہے مشکل حالات میں اپنے پرائے منہ پھیر لیتے ہیں اور ناول کا مرکزی کردار انیل رینہ بدحالی اور بے کسی کی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے جس سے نہ صرف اپنے پرائے پچھتانے لگتے ہیں بلکہ ناول پڑھنے کے بعد قاری بھی ان حالات واقعات پر پچھتانے لگتا ہے جن پر یہ کہانی قلم بند کی گئی غرض ان حالات و واقعات کا جائزہ لینے کے بعد یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ مصنف اس ناول میں اس جنسی میل ملاپ کا ذمہ دار سائنسی ایجادات یعنی ٹیلی ویژن، موبائل، انٹرنیٹ وغیرہ کو ٹھہراتے نظر آتے ہیں۔ اگرچہ ٹیلی ویژن، موبائل، انٹرنیٹ کے مثبت پہلو بھی ہیں لیکن آج کے اس دور میں ٹیلی ویژن پر برہنہ فلمیں اور فلموں میں ہیرو ہیروئن کے بیڈ سین دکھا کر سماج میں فحاشی اور عریانیت کو بڑھاوا دیا جا رہا ہے۔ انہی حالات واقعات کا جائزہ لے کر مصنف نے اس ناول میں حقیقت بیانی سے کام لیا ہے۔

❖❖❖

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

ماحصل

کشمیر میں اردو زبان وادب کا چلن ڈوگرہ عہد میں شروع ہوا۔اس سے قبل اور چند سالوں تک فارسی زبان کا بول بالا رہالیکن ڈوگرہ عہد کے تیسرے مہاراجہ پرتاب سنگھ نے اردو زبان وادب کی اہمیت ومقبولیت کو دیکھتے ہوئے 1889 میں ریاست جموں کشمیر کی سرکاری زبان اُردو کو قرار دیا۔جس کے نتیجہ میں یہاں پر تعلیمی، ادبی،صحافتی،سیاسی غرض ہرسطح پر اردو زبان کی شہرت ومقبولیت میں روز بروز اضافہ ہونے لگا۔

جہاں تک ریاست جموں وکشمیر میں اردو ناول نگاری کی بات ہے یہاں پر 18ویں صدی کے آخر میں سالگرام سالک نے ناول تحفہ سالک اور محمدالدین فوق نے ناول انارکلی لکھ کر اولیت حاصل کی۔ان کے ہم اثر ناول نگاروں میں موہن لال مرواہ، وشوناتھ ورما، شمبھوناتھ نظراور پنڈت نندلال درجے بےقرض نے اردو ناول لکھ کر اس روایت میں اضافہ کیا۔چناں چہ ابتدائی دور کے ان ناول نگاروں کے ناولوں میں سوائے محمدالدین فوق کے ناول انارکلی کے باقی سب ناپید ہیں جن کا جسم مختلف کتابوں اور رسالوں میں ہی دیکھنے کو ملتا ہے۔

محمدالدین فوق کا ناول انارکلی 1307ھ بمطابق 1898 میں لاہور سے شائع ہو کر منظر عام پر آیا جس میں انہوں نے مغلیہ سلطنت کے شہنشاہ جلال الدین اکبر اور ان کے شہزادے سلیم اور سلیم کی معشوقہ انارکلی کا المیہ بیان کیا ہے اس ناول کو مصنف نے ناول کے فنی اصولوں مثلاً پلاٹ کردار مکالمہ نگاری منظرکشی جذبات نگاری اسلوب اور خود کلامی کی تکنیک کو مدنظر رکھتے ہوئے ناول لکھنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔اس لحاظ سے ناول انارکلی کو جموں کشمیر کا پہلا ناول قرار دینے

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

میں کسی بھی طرح کی ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہونی چاہیے۔

ریاست جموں وکشمیر میں 1947 سے 1965 تک کے دور میں جن ادیبوں کے ناول منظر عام پر آئے ان میں رامانند ساگر، نرسنگ داس نرگس، کشمیری لال ذاکر، ٹھاکر پونچھی، حامدی کشمیری، علی محمد لون وجے سوری قابل ذکر ہیں۔ ان ناول نگاروں میں رامانند ساگر نے ناول ''اور انسان مر گیا'' لکھ کر تقسیم ہند سے قبل پیش آنے والے ہندو مسلم فسادات کے المیہ کو پیش کرنے میں غیر جانبدارانہ رویہ اپنایا تو کشمیری لال ذاکر نے تقسیم ہند کے موضوع پر ناول کرماں والی لکھ کر ہر اس فرد کی کہانی کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے جو اس ثانیہ سے دو حصوں میں بٹ جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ کشمیری لال ذاکر اور ان کے ہم عصر ناول نگاروں نے کشمیر کی سیاسی، سماجی اور خصوصاً ڈوگرہ عہد کے جاگیردارانہ نظام کو فنکارانہ انداز میں بیان کرنے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے۔

ریاست میں 1965 کے بعد جن ناول نگاروں کے ناول شائع ہو کر منظر عام پر آئے ان میں تیج بہادر بھان، غلام رسول سنتوش، شبنم قیوم، نور شاہ، جان محمد ازاد، فاروق احمد رینزو، شام سندر، آنند لہر وغیرہ اہمیت کے حامل ہیں۔ اس دور کے ان ناول نگاروں نے کشمیر کی عوام حکمرانی کے زیر اثر ہونے والے قتل وغارت، جنسی استحصال، تہذیب وثقافت کی ٹوٹتی بکھرتی قدروں اور سرمایہ دارانہ نظام جیسے موضوع پر ناول لکھنے کی کوشش کی ہے۔

ریاست جموں وکشمیر میں 2000 کے بعد کے ناول نگاروں نے بھی کشمیر میں ہو رہے قتل و غارت جنسی بے راہ روی انسانیت اور سماج کی ٹوٹتی بکھرتی قدروں جیسے مسائل کو اپنے ناولوں کا موضوع بنایا۔ اس عہد کے ناول نگاروں میں وحشی سید، وید راہی، ترنم ریاض، دیپک کنول، نعیمہ احمد مہجور، صوفی عبدالرشید، عمر مجید وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

غرض جموں وکشمیر کے ناولوں کا مختصر جائزہ لینے کے بعد یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ یہاں کے ناول نگاروں نے اپنے اپنے دور کے مسائل کو ناول کے فنی قلب میں ڈالنے کی سعی کی ہے۔ اگرچہ موجودہ دور میں باقی اصناف کی نسبت اس صنف کی طرف کم توجہ دی جا رہی ہے لیکن

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

حال میں جن ادیبوں کے ناول منظر عام پر آئے ہیں اس سے لگتا ہے کہ یہ صنف مستقبل میں بھی اپنی فنی صلاحیتوں سے زمانے کے خدو خال بیان کرنے میں پیش پیش رہے گی۔ چناں چہ دور حاضر کے ناول نگاروں ڈاکٹر شفق سوپوری کا ناول ''نیلما'' قابل ذکر ہے۔ البتہ اس کا موضوع بنگال کے آدی واسی بستی سے لیا گیا ہے۔ مصنف نے اپنی فنی صلاحیتیں اجاگر کی ہیں۔

ریاست جموں و کشمیر کے ان ناول نگاروں میں ایک نام شبنم قیوم کا بھی ہے جن کو ریاستی سطح پر یہ اولیت حاصل ہے کہ انہوں نے 35 سال کی عمر میں اپنا پہلا ناول زندگی اور موت لکھ کر 1957 میں شائع کیا۔ اس ناول سے قبل آپ نے ناولٹ ''پرانی ڈگر نئے قدم'' اور ''چراغ کا اندھیرا'' لکھ کر مقامی طور شائع کرائے۔ ملکی سطح پر شائع ہونے والے ناول ''جس دیش میں جہلم بہتا ہے'' ''پیاس'' ''ایک کتے کی سرگزشت''، اور پچھتاوا قابل ذکر ہیں۔ ان ناولوں میں انہوں نے کشمیر کی سیاسی سماجی اور اقتصادی مسائل کو پیش کیا ہے۔

شبنم قیوم کا موجودہ دور میں آخری شائع ہونے والا ناول ''یہ لہو کشمیر کا ہے یہ کشمیر مرا'' ہے جو اگست 2016 میں منظرِ عام پر آیا۔ اس ناول میں مصنف نے علامتی کردار ریشما کے ذریعے کشمیر کی 1947 سے 2013 تک کے سیاسی اور تاریخی حالات و واقعات قلم بند کرنے کی سعی کی ہے۔ ریشما کو اگر چہ اس کے دو عاشق اشوک (بھارت) اور محمود (پاکستان) نے مظلومیت کی زندگی گزارنے پر مجبور کیا تو وہی اشوک بھارت نے تقسیم ہند کے بعد ریشما کے والد شیخ محمد عبداللہ شیخ محمد عبداللہ کے چشم و چراغ فاروق عبداللہ اور فارق عبداللہ کے فرزند عمر عبداللہ اور ان کے دور میں کشمیر کے برسر اقتدار پر بیٹھنے والوں کو ڈھال بنا کر اقتدار اور نقدی لو کشمیر دو والی بات کرتا آیا ہے۔

یہی اس آخری ناول ''یہ لہو کشمیر کا ہے یہ کشمیر مرا'' کا موضوع ہے۔ بظاہر یہ ''یہ کس کا لہو ہے کون مرا'' کا جواب ہے۔ البتہ تانا بانا وہی ہے۔ اس میں دو کردار یعنی دو حکمرانوں کو شامل کر کے پورے ایک خاندان کو کسوٹی پر لا کر ایک طرح سے اس خاندان پر فرد جرم عاید کیا گیا ہے وہ بھی فنکاری سے غرض ناول یہ کس کا لہو ہے کون مرا یہ لہو کشمیر کا ہے یہ کشمیر مرا مصنف نے انھی تجربات و مشاہدات کو ناول کے فنی تقاضوں میں جذب کرنے کی کوشش کی ہے جو آج بھی جاری و ساری

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

ہے ۔شبنم قیوم نے ناول کے فنی اصولوں مثلاً پلاٹ، کردار، مکالمہ نگاری، منظرکشی، جذبات نگاری کے علاوہ اسلوب، خود کلامی کی تکنیک اور شعور کا استعمال کر کے ناول میں دلچسپی پیدا کرنے کی سعی کی ہے ۔لیکن جب ہم ریاست جموں کشمیر کی سیاسی تاریخ کو مدنظر رکھ کر ناول کے پلاٹ کو دیکھتے ہیں تو ایک جگہ تھوڑا جھول نظر آتا دکھائی دیتا ہے لیکن جموں کشمیر کی تاریخ سے ناآشنا قاری ان خامیوں کو محسوس نہیں کر سکتا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ شبنم قیوم کو ناول کے فن پر دسترس حاصل ہے اور انہوں نے واقعات کو ترتیب دینے میں چابکدستی سے کام لیا ہے۔

❖❖❖

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

شبنم قیوم، بحیثیت فکشن نگار
ایک ہمہ جہت اور منفرد شخصیت

○ طاہر مضطر

اکتوبر 2006 میں جب ریاست میں غلام نبی آزاد کی قیادت میں مخلوطہ سرکار قائم تھی سرینگر میں ایک بڑا اور اہم سیکس سکینڈل طشت از نام ہوا۔ یہ مقامی ملکی اور عالمی سطح پر نہ صرف اُجا گر ہوا بلکہ دور دور تک اس کی تاویلیں ہوگئیں۔ دو ماہ گزر گئے دسمبر کے مہینے میں اس سیکس سکینڈل کے پس منظر میں شبنم قیوم کی ایک تصنیف ''سیکس پولیوشن'' منظرِ عام پر آگئی۔ اس نے ایک تہلکہ مچا دیا اس تصنیف کے آمد کی خبر ہر سو جنگل میں اگ کی طرح پھیل گئی۔ گھر گھر میں اس کا چرچہ ہوا شبنم قیوم نے اس سیکس سکنڈل پر براہ راست جن سیاست دانوں اور حکمرانوں پر ایک طرح سے حملہ کیا ان میں ایک بھارت کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو، اور دوسرے ریاست کے وزیر اعظم شیخ محمد عبداللہ ٹارگٹ بنائے گئے۔ یہ تصنیف ان دونوں سیاست دانوں اور حکمرانوں کے نام منسوب کی گئی اس پر شبنم قیوم کو واجبُ القتل مانا گیا۔ البتہ جس کو اللہ رکھے اس کو کون چکھے۔

چند روز گزر گئے میرے پاس دو جوان آگئے انہوں نے بتایا طاہر مضطر سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں تو میں انہیں اپنے ریڈنگ روم میں لے آیا۔ انہوں نے نام و پتہ بتانے کے ساتھ پیشہ بتایا ایک یونیورسٹی کا اردو اسٹوڈنٹ اور دوسرا ایک نیشنل انگریزی پیپر کا کارسپانڈنٹ جب میں نے

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

آہنگ امرتسر سے مجھے ایک خط ملا یہ ہندوستان کے نامور معیاری اور ضخیم ادبی میگزین ماہنامہ نگارش کے مدیر مہندر باوا کا خط تھا۔انہوں نے اپنے خط میں تحریر فرمایا تھا ماہنامہ نگاراش مستقبل قریب میں کشمیر نمبر نکالنے کا خواہش مند ہے یہ نمبر کشمیر کی خوبصورتی کشمیر کی تاریخ تہذیب تمدن ثقافت ادب اور شاعری کے ساتھ دیگر موضوعات پر ایک اہم دستاویز ہوگا۔اس نمبر کے بارے میں ہم آپ کے ویکلی جریدے اہنگ کے لیے ایک اشتہار بھیج رہے ہیں اس امید کے ساتھ کہ آپ اس کو اپنے قریبی اشاعت میں شائع کریں گے۔ہم نے اس کشمیر نمبر کو مرتب کرنے کی ساری ذمہ داری ریاست کے نامور ادیب اور قلم کار شبنم قیوم کو سونپ دی ہے۔شبنم قیوم کا ہم اردو ادب میں اے حمید مانتے ہیں امید ہے آپ ان کے ساتھ اس بارے میں تعاون کریں گے۔

مہندر باوا کے نگارش سے ہمیں کشمیر نمبر کا جو خط کے ساتھ اشاعت کے لیے اشتہار ملا اس میں کشمیر نمبر کے لیے نگارشات بھیجنے کا جو نام و پتہ دیا گیا تھا۔

○ شبنم قیوم 190 بوچھوارہ ڈلگیٹ سرینگر کشمیر

شبنم قیوم میرے لیے ایک غیر مانوس نام تھا۔البتہ ہندوستان کے ایک نا[illegible]ی اور ضخیم ادبی میگزین کے مدیر مہندر باوا کی طرف سے شبنم قیوم کو کشمیر کا اے حمید کہنا اور ا[illegible] کر نگارش جیسے معیاری ادبی میگزین کے لیے کشمیر نمبر مرتب کرنے کا [illegible] بخشنا میں اچنبھے کی بات تھی سچ تو یہ ہے کہ مجھے اسی وقت شبنم قیوم کو دیکھنے ان [illegible]تیاق ہو [illegible] اشتیاق کو ایک تمنا اور آرزو کہیں تو غلط نہیں ہوگا۔آپ اسے اتفاق کہیں [illegible] دوران [illegible] جریدے کے آفس میں دو جوان لڑکے اندر آئے۔سلام عرض کی تو [illegible] کرسیوں پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔اور تھوڑی دیر بعد ان سے اپنا تعارف [illegible] ایک نے اپنا نام سجود سیلانی بتایا اور دوسرے نے جب اپنا نام شبنم قیوم [illegible] رہ سکا۔میں انہیں ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا۔ایک معصوم سا جوان لڑکا اور [illegible] نہیں گیا۔میں نے اپنی کرسی سے اٹھ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھڑا کیا اور [illegible] البتہ کچھ خیال کرکے میں نے سجود سیلانی کو بھی گلے لگایا۔البتہ وزن شعر[illegible]

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

ہے۔شبنم قیوم نے ناول کے فنی اصولوں مثلاً پلاٹ، کردار، مکالمہ نگاری، منظر کشی، جذبات نگاری کے علاوہ اسلوب، خود کلامی کی تکنیک اور شعور کا استعمال کر کے ناول میں دلچسپی پیدا کرنے کی سعی کی ہے۔لیکن جب ہم ریاست جموں کشمیر کی سیاسی تاریخ کو مدنظر رکھ کر ناول کے پلاٹ کو دیکھتے ہیں تو ایک جگہ تھوڑا جھول نظر آتا دکھائی دیتا ہے لیکن جموں کشمیر کی تاریخ سے نا آشنا قاری ان خامیوں کو محسوس نہیں کر سکتا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ شبنم قیوم کو ناول کے فن پر دسترس حاصل ہے اور انہوں نے واقعات کو ترتیب دینے میں چابکدستی سے کام لیا ہے۔

❖❖❖

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

شبنم قیوم، بحیثیت فکشن نگار
ایک ہمہ جہت اور منفرد شخصیت

○ طاہر مضطر

اکتوبر 2006 میں جب ریاست میں غلام نبی آزاد کی قیادت میں مخلوطہ سرکار قائم تھی سرینگر میں ایک بڑا اور اہم سیکس سکینڈل طشت از نام ہوا۔ یہ مقامی ملکی اور عالمی سطح پر نہ صرف آجا گر ہوا بلکہ دور دور تک اس کی تاویلیں ہوگئیں۔ دو ماہ گزر گئے دسمبر کے مہینے میں اس سیکس سکینڈل کے پس منظر میں شبنم قیوم کی ایک تصنیف ''سیکس پولیوشن'' منظرِ عام پر آگئی۔ اس نے ایک تہلکہ مچا دیا اس تصنیف کے آمد کی خبر ہر سو جنگل میں اگ کی طرح پھیل گئی۔ گھر گھر میں اس کا چرچہ ہوا شبنم قیوم نے اس سیکس سکنڈل پر براہ راست جن سیاست دانوں اور حکمرانوں پر ایک طرح سے حملہ کیا ان میں ایک بھارت کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو، اور دوسرے ریاست کے وزیر اعظم شیخ محمد عبداللہ ٹارگٹ بنائے گئے۔ یہ تصنیف ان دونوں سیاست دانوں اور حکمرانوں کے نام منسوب کی گئی اس پر شبنم قیوم کو واجبُ القتل مانا گیا۔ البتہ جس کو اللہ رکھے اس کو کون چکھے۔

چند روز گزر گئے میرے پاس دو جوان آگئے انہوں نے بتایا طاہر مضطر سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں تو میں انہیں اپنے ریڈنگ روم میں لے آیا۔ انہوں نے نام و پتہ بتانے کے ساتھ پیشہ بتایا ایک یونیورسٹی کا اردو اسٹوڈنٹ اور دوسرا ایک نیشنل انگریزی پیپر کا کارسپانڈنٹ جب میں نے

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

ان کی خواہش ملاقات کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے شبنم قیوم کی تازہ تصنیف سیکس پولیوشن کا ذکر کیا انہوں نے بتایا شبنم قیوم جیسا جرات مند، نڈر، بے باک اور حقیقت پسند رائٹر نہ کوئی ہے اور نہ شاید ہوگا ہم انہیں ان کی جرات مندانہ تخلیقات کا کریڈٹ دینا چاہتے ہیں۔

کیسے، دیں گے میں نے ان سے دریافت کرلیا۔ ان میں سے یونیورسٹی کے سٹوڈنٹ نے بتایا۔ ہم شبنم قیوم کے نام کا ایک خاص شخصیات نمبر ترتیب دے رہے ہیں۔ شبنم قیوم کے بارے میں کن سے مل کر ارٹیکل حاصل کرنے ہیں۔ اس لسٹ میں آپ کا بھی نام ہے چناں چہ ہم اسی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

آپ کا ارادہ بڑا نیک ہے میں نے ان سے کہا البتہ شبنم قیوم جیسے نڈر، بے باک اور جرات مند قلم کار کے لیے شخصیات نمبر کے لیے ایک میگزین یا جریدے کی ضرورت ہے کیا وہ آپ کے پاس ہے۔ انہوں نے بتایا اس بارے میں ہم نے ماہنامہ تکبیر کے مدیر مالک جو ہر قدوسی سے بات کی ہے۔ وہ شبنم قیوم کے لیے اپنا میگزین وقف رکھ رہے ہیں۔ وہ خود بھی لکھیں گے اور اپنے جانے پہچانے قلم کاروں سے بھی لکھائیں گے۔

یہ تو آپ نے ایک اچھے اور نیک کام کا بیڑا اٹھایا ہے اس کے لیے میری مدد آپ کے ساتھ رہے گی۔ میں آپ کے اس کام میں پوری پوری مدد کروں گا۔ ان دونوں جوانوں کی طرف سے شبنم قیوم کو ان کی تخلیقات کا کریڈٹ دینے کا شوق دیکھ کر مجھے بڑی خوشی ہوئی اور ارادہ کرلیا ان کے اس کام میں مجھے سرگرم بن کر ان کا ہاتھ بٹانا چاہیے۔ شبنم قیوم جیسی ہمہ جہت اور منفرد شخصیت ان کی زندگی میں شخصیت نمبر انہیں بھینٹ کرنا ہمارا فرض بنتا ہے۔ جب یہ دونوں جوان مجھ سے رخصت ہوئے تو میں نے شبنم قیوم کو یاد کیا ان سے پہلی ملاقات کب کہاں کیسے ہوئی ذہن پر زور دے کر یاد آگیا۔

غالباً ساٹھ کی دہائی، جب میں سرینگر کے پولو ویو سے ویکلی جریدہ آہنگ شائع کرتا تھا۔ قلیل مدت میں اس جریدے نے بڑی شہرت حاصل کرلی اس جریدے نے ریاست کے علاوہ بیرونی ریاست میں بھی کافی پذیرائی حاصل کرلی۔ خاص طور پر ادبی حلقوں نے اس کو پسند کیا۔ کیونکہ ہم نے اس میں معیاری ادب کی تخلیق کا پورا پورا خیال رکھا، اسی دوران بحیثیت مدیر اعلی ویکلی

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

آہنگ امرتسر سے مجھے ایک خط ملا یہ ہندوستان کے نامور معیاری اور ضخیم ادبی میگزین ماہنامہ نگارش کے مدیر مہندر باوا کا خط تھا۔ انہوں نے اپنے خط میں تحریر فرمایا تھا ماہنامہ نگارش مستقبل قریب میں کشمیر نمبر نکالنے کا خواہش مند ہے یہ نمبر کشمیر کی خوبصورتی کشمیر کی تاریخ تہذیب تمدن ثقافت ادب اور شاعری کے ساتھ دیگر موضوعات پر ایک اہم دستاویز ہوگا۔ اس نمبر کے بارے میں ہم آپ کے ویکلی جریدے اہنگ کے لیے ایک اشتہار بھیج رہے ہیں اس امید کے ساتھ کہ آپ اس کو اپنے قریبی اشاعت میں شائع کریں گے۔ ہم نے اس کشمیر نمبر کو مرتب کرنے کی ساری ذمہ داری ریاست کے نامور ادیب اور قلم کار شبنم قیوم کو سونپ دی ہے۔ شبنم قیوم کا ہم اردو ادب میں اے حمید مانتے ہیں امید ہے آپ ان کے ساتھ اس بارے میں تعاون کریں گے۔

مہندر باوا کے نگارش سے ہمیں کشمیر نمبر کا جو خط کے ساتھ اشاعت کے لیے اشتہار ملا اس میں کشمیر نمبر کے لیے نگارشات بھیجنے کا جو نام و پتہ دیا گیا تھا۔

○ شبنم قیوم 190 بوچھوارہ ڈلگیٹ سرینگر کشمیر

شبنم قیوم میرے لیے ایک غیر مانوس نام تھا۔ البتہ ہندوستان کے ایک نامور معیاری اور ضخیم ادبی میگزین کے مدیر مہندر باوا کی طرف سے شبنم قیوم کو کشمیر کا اے حمید کہنا اور اس سے بڑھ کر نگارش جیسے معیاری ادبی میگزین کے لیے کشمیر نمبر مرتب کرنے کا اعزاز انہیں بخشنا میرے لیے اچنبھے کی بات تھی سچ تو یہ ہے کہ مجھے اسی وقت شبنم قیوم کو دیکھنے ان سے ملنے کا اشتیاق ہوا اگر اس اشتیاق کو ایک تمنا اور آرزو کہیں تو غلط نہیں ہوگا۔ آپ اسے اتفاق کہیں یا کچھ اور، اسی دوران میرے جریدے کے آفس میں دو جوان لڑکے اندر آئے۔ سلام عرض کی تو میں نے انہیں سامنے خالی کرسیوں پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور تھوڑی دیر بعد ان سے اپنا تعارف کرانے کو کہا۔ ان میں سے ایک نے اپنا نام سجود سیلانی بتایا اور دوسرے نے جب اپنا نام شبنم قیوم بتایا تو میں چونکے بغیر نہیں رہ سکا۔ میں انہیں ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا۔ ایک معصوم سا جوان لڑکا اور کشمیر کا اے حمید مجھ سے رہا نہیں گیا۔ میں نے اپنی کرسی سے اٹھ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھڑا کیا اور اپنے سینے کے ساتھ لگایا۔ البتہ کچھ خیال کر کے میں نے سجود سیلانی کو بھی گلے لگایا۔ البتہ وزن شعر کے طور پر۔

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

میں اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گیا تو شبنم قیوم سے مخاطب ہوا آپ تو چھپے رستم نکلے اتنی چھوٹی عمر میں آپ کے اتنے بڑے کارنامے مجھے آپ کی ذات پر فخر ہے۔میں نے میز پر پڑی مدیر نگارش امرتسر مہندر باوا کی چھٹی اور کشمیر نمبر کا اشتہار دکھایا تو انہوں نے بتایا۔

میرے پاس اشتہارات کا ایک بنڈل تقسیم کرنے کے لیے آیا ہے۔اور میں نے کشمیر نمبر کا کام شروع کر دیا ہے۔انہوں نے سرسری طور پر مجھے اس کشمیر نمبر کی ترتیب اور موضوعات کا خاکہ بتایا تو مجھے ان کی ذہانت کا اعتراف کرنا پڑا۔اور یہ ماننا پڑا نگارش امرتسر کے مدیر نے اس کام کے لیے کشمیر سے یقیناً ایک لال چنا ہے مجھے تو یہ ایک نوجوان لڑکا دکھائی دیتا ہے۔یہ تو بڑا بالغ نظر ہے میں نے شبنم قیوم اور سجود سیلانی سے ان کی زندگی اور مصروفیات کے بارے میں دریافت کیا تو سجود سیلانی نے بتایا وہ شاعری کے ساتھ شغفت رکھتے ہیں شبنم قیوم نے کہا وہ افسانہ اور ناول لکھتے ہیں۔

○ بہت خوب ہمارے آہنگ کے لیے بھی کچھ لکھے،

میرے کہنے پر سجود سیلانی نے دو نظم اشاعت کے لیے پیش کیں۔شبنم قیوم نے جہاں انسان دفن ہے کے نام سے ایک ضخیم افسانہ ٹیبل پر رکھا۔میں نے ان سے ان کی تخلیقات لے کر اور پھر چائے پلا کر انہیں رخصت کیا۔ان کے واپس جاتے ہی میں نے سجود سیلانی کی دونوں نظمیں اور اس کے بعد شبنم قیوم کا افسانہ پڑھا مجھ کو ایک جھٹکا لگا اور خود سے کہا ایک معصوم سا جوان لڑکا اتنا بڑا اور معیاری افسانہ لکھ سکتا ہے میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں۔سچ جانیے مجھے بڑی حیرت ہوئی۔میں نے اہنگ کے اگلے شمارے میں شبنم قیوم کے فوٹو اور مختصر تعارف کے ساتھ اس افسانے کو شائع کیا۔

کوئی ایک ہفتہ کے بعد شبنم قیوم میرے دفتر آئے افسانہ کی اشاعت پر شکریہ ادا کیا البتہ اس کے ساتھ مجھے ایک خط دکھایا یہ امرتسر پنجاب سے سرجیت سنگھ کا خط تھا اس میں شبنم خیوم سے اس افسانہ "جہاں انسان دفن ہے"، کو پنجابی اور ہندی میں ترجمہ کر کے شائع کرانے کی اجازت طلب کی گئی تھی۔اس خط کو پڑھ کر میں نے شبنم قیوم کو مبارکباد دی کوئی 10 دن بعد شبنم قیوم میرے دفتر آگئے۔تو ان کے ہاتھ میں ایک نہیں دو خط تھے۔ایک خط میں اس افسانہ کو انگریزی میں اور دوسرے خط سے اسے مراٹھی میں شائع کرنے کی اجازت مانگی گئی تھی۔یہ دونوں خط پڑھ کر میں

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

نے انہیں واپس لوٹا دیے اور اس کے بعد شبنم قیوم کو دہلی سے نامور ادیب اور ناول نگار دت بھارتی کی ادارت میں شائع ہونے والا ادبی میگزین تخلیق دکھایا تخلیق میں دت بھارتی نے اس افسانے کو اہنگ سے لے کر اپنے میگزین میں شائع کیا تھا۔اور اس افسانے کے بارے میں اپنے تاثرات قلم بند کیے تھے۔ یہ وہ دور تھا جب ملک اور بیرون ملک ادبی جرائد میں شبنم قیوم بحیثیت افسانہ نگار نوآموز تھے۔ملک کے بعض ادبی رسالوں میں ان کے افسانے پڑھنے کو ملتے اسی دوران ہندوستان کے نامور ادیب افسانہ نگار اور ناول نگار کرشن چندر کے قلم سے شبنم قیوم کے افسانوں کے بارے میں تبصرہ اہنگ میں اشاعت کے لیے شبنم قیوم کی طرف سے پیش کیا گیا۔

شبنم قیوم کے بارے میں کرشن چندر جیسی ادبی شخصیت اس کی اس سند نے مجھے بے حد متاثر کیا۔ میں ان کا گرویدہ بن گیا اور میں نے ان کی تخلیقات کو پڑھنا شعار بنا لیا نامساعد حالات اور میری سیمابی طبیعت کے باعث آھنگ کی اشاعت رُک گئی۔البتہ ایک مدت کے بعد جب میں دوبارہ واپس اپنی ڈگر پر آیا تو آھنگ کے بجائے سلسبیل لیکر ادبی اور صحافتی دنیا میں دوبارہ داخل ہوا اسی دوران پروفیسر عبدالقادر سروری ہیڈ اف دی ڈیپارٹمنٹ آف اردو کشمیری یونیورسٹی سے ملاقات کا فیصلہ کر لیا۔

یہ مئی 1965 کی بات ہے۔ہمارا قیام اپنے آبائی گھر رعناواری میں تھا۔ایک کشمیری جوان لڑ کا غلام رسول نازکی کی رہائش گاہ پر ملا۔شبنم قیوم نامی یہ جوان پروفیسر عبدالقادر سروری کی طرف سے اردو ٹائپ کیا گیا ایک پرچی لایا تھا۔اس میں عبدالقادر سروری کی طرف سے کشمیر میں اردو ادب کی تاریخ کے سلسلے میں غلام رسول نازکی سے ان کی زندگی کے حالات اور تحریری مواد پیش کرنے کی استدا تھی۔غلام رسول نازکی نے اس سے مطالبات پورا کرنے کا وعدہ کر کے رخصت کیا۔غلام رسول نازکی جو ہمارے پڑوس میں رہتے تھے ان سے حسب معمول ملاقات کے بعد گھر آیا تو میں نے ذاتی طور پر پروفیسر عبدالقادر سروری سے ملنے اور کشمیر میں اردو ادب کی تاریخ مرتب کرنے کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا ارادہ کر لیا۔

پروفیسر عبدالقادر سروری حیدر آباد سے تعلق رکھتے تھے انہیں 1944 میں کشمیر یونیورسٹی کے شعبہ اردو اور فارسی ڈیپارٹمنٹ کا سربراہ بنایا گیا تھا۔سرینگر کے جواہر نگر میں ان کی رہائش

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

کے لیے ایک سرکاری کوارٹر پیش کیا گیا تھا۔ان کے پاس اپنی ایک پرانی طرز کی موٹر تھی۔اس میں جواہر نگر کی رہائش گاہ سے کشمیر یونیورسٹی نسیم باغ آوا جاہی رہتی تھی۔ان کے پاس اردو رسم خط کا ایک ٹائپ رائٹر بھی تھا۔بریف کیس کے ساتھ اس ٹائپ رائٹر کو بھی اپنے ساتھ رکھتے۔بحیثیت ایک رائٹر کے میرا ان کے ساتھ لیزان تھا۔میں نے سروری صاحب کے ہاں جا کر کشمیر میں اردو ادب کی تاریخ سے متعلق جانکاری حاصل کر کے اپنا مدعا رکھا۔نیز اس کام کے لیے شبنم قیوم نامی کشمیری جوان کو مقرر کرنا قابل غور رہا۔اگلے روز صبح سویرے میں پروفیسر صاحب سے ملنے جواہر نگر روانہ ہوا۔

جب میں ان سے دعا سلام کے ساتھ ملاقی ہوا،وہ کمرے میں اردو ٹائپ رائٹر پر کچھ لکھ رہے تھے جب اس کام سے فارغ ہوئے تو اپنے گھر کے ملازم عبداللطیف کو بلوا کر اس کے ہاتھ میں یہ ٹائپ شدہ پرچی دے کر بتایا تم شبنم قیوم کے گھر جا کر وہاں سے ان کی خیریت کی خبر لاؤ ان کو بتانا سروری صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ تمہارے بارے میں بڑے فکرمند ہیں۔سروری صاحب کا نوکر پرچی لے کر نکل گیا تو سروری صاحب کی طرف سے شبنم قیوم کی فکرمندی کا اظہار میرے لیے تجسس کا باعث بن گیا میں نے سروری صاحب سے ماجرا پوچھا تو انہوں نے بتایا۔

ہم کل سویرے میں،میری مسز اور شبنم قیوم گلمرگ کی سیر کو گئے تھے۔ٹنگمرگ تک ہم گاڑی میں گئے البتہ ٹنگمرگ سے گلمرگ تک ہم نے گھوڑے لیے۔تین گھوڑوں پر ہم ایک لائن میں ساتھ ساتھ چلے ایک مقام پر اکر شبنم قیوم ہم سے بچھڑ گیا۔جب ہم گلمرگ پہنچے تو ان کا کوئی اتہ پتہ نہ چل سکا۔دیر تک انتظار کے باوجود جب وہ یہاں نہیں پہنچے تو ہم نے یہاں پولیس کیمپ میں جا کر معلومات حاصل کر لیے۔ہم کو بتایا گیا ایک مقامی سیلانی گھوڑے سے گر کر زخمی ہوا ہے اور اسے واپس سرینگر بھیجا گیا ہے۔بعد میں جب شبنم قیوم کے گھوڑے سے گر جانے کی تصدیق ہوئی تو ہم واپس آگئے۔دیر سے گھر پہنچنے کے سبب شبنم قیوم کی حالت معلوم نہ کر سکے اب نوکر کو بھیج کر ان کی حالت کے بارے میں معلومات کے بعد اگلا قدم اٹھائیں گے۔شبنم قیوم کا ذکر چلا تو ہم نے شبنم قیوم کے ساتھ اتنے قریبی تعلقات کے بارے میں جاننے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

سروری صاحب نے فرمایا شبنم قیوم ایک روز پہلی بار ہم سے کشمیر یونیورسٹی کے اردو

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

ڈیپارٹمنٹ میں ملنے آئے۔ وہ ایک نوٹ بک ساتھ لائے تھے۔ اس نوٹ بک پر انہوں نے اپنے کئی افسانے لکھے تھے۔ اور مجھے یہ افسانے دیکھنے پڑھنے اور ان پر رائے لکھنے کی استدعا کی میں نے ان کے قد، جسمانی ساکھ اور عمر کو دیکھ کر نہ چاہتے ہوئے بھی ان سے نوٹ بک لے لی۔ میں اکثر اس عمر کے افسانہ نگاروں کے جو اکثر حالات میں عشق اور عاشقی اور رومانوی تانے بانے بن کر افسانے لکھتے ہیں ان کو پڑھنا اور پھر ان پر رائے لکھنا تضیع اوقات سمجھتا ہوں۔ چناں چہ جب یہ لڑکا نوٹ بک چھوڑ کر چلا گیا تو میں نے اپنے اردو ڈیپارٹمنٹ کے ریڈر شکیل الرحمن کو دیا۔ تاکہ وہ اس کو دیکھ لیں کئی روز بعد شکیل الرحمن نے جب مجھے یونیورسٹی کے آفس میں یہ نوٹ بک واپس کیا تو ان کے یہ الفاظ شبنم قیوم چھپا رستم ہے۔ میں آپ سے ان کے افسانے پڑھنے اور ان پر تبصرہ کرنے کی سفارش کر رہا ہوں۔ اس پر میں نے یہ نوٹ بک رکھ لیا، اور رہائش گاہ پر آ کر معمولات سے فارغ ہونے کے بعد نوٹ بک کھول کر اس کا پہلا افسانہ ''دسہرہ کی سیتا''، پڑھ کر میں اس قدر متاثر ہوا کہ میں نے سارے کام ملتوی رکھ کر اس نوٹ بک کے سبھی افسانے پڑھ لیے، میں حیران ہوا اتنا کم سن جوان کا جو کشمیر وادی سے تعلق رکھتا ہے کیسے اس قدر معیاری افسانے لکھتا ہے۔ اگر یہ موضوعاتی لحاظ سے اچھوتے نہیں ہوئے، ان پر سرقہ کا الزام لگ سکتا۔

چونکہ اس مجموعہ کے سبھی افسانے منفرد موضوعات پر مبنی تھے۔ اور معیار کے لحاظ سے بلند پایا افسانے تھے۔ میں شبنم قیوم کا قدر دان بن گیا۔ میں نے ان کی حوصلہ افزائی جز ایمان بنا لیا۔ میرے سامنے شبنم قیوم کی قدر منزلت اس قدر بڑھ گئی۔ میں نے انہیں اپنے گھر کا فیملی ممبر بنایا۔ میرا ایک معمول رہا ملکی سطح پر ادیب، دانشور، مصنف اور ناقد جو بھی کشمیری یونیورسٹی میں کسی کام سے آتے ہم سے ملتے تو میں ان سے شبنم قیوم کو اپنی رہائش گاہ پر یا یونیورسٹی میں ضرور ملاتا۔ میں نے کشمیر آمد کے دوران پروفیسر سید اختتام حسین، پروفیسر آل احمد سرور، پروفیسر نورالحسن، ہاشمی شمس الرحمن، فاروق خلیق، انجم اختر اور بنوی، شارب رودلوی ان کی مسز شمیم نگہت وغیرہ ہم سے ملایا۔ اور ان سے ایک اعلی پایا کے افسانہ نگار کے طور پر متعارف کرایا۔ میں نے شبنم قیوم کو کشمیر میں اردو ادب کی تاریخ نامی دستاویز مرتب کرانے کے لیے پروجیکٹ میں شامل رکھا۔ ہم دونوں مل کر وادی کشمیر کے ادیبوں، قلمکاروں اور مصنفین کے گھر جا کر ان سے مواد حاصل کر لیتے۔ بعض اوقات میرے

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

بغیر بھی میرے ذاتی ٹائپ شدہ خط لے کر شبنم قیوم وادی کے قلم کاروں کے ہاں جا کر مواد حاصل کر لیتے۔ شبنم قیوم کا میرا قریبی ساتھ اور ہاتھ رہا میں نے ان پر ایک آرٹیکل لکھنے کا فیصلہ کر لیا۔ البتہ عدیم الفرصت ہونے کے ناطے اس کو ملتوی رکھا۔ اسی دوران میرے ایک شاگرد حیدر آباد سے پروفیسر خورشید عالم کشمیر کی سیر کو آگئے۔ ان کا میرے ہاں قیام رہا میں نے ان کو شبنم قیوم سے ملا دیا۔ شبنم قیوم کا لٹریچر پڑھنے کو دیا شبنم قیوم سے جانکاری حاصل کرنے کا عندیہ دیا۔ پروفیسر خورشید عالم نے مجھے ''شبنم قیوم اور ان کا فن'' کے عنوان سے ایک تفصیلی آرٹیکل لکھ کر دیا۔ اسے میں نے بھوپال سے شائع ہونے والے ایک معیاری ادبی میگزین ''مزاج'' سے شائع کروایا۔ ملک کے مقتدر ادیبوں، شاعروں، دانشوروں اور مصنفین سے شبنم قیوم کو متعارف کرانے اور ان کا فن اُجاگر کرانے میں میرا قرض اولین کام آیا۔ اور میں نے انہیں ادبی دنیا میں وہ مقام دلایا جس کے وہ واقعی مستحق ہیں۔

شبنم قیوم سے میرے قریبی تعلقات رہے۔ یوں جان لے وہ میری فیملی ممبر بن گئے۔ میں ان ایام میں کشمیر میں اردو پر کام کر رہا تھا۔ شبنم قیوم نے اس کام میں میرا ہاتھ بٹایا۔ کشمیر کے ادیبوں، شاعروں اور دانشوروں کے ساتھ ملاقات کے دوران شبنم قیوم میرے ساتھ ہوتے انہیں کشمیر کے خوبصورت مقامات کی سیر کو ساتھ لیتا ہوں۔ ایک ملاقات کے دوران میں نے ان سے کہہ دیا آپ کا نام سن کر یا پڑھ کر لڑکی کا تصور آتا ہے۔ انہوں نے بتایا شبنم واقعی ایک لڑکی ہے جس کو میں نے اپنے نام کے ساتھ جوڑا ہے۔ کیونکہ اسی لڑکی نے مجھے ادیب بنایا ہے۔ ان کی تخلیقات نے مجھے اس قدر متاثر کیا ہے کہ میں نے بھی افسانے لکھنے شروع کیے۔ میرا یہ ماننا ہے اس لڑکی نے مجھے افسانہ نگار بنایا۔

○ اور یہ بات ہے کون ہے وہ لڑکی، کہاں رہتی ہے۔

میرے پوچھنے پر شبنم قیوم نے بتایا میں نے اسے نہ دیکھا ہے نہ جانتا ہوں کہاں رہتی ہے اور نہ ہی وہ مجھے جانتی ہے اسے یہ بھی معلوم نہیں ہوگا میں نے ان کا نام اپنے نام کے ساتھ ہمیشہ کے لیے شامل کر لیا ہے۔ ''بڑی'' دلچسپ کہانی ہے سروری صاحب کچھ سوچ کر بولے میں نے جواب دیا بس جان لیجیے یہ بھی ایک افسانہ ہے۔ ہاں افسانہ ہی ہے اور اس میں تجسس ہے۔

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

طاہر مضطر نے لو۔شبنم قیوم بڑا حقیقت پسند ہے۔زندگی کے حقائق سے آنکھیں چرانا خواہ وہ کتنے ہی تلخ کیوں نہ ہوں اس کی فطرت سے بعید ہے زندگی کے متعلق ان کا نظریہ بڑا صالح اور صحت مندانہ ہے اور اسی لیے ان کے یہاں خالی خولی رومان اور عشق کے ڈھکوسلے جو مریضانہ ذہنیت کو جنم دیتے ہیں۔مطلق نہیں ان کی کہانیاں دیکھیے تو ان میں اس کی بے باک انفرادیت کی جھلکیاں جگہ جگہ نظر آئیں گی اور یہ بات کسی ادیب کے فن کے لیے استحکام کی دلیل رکھتی ہے انہوں نے ہر کہانی کے بنیادی کردار میں ایسی خصوصیت ابھاری ہے کہ پڑھنے والا چونکے بغیر نہیں رہ سکتا۔

شبنم قیوم ایک دردمند دل رکھتا ہے طبیعت کا سادہ اور معصوم ہے خلوص، نرمی اور اپنا پن اس میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ان کی تخلیقات میں درد اور تڑپ ہے زندگی کی گہرائیوں پر ان کی گہری نظر ہے۔وہ زمانے کی حرکت کو اچھی طرح سے دیکھتا ہے۔اور اس کی ضرورت کو بیان کرتا ہے۔وہ اس دور کے سماجی حقائق کا باریک بین مبصر ہے۔اس کے پاس حسن، ادراک تشکیک، تخیلی پیش بینی، یا دیں حقائق کا ایمان اور ہر قدر کی خاموش قدرشاسی کے عناصر موجود ہیں اور یہی عناصر انہیں ایک مکمل فنکار بناتے ہیں۔ان کی افسانہ نگاری کی عمر مختصر ہے اور اس مختصر عرصے میں وہ انسانوں کے لیے براہ راست زندگی سے مواد حاصل کرنے اور فن کو جلا بخشنے کے لیے لگا تار محنت اور دلچسپی سے یہ سفر طے کر رہا ہے۔اسکے اپنے تجربات اور مشاہدات نے انہیں اس بڑے شعور سے ہم آہنگ کر دیا جس میں نبض گیتی سنائی دیتی ہے۔ان کے افسانوں کے کرداروں کی اپنی الگ دنیا ہے اُس کے فیصلے اور پسند و ناپسند اپنی ہوتی ہے۔اسکے فیصلوں سے اختلاف ممکن ہے۔ لیکن ایک عام قاری بھی ان کے افسانوں میں وقت کی بے راہ روی اور ذہنی کشمکش کو محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔اس کی تازہ مثال ہے ایک زخم اور سہی۔

پروفیسر عبدالقادر سروری نے مجھے المّاری سے شبنم قیوم کا افسانوی نوی مجموعہ "ایک زخم اور سہی: بھبنٹ کیا اور کشمیر میں اردو ادب کی تاریخ کے لئے مواد فراہم کرنے کی تاکید کے ساتھ رخصت کیا۔میں نے پروفیسر سروری صاحب کے ساتھ اس ملاقات کی تفصیل اپنے جریدے "سلسبیل" میں شائع کی، شنم قیوم کو اپنے اس جریدے کے ساتھ مسلک کیا۔ہمارا آپس میں قریبی لیزان رہا۔ انہوں نے ادبی دنیا میں نام کما لیا البتہ۔۔۔۔ ۱۹۷۵ء میں پہلی بار سیاسی تحریک اور تاریخ ناول

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

لکھکر انہوں نے بظاہر تہلکہ مچایا۔ مگر اس سے ان کے ادبی سفر میں ایک موڑ آیا، "یہ کس کا لہو ہے کون مرا؟" لکھ کر ان کا راستہ بدل گیا۔ ایک طرح سے وہ سیاست تاریخ اور تحریک میں ڈوب گئے۔

عسکری تحریک یا تحریکِ آزادی کے دوران انہوں نے اس دور میں پیش آئے حالات واقعات اور حادثات کے پس منظر میں ایک کے بعد ایک کئی کتابیں لکھیں جو منظر عام پر آتے ہی بک گئیں۔ برسوں پہلے ایک تاریخی ناول یہ کس کا لہو ہے کون مرا اور اس کے بعد پانچ جلدوں پر مشتمل کشمیر کا سیاسی انقلاب تحریکی دستاویز کی بدولت وہ کافی شہرت پا چکے ہیں اور ایک مستند قلمکار کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ لہٰذا جو بھی کتاب شائع کی ہاتھوں ہاتھ لی گئی۔

سیکس پولیوشن کی اشاعت تک ان کی آٹھ کتابیں شائع ہوئی روزمرہ کی زندگی میں پیش آئے حالات واقعات اور حادثات پر مختلف موضوعات کو لے کر ان تصنیفات میں نڈر تا، بے باکی اور جرات مندی کا مظاہرہ قلم کا بے باکانہ استعمال نہ ڈر نہ خوف، بس اپنے مشن کی آبیاری اس پر ان کا جوش و جنون۔

ان میں ان کی حقیقت پسندی کا ادراک صاف جھلکتا ہے۔ جب کشمیر میں نامساد حالات پیدا ہوئے اور یہاں عسکری تحریک کے دوران عوام کو جن حالات سے گزرنا پڑا۔ اس پورے دور کو اپنی کہانیوں میں ڈھال کر ہمیشہ کے لیے زندہ جاوید بنا دیا۔ انہوں نے حقیقی حالات اور واقعات کو افسانوی روپ دے کر مکمل افسانہ نگار ہونے کا ثبوت فراہم کیا ہے۔

شبنم قیوم کا پہلا افسانوی مجموعہ ایک زخم اور سہی جس کا پہلا ایڈیشن 1970 میں شائع ہوا تھا۔ جبکہ اس کا جدید ایڈیشن جون 2015 میں شائع ہوا ہے۔ اس مجموعہ میں کل پانچ طویل افسانے "دسہرہ کی سیتا"، "دکھتی آنکھیں"، "خون آگ اور دھواں"، "جہاں انسان دفن ہے" اور "دیوی دیوتا" شامل ہیں۔ اس میں شامل دو افسانوں دکھتی آنکھیں اور جہاں انسان دفن ہے کو ڈرامائی روپ بھی دیا گیا ہے۔ ان کا دوسرا افسانوی مجموعہ نشانات اگست 2010 میں شائع ہوا۔ اس مجموعے میں کل 16 افسانے شامل ہیں۔

شبنم قیوم کا تیسرا افسانوی مجموعہ آزادی کی تلاش جون 2015 میں شائع ہو کر منظرِ عام پر آیا ہے۔ اس مجموعہ میں 13 افسانے شامل ہیں جن کو تین زمروں میں تقسیم کیا گیا ہے یعنی پہلے

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

زمرے میں افسانے، دوسرے زمرے میں مختصر افسانے، اور تیسرا زمرہ طویل افسانوں پر مشتمل ہے۔اس مجموعے میں جتنے بھی افسانے ہیں وہ کشمیر کے مسائل کی حقیقی حالات و واقعات پر مبنی ہے۔اس سلسلے میں ڈاکٹر قدوس جاوید لکھتے ہیں۔

شبنم قیوم نے اپنے افسانوی مجموعہ آزادی کی تلاش میں یوں تو ریاست میں 1990 سے 2013 تک آنے والی سیاسی سماجی ثقافتی اور معاشی تغیرات کے کسی نہ کسی پہلو کو افسانہ کے قالب میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔ہر افسانہ فنی اعتبار سے افسانہ کہلانے کا سزاوار تو ہے ہی لیکن اس کے ساتھ ہی ہر افسانہ فسانہ سے زیادہ سچائیوں کا جیتا جاگتا مرکب بھی ہے ان سچائیوں سے ہر شخص واقف ہے اور بالواسطہ یا بلاواسطہ ایسی سچائیوں کا سامنا کرتا رہا ہے۔

میرا شبنم قیوم کے ساتھ اس دور میں قریبی رابطہ رہا۔وہ تجربات اور مشاہدات کو لے کر حالات، واقعات اور حادثات پر ایک کے بعد ایک افسانہ لکھتے ،مجھ کو دکھاتے اور پڑھ کر بھی سناتے میں نے ان کے کئی افسانوں کے فوٹو سٹیٹ کرائے ۔تحریک آزادی کے دور کے درجن بھر افسانے جن میں برات جنازے کی، قربانی، امانت سزائے بالجبر، لہو پر لگا داغ، آزادی کی تلاش، وقت کے تھپڑے اور لاجواب وغیرہ بظاہر مختلف موضوعات پر مشتمل کہانیاں ہیں ۔البتہ حقیقت میں یہ کشمیر میں بھیانک دور کی تاریخ ہے اور اس تاریخ کے ابواب اس دور کی یہ کہانیاں ہیں ۔ایک کے بعد ایک جب میں نے یہ افسانے پڑھے دل بہت رویا آنسو آنکھوں سے بہے سچ تو یہ ہے کہ ان افسانوں کو پڑھ کر دل کترا جاتا ہے۔کلیجہ مسوستا ہے۔دماغ ماوف ہو جاتا ہے اور آدمی بڑا دلگیر ہو جاتا ہے۔ان افسانوں کے کرداروں پر جو عوام سے لیے گئے ہیں۔ان کے مقدر پر افسوس ہوتا ہے ان افسانوں میں آزادی کی تلاش نام کا افسانہ پڑھ کر میں نے انہیں تجویز دی کہ جب آپ ان افسانوں کو مجموعہ کی صورت میں شائع کرائیں گے تو کتاب کا نام آزادی کی تلاش رکھنا کیونکہ حالات بتا رہے ہیں اب ہمیں اتنی ساری قربانیوں کے باوجود آزادی کی صرف تلاش رہے گی انہوں نے میری یہ تجویز قبول کر لی۔

سچ تو یہ ہے کہ جن موضوعات پر شبنم قیوم افسانے لکھتا رہا انہیں موضوعات پر میں شاعری کرتا رہا۔ان کی نثر اور میری نظم میں موضوعات کی مماثلت رہی، اسی طرح ہم ایک جیسے موضوعات

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

پر ادب اور شاعری تخلیق کرتے رہے۔ شبنم قیوم سے میرا ایک ڈیڑھ ماہ کا رابطہ ٹوٹ گیا۔ جب دل نہیں مانا تو میں ان سے ملنے ان کی رہائش گاہ پر آیا حالانکہ میں کمر کے درد میں مبتلا تھا۔ یہاں آ کر خود کو کوسا کہ میں نے پہلے فون کر کے رابطہ کیوں نہ کیا، کیونکہ شبنم قیوم کہیں چلے گئے تھے۔ بھابی نے اندر آنے کو کہا لیکن میری حالت دیکھ کر مجھے لان میں کرسی پر بٹھا دیا خود چائے بنانے گئی تو میں نے منع کیا بھابی نے بتایا وہ کوئی نیا مسودہ لکھ رہے ہیں آج کل اسی میں ڈوبے رہتے ہیں۔ کچھ دیر تک یہاں ٹھہر کر میں واپس گھر آیا صبح سویرے شبنم قیوم میرے ہاں آ گئے اور وہ مسودہ دکھایا جو وہ آج کل لکھ رہا ہے۔ یہ موجودہ حالات واقعات اور حادثات پر ان کے ناول کا مسودہ تھا۔ اس کا عنوان ہے ''پچھتاوا'' میں نے یہ مسودہ پڑھنے کے لیے رکھا اگر چہ ابھی رف میں ہی ہے۔
موجودہ ترقی یافتہ سائنسی اور جسمیں روزانہ نت نئے ایجادات ہو رہی ہیں۔ ٹی وی کے نت نئے ماڈل، ٹی وی کی پرائیویٹ چینل، کمپیوٹر، لیپ ٹاپ، موبائل فون اور اس فون کے ذریعے دیگر سہولیات، ٹی وی کی مختلف چینلوں کے سبب گھر گھر سینما گھر بلنے، گھر گھر فحاشی پہنچنے کے ذرائع سائنسی ترقی کے مثبت اور منفی پہلو کو لے کر ناول پچھتاوا کا موضوع اپنی نوعیت کا اہم موضوع ہے جس کو شبنم قیوم نے اپنے ناول میں سمویا ہے۔

اس ناول کی تھیم کو اگر ہم سیکسی اور جنسی پیرائے میں لے لیں تو شبنم قیوم، سعادت حسن منٹو اور عصمت چغتائی کے ہم پلہ آجاتے ہیں۔ البتہ پچھتاوا کو لے کر شبنم قیوم نے حقیقی کرداروں کو لے کر جو موضوع لیا ہے اس میں ہمیں ان کے اس قسم کا ناول لکھنے کا مقصد بخوبی اجاگر ہوتا ہے۔ یعنی وہ عوام کو موجودہ زمانے کی ترقی میں سائنسی ایجادات کا ناجائز استعمال سے خبردار کرتے ہیں اور اس کے منفی پہلوؤں کو لے کر مالی اور جانی نقصانات سے آگاہ کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ ناول ایک سبق آموز شاہکار ہے جیسا کہ سبھی جانتے ہیں شبنم قیوم ادیب افسانہ نگار، ناول نگاہ، ڈرامہ نگار کے ساتھ تاریخ نویس بھی ہیں۔ بے شک انہوں نے پانچ جلدوں پر مشتمل کشمیر کا سیاسی انقلاب لکھ کر ایک ایسا تاریخی کا کارنامہ انجام دیا جو اپنی مثال آپ ہے۔ اس دستاویز کو کشمیری قوم پر ان کا احسان مانا گیا۔ ہاں اس کے ساتھ شبنم قیوم ایک صحافی بھی ہیں۔ شبنم قیوم نے بحیثیت مدیر اعلی ڈیلی قومی وقار صحافت میں بھی اپنا لوہا منوایا اور آپ نے اس اخبار کو صحافتی دنیا کا منفرد اخبار بنایا۔

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

شبنم قیوم اور اس کا فن

○ پروفیسر خورشید عالم:

بقول قمر اعظم ہاشمی آفتاب کو طلوع ہوتے دیکھ کر آپ اپنی آنکھیں بند کر لیں اور یہ سمجھیں کہ سورج ابھی طلوع نہیں ہوا ہے تو یہ اس شائع نور کا قصور نہیں قصور سراسر آپ کا ہے۔ حقیقت زیادہ دنوں تک جھٹلائی جاسکتی ہیں۔ ممکن ہے لیکن پھر ان کا پوری شدت کے ساتھ ابھرنا بھی متعین ہے غالب پر اس کے عہد نے کیچڑ اچھالی تو غالب پر اس سے کوئی فرق نہیں پڑا۔ غالب ابھرے اور پوری شدت سے ابھرے اس سے پہلے نظیر اکبر آبادی کو بورژ دوا طبقے نے میدان شاعری سے دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکا تو اس سے نظیر زیادہ عرصے تک دبے نہ رہ سکے۔ زمانہ آیا اور وہ ہاتھوں ہاتھ اٹھائے گئے۔

ہمارے ہر نئے ادیب کے ساتھ کم از کم یہی سلوک کیا جارہا ہے۔ لیکن وہ ابھر رہے ہیں اور اپنے بل بوتے پر ابھر رہے ہیں۔ سرزمین کشمیر کے ایک قلمکار، ادیب، دانشور کے بارے میں بھی ہمیں ایسے حالات کا اظہار کرنا پڑا ہے۔

شبنم قیوم نے فروری 1938 میں کشمیر کی حسین وادی میں ڈلگیٹ کی اس سرزمین پر جنم لیا ہے جس کے بارے میں عام لوگوں کا خیال ہے یہاں کی اب وہوا ادب اور شاعری کو خوب راس آئی ہے۔ کیونکہ کشمیر میں دوسرے علاقوں کی نسبت ڈل گیٹ نے قلمکاروں کی کثیر تعداد اردو اور کشمیری ادب کو دی ہے۔ اپنے ہم عصر لکھنے والوں میں شبنم قیوم کم تعلیمیافتہ ہے، مگر اوروں کی نسبت اس نے بہت زیادہ لکھا ہے اور خوب لکھا ہے۔ 1957 سے وہ مسلسل لکھ رہا ہے اس وقت

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

کم وبیش درجن بھر کتابوں کا وہ لیکھک کر رہا ہے۔ مصنف کا لفظ میں جان بوجھ کر یہاں استعمال نہیں کر رہا ہوں۔

شبنم قیوم ایسا فنکار نہیں جس کو یہ فن ورثے میں ملا ہو۔ لیکن اس کے خاندان میں ادیب، شاعر، صحافی اور ڈرامہ نگار سب ہی موجود ہیں۔ اپنے پرائے لکھنے والوں کو اس کی تعلیم اور تحریر دیکھ کر یقیناً حیرت ہوتی ہے اور یہی حیرت ان کو اس کا رقیب بھی بناتی ہے۔ شبنم قیوم کی اپنی علیحدہ دنیا ہے جہاں وہ بالکل تنہا ہمارے لیے کہانیاں لکھتے لکھتے خود ادبی رقیبوں کے لیے کہانی بن جاتا ہے۔ وہ فنکار پیدا ہوا ہے اس کا اعتراف ملک کے کئی نقادوں نے کیا ہے۔ سید احتشام حسین نے بھی اس کے کمال فن کا اعتراف اپنے ایک خط میں کیا ہے۔ آل احمد سرور اور محمود الحسن ہاشمی نے ان کے در پر حاضر ہو کر ان کے فن کی داد دی ہے۔ شبنم قیوم کی زندگی بہت سے نشیب و فراز سے گزری ہے۔ حیات کی پیچ در پیچ اور دشوار گزار راہوں کو اسے طے کرنا پڑا۔ کبھی اس وسیع صحرائے حیات میں مدتوں تلاش آب و دانہ میں بھٹکتے رہے اور کبھی جو منزل پر پہنچے تو ان کی منزل اور آگے بڑھ گئی۔ زندگی کی انتھک کٹھن اور جاں گسل ساعتوں سے گزر کر کتنے ہی سخت لمحات کے کڑے کاٹ دیے۔ آفات و صدمات کی بھیانک موجوں کا مقابلہ کر کے تشکیک کی انگنت تاریک گھڑیوں میں گر کر آزمائشات کے نہ جانے کتنے مرحلوں کو طے کر لیا۔

شبنم قیوم ایک دردمند دل رکھتا ہے۔ طبیعت کا سادہ اور معصوم ہے۔ خلوص نرمی اور اپنا پن اس میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ خودداری اور احساس دونوں ہی لمحے اس کے ساتھ ہیں۔ ان کی تخلیقات میں درد اور تڑپ ہے۔ زندگی کی گہرائیوں پر ان کی گہری نظر ہے۔ فطرت انسانی سے وہ بخوبی واقف ہے۔ اس لیے کہ اس نے زندگی کی تمام زہرناکیوں، تشنگیوں اور تلخیوں کو بڑے صبر اور سکون سے اپنے اندر سمو لیا۔ اس نے احساس کے جسم پر نہ جانے کتنے زخم کھائے لیکن انسانیت کے رستے ہوئے ناسوروں کی خاطر اپنے درد کو پس پشت ڈال دیا۔ وہ انسانیت سے شدید محبت کرتا ہے۔ اس کو اپنے ماحول کی بے چارگی، بے بسی، پریشانی اور افلاس کا شدت سے احساس ہے اور افسردہ ماحول میں وہ اکثر انسانیت کی روح کا متلاشی بھی نظر آتا ہے اور اس کے لیے صدا بلند کرتا بھی ہے۔ وہ فریب دینا بھی خوب جانتا ہے۔ جب کبھی دشمنی پر اتر آتا ہے تو اس وقت ساری

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

انسانیت کو بھول جاتا ہے جو اس عہد کے انسان کی ایک نمایاں خصوصیت ہے۔ تعصب اور تنگ ناظری نے کبھی اس کو چھوا بھی نہیں ہے۔ جھوٹ بھی اگر بولے گا تو اس طریقے سے کہ آپ کو اس کی حقیقت سے انکار نہیں ہوگا۔ اس کی دو تین تخلیقات پڑھ کر اگر منہ پھیر لیا جائے تو یہ اس کا قصور نہیں کسی چیز کے صحیح علم کے لیے گہرا مطالعہ شرط ہے۔ اس شخص سے ہنسی کا مطالبہ جس کا دل زخموں سے چور اور دماغ آرام سے ماوف ہو خود غرضی نہیں تو اور کیا ہے وہ اکثر سوچتا رہتا ہے اور سوچ کر گہرائیوں میں وہ اتنا ڈوب جاتا ہے جہاں وہ ایک دیوانہ سا لگتا ہے اور سوچوں میں اکثر ڈوبے رہنے کا اعتراف اس نے خود کیا ہے۔ میری نظروں میں ایک اٹو گراف بک گزرا ہے۔ جس میں ملک کے نامور فنکاروں اور سیاست دانوں میں شبنم قیوم کا اٹوگراف ان الفاظ پر مشتمل ہے۔

جب مجھے یہ اٹو گراف پیش کیا گیا تو میں سوچنے لگا میں اس پر لکھوں تو کیا لکھوں میں سوچتا ہی رہا اس لیے کہ سوچنا میرا عظیم مشغلہ ہے۔ اس کی بدولت میں کچھ پاتا ہوں اور کچھ کھوتا ہوں۔۔۔۔ دستخط۔

شبنم قیوم میدان ادب میں اس وقت اترا جب اس کی عمر صرف 20 سال کی تھی۔ 35 سال کی عمر میں اس نے تیسرا ناول لکھا زندگی اور موت اس کا اولین ناول ہے جو جذبات کی گہرائی یقین کی روشنی اور انقلاب پسند رومانیت کے ساتھ ایک دلچسپ ناول ہے۔ اس ناول کے کرداروں کی غیر معمولی مقصدیت اور ان کا انقلابی جوش وخروش دل پر اثر کیے بغیر نہیں رہتا۔ اس ناول میں اس کے بلند خیالات اس کے فن کی پختگی خاص طور پر ظاہر ہے۔ بین الاقوامی مسائل میں قومی رنگ کو نبھاتے ہوئے اس نے انسانیت کی بنیادی صلاحیتوں پر نظر رکھی ہے اور ایسے کرداروں کو ابھارا ہے جن کی داخلی کشمکش باریک سی باریک نفسیاتی کیفیتوں کے ساتھ قاری کے سامنے آجاتی ہے۔ زندگی اور موت کے بعد انہوں نے کئی افسانے دو ناولٹ زبردست تحریر میں لائے اُن کے مطالعہ سے بخوبی پتہ چلتا ہے کہ اس نے زندگی کے مزاج کو سمجھنے کی پرخلوص کوشش کی ہے۔ انسانی فطرت کی بوقلمونی، اس کے تضاد، ضروریات اور چھوٹی بڑی الجھنوں کو جس طرح اس نے پیش کیا ہے وہ محض دلچسپ ہی نہیں بلکہ بصیرت افروز بھی ہے۔ اس کی ناول نگاری اور افسانہ نگاری کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ کرداروں کے اعمال کو خیر وشر، نیکی اور

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

بدی یا سود و زیاں کے پیمانے سے ناپنے کا قائل نہیں ہے۔اس کی کہانیوں میں تلوار کی سی تیزی، آبگینے کی سی نزاکت اور شبنم کا سا حسن ہوتا ہے۔اس کی حقیقت پسندی میں زندگی کے گریزاں لمحات کو فن پاروں میں اسیر کر لینے کی صلاحیت زندگی کی وسعتوں کو سمیٹ لینے کا رجحان متاثر کن ہے۔اس کے یہاں زندگی کے پراسرار دھندلکوں اس کی پہنائیوں اور سرچشمے کا کھوج لگانے کی آرزو مچلتی ہوئی نظر آتی۔ہے شبنم قیوم بڑا حقیقت پسند ہے زندگی کے حقائق سے آنکھیں چرانا خواہ وہ کتنے ہی تلخ کیوں نہ ہو اس کی فطرت سے بعید ہے۔زندگی کے متعلق اس کا نظریہ بڑا صالحہ اور صحتمندانہ ہے اور اسی بنا پر اس کے یہاں خالی رومان اور خیالی عشق کے ڈھوکے سلے جو مریضانہ ذہنیت کو جنم دیتے ہیں، مطلق نہیں ان کی کہانیاں دیکھے تو ان میں انفرادیت کی جھلکیاں جگہ جگہ نظر آئیں گی اور یہ بات کسی ادیب کے فن کے لیے استحکام کی دلیل رکھتی ہے۔اس کی فطرت کا تیکھا پن، مزاج وارفتگی اور طبیعت کا بانکپن ان کی شخصیت کے ایسے جوہر ہیں جو فنی پختگی کی جلا کر کہانی کی تقلیدی فضا کو تاریکی میں بھی بڑی اب و تاب دکھاتے ہیں اور اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ روایت اور انفرادیت کا اس کے ہاں متناسب وہ متوازن امتزاج پایا جاتا ہے۔اسے ہم جنوں اور جنون اور شعور کی صحیح امیزش بھی کہہ سکتے ہیں۔انہوں نے ہر کہانی کے بنیادی کردار میں ایسی خصوصیت ابھاری ہے کہ پڑھنے والا چونکہ بغیر نہیں رہ سکتا اس کی افسانہ نگاری ملک کے متوسط طبقے کے مجرم مجبور اور مفلص ضمیر کی فریاد ہے۔اسے ہمارے اس ماحول کی بیچارگی، بے بسی، اضملال، پریشانی اور تنگدستی کا شدت سے احساس ہے۔وہ تھکے افسردہ ماحول میں انسانیت کی رمق کی خاطر شدید صدائے احتجاج بلند کرتا ہے۔ان کی کہانیوں کے گہرے مطالعے سے ان کی تحریر صفحہ قرطاس پر ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے تازہ گوشت کے خون آلود لوتھڑے پڑے ہوں۔اس کی واضح مثال لنکا کو جلا دو میں نفسیاتی ردِ عمل کی تصویروں کے علاوہ ذہنی آسودگیاں اور جنسی بے راہ رویاں ہیں جو مختلف جگہوں پر بڑی خوبی سے متشکل کی گئی ہیں۔جس دیش میں جہلم بہتا ہے ناول میں بیک وقت کشمیر کے حسن اور خوبصورتی میں اس کی مفلسی، بے کسی کا اظہار کر کے کرداروں کی بے قدری کی نشاندہی کی گئی ہے۔جس سے کشمیر کو جاننے اور سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔بقول پروفیسر عبدالقادر سروری، پروفیسر خورشید عاصم:

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

شبنم قیوم اس زمانے کی حرکت کو دیکھتا ہے اور اس کی ضرورت کو بیان کرتا ہے وہ اس دور کے مادی وسماجی حقائق کا باریک بین مبصر ہے۔ان کے پاس حسن ادراک، تشکیک، تخلیقی پیش بنتی، یادیں، حقائق کا ایمان اور ہر قدر کی خاموش قدر شناسی کے عناصر موجود ہیں اور یہی عناصر ان کو ایک مکمل فنکار بناتے ہیں۔ان کی افسانہ نگاری کی عمر مختصر ہے اور اس مختصر سے عرصے میں وہ اپنے افسانوں کے لیے براہ راست زندگی سے مواد حاصل کرنا اور فن کو جلا بخشنے کے لیے لگاتار محنت دلچسپی اور لگن سے یہ سفر طے کر رہا ہے۔ان کے اپنے تجربات ومشاہدات نے اس کو اس بڑے شعور سے ہم آہنگ کر دیا جس میں نبض گیتی کی دھڑکن سنائی دیتی ہے۔اس کے افسانوں کے کرداروں کی اپنی اپنی دنیا ہے وہ فیصلے دوسروں پر نہیں چھوڑتا اپنے اچھے برے جیسے بھی ہوں، فیصلے اور پسند و ناپسند اس کی اپنی ہوتی ہے ان کے فیصلوں سے اختلاف ممکن ہے لیکن ایک عام قاری بھی ان کے ان افسانوں میں وقت کی بے راہ روی، ذہنی کشمکش، بھوک اور پیاس کو محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ان کے کردار زندہ کردار ہیں وہ اپنی دنیا خود بناتے اور بگاڑتے ہیں۔شبنم قیوم کو کہانی لکھنے کے فن پر قدرت تامہ حاصل نہیں ہے لیکن ایسے معمولی واقعات اور حادثات جو ہمارے اور آپ کی نظروں کے سامنے سے اکثر بیشتر توجہ کیے بغیر گزر جاتے ہیں ان کے پاس پہنچ کر واقعہ معجزے بن جاتے ہیں۔اس کی تازہ مثال زخمی معجزے ہے۔

شبنم قیوم زیادہ تر طویل افسانے لکھتے ہیں۔اس کے طویل افسانوں کے بارے میں سید احتشام حسین کا لطیفہ جب بھی میں اس کا کوئی نیا افسانہ پڑھتا ہوں، یاد آتا ہے۔احتشام صاحب ایک روز ان کے ہاں کھانا کھا رہے تھے جب انہوں نے ایک کے بعد ایک سالن آتے دیکھا تو شبنم قیوم صاحب سے فرمایا اس کی کیا ضرورت ہے یہ تو بہت ہے۔

شبنم قیوم نے ازراہ مہمان نوازی جواب دیا۔یہ تو ہم نے مختصر بنایا ہے احتشام صاحب بے ساختہ بول اٹھے ارے یہ مختصر ہے یہ تو طویل افسانہ ہے۔

شبنم قیوم کا فن اس کے قلم کی نوک پر سیاہی کے قطرے میں ہوتا ہے۔وہ کہانی لکھنے کا موڑ زبردستی اپنے اوپر طاری نہیں کرتا نہ ہی گھنٹوں بیٹھ کر پلاٹ کا تعین کرتا ہے۔وہ باتوں باتوں

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

میں کہانی کو جنم دیتا ہے۔وہ مسائل حیات میں چلتے پھرتے مواد اکٹھا کرتا ہے۔اس نے ملک اور قوم کو ہر پہلو سے دیکھا ہے اور سماج کی خامکاریوں کا خوب تجربہ کیا ہے۔اس کی تخلیقات میں سیاسی، معاشی، معاشرتی تبدیلیوں کا عکس پوری طرح نمایاں ہے، وہ انقلاب پسند ہونے کے ساتھ اصلاح پسند بھی ہیں۔اس کی مثال پرانی ڈگر نئے قدم میں ملتی ہے۔ بظاہر اس ناول کا موضوع غنڈا گردی کا وہ دور ہے جب جمہوریت کا خون ہورہا تھا۔مگر حقیقت یہ ہے کہ اس کا موضوع جنس اور صرف جنسی ہے لیکن مصنف صرف جنسی بصیرت کا مظاہرہ نہیں کرتا وہ اپنے کرداروں کو صرف جنسی چولا پہنا کر ہم سے متعارف نہیں کرتا بلکہ وہ جنسی نفسیات کی کسوٹی پر اس کردار کو پرکھتا ہے جس سے صرف کردار ہی نہیں حالات وواقعات بھی متاثر ہوتے ہیں۔اس نے جنس کے ہر معاشرتی اور نفسیاتی پہلو کو اس ناول میں اپنا موضوع نہیں بنایا بلکہ اس نے اس دور پر ایک بھرپور تھپڑ اور ایک زوردار تازیانہ لگایا ہے جس میں نہ صرف شریف عورتیں اپنی عزت محفوظ نہیں سمجھتی تھیں۔بلکہ خوبصورت مرد بھی اپنے گریبانوں میں منہ ڈالا کرتے تھے اس ناول کو جو انفرادیت حاصل ہے وہ مسلمہ ہے۔اس ناول میں سماج کی نت نئی مگر مذموم باتوں کی دھجیاں اُڑائی گئی ہیں۔قوم پر تازیانے لگائے ہیں اور وطن کی حمیت کو جھنجوڑا ہے۔

اس نے قومی تہذیب کے اجڑتے اس کے وقار کو گرتے اور اس کی آن پر دھبہ لگتے دیکھ کر ایک ایسی چیخ ماری جس میں زلزلہ کی سی قوت موجود ہے۔اور یہی چیخ پرانی ڈگر نئے قدم کہلاتی ہے ایسی ہی ایک اور چیخ اس نے اپنے دوسرے ناول "چراغ کا اندھیرا" میں بھی لگائی ہے مگر اس میں انہوں نے سماج کے غنڈوں قوم کے لیڈروں اور ملک کے دشمنوں کے بجائے حاکموں اور سیاسی ٹھیکیداروں پر ایسی ضربیں لگائی ہے جو متاثر کن ہیں۔اس ناول کے موضوع کے حقیقی ہونے کا ہر ایک کو اعتراف ہے۔

ناول کی کسوٹی پر جب ہم شبنم قیوم کے ناول یہ دیکھنے کے لیے پرکھتے ہیں کہ آیا یہ اس کسوٹی پر پورے اترتے ہیں یا نہیں تو ہمیں بیک وقت ہاں اور نا کرنا پڑتا ہے۔ ہاں اس لیے کر رہے ہیں کہ شبنم قیوم ناول کے فن سے پورا واقف ہے اور اس کا ہر ناول زندگی سے بھرپور ہے اس میں ایسی کمزوریاں بھی جھلکتی ہیں جو بری طرح کھٹکتی تو نہیں لیکن اس کے فن پر اپنا اثر ضرور

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

ڈال رہی ہیں۔شبنم قیوم کی ناول نگاری اور افسانہ نگاری کے بارے میں ضیاء عظیم آبادی نے ایک مقالے میں لکھا ہے۔

شبنم قیوم ناول نگار افسانہ نگار پیدا ہوئے ہیں۔ان کو اس صنف سے فطری مناسبت ہے اور اس کا اندازِ تحریر بتا رہا ہے۔وہ بلاشبہ مستقبل کے عظیم ناول نگار اور افسانہ نگار ثابت ہوں گے۔وہ قاری کی سطح پر آ کر نہیں بلکہ قاری کو اپنی سطح پر لا کر رکھتے ہیں۔ان کے ناول اور افسانے میں کہیں بھی ناسمجھ لوگوں کو خوش کرنے کی کوشش نہیں ملتی بلکہ ان کے ہر قدم پر بلندی کا احساس ہوتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا فنکار بالغ نظر ہے، اپنے پہلو میں دردمند دل رکھتا ہے اور جیتا جاگتا مرقع پیش کرنے کی فکر میں رہتا ہے۔اس میں شک نہیں کہ شبنم قیوم کا قلم ابھی رُک رُک کر چلتا ہے۔اس میں تلوار کی سی کاٹ نہیں آنے پائی ہے۔

شبنم قیوم کشمیری ہیں کشمیریوں کا اپنا مزاج اور کلچر ہے وہ نہ دوسروں پر اپنی روایات کا بوجھ لادنا چاہتے ہیں نہ خود کسی کی روایات کے احترام میں خود فراموشی کا شکار ہوتے ہیں۔ان کو سمجھنے اور جاننے کے لیے دیدہ بینا کی ضرورت ہے۔دور سے نظارہ کرنا فیضیاب نہیں کر سکتا ہے۔ جن لوگوں نے اب تک یہاں کی روایات اور ماحول پر قلم اٹھایا ہے۔انہوں نے اس کا نظارہ دور سے کیا ہے اس لیے کسی کی تخلیق میں صحیح کشمیر دکھائی نہیں دیتا۔ایمل شولا نے بتایا ہے۔ناول کی صحیح تعریف یہ ہے کہ وہ جس عہد میں لکھا جائے اس عہد کی جیتی جاگتی تصور نظر کے سامنے کھڑی کر دے۔شبنم قیوم کے ناولوں اور افسانوں میں یہ خصوصیت بدرجہ اتم موجود ہے۔کردار نگاری کے بارے میں بھی شبنم قیوم ایک کامیاب ناول نگار کہلانے کا مستحق ہے انہوں نے جو کچھ بھی پیش کیا ہے حقیقت پر مبنی ہے۔

شبنم قیوم آدرش واد کا نعرہ لگانے والوں میں نہیں ہے۔وہ ایک حقیقت پسند کا فنکار ہے۔اس کے یہاں سچائی گام گام پر اپنے جوہر دکھاتی ہے۔وہ زہر کو قند کہہ کر معاشرے کی گندگی بڑھانا برداشت نہیں کرتے بلکہ ایک مخلص معالج کی طرح پہلے ہی قدم پر رہنے والے ناسور کا سدِ باب کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

ہمارے ادب میں شخصیت پرستی کی وبا بڑے زوروں سے پھیلتی جا رہی ہے من قول کی

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

عظمت نے ما قال کی اہمیت کو تقریبا معدوم کر دیا ہے۔حالانکہ ادب زبان ومکان اور اشخاص سے ہمیشہ بالا رہا ہے۔اگر ایسا نہ ہوتا تو اس کی ابدیت اور آفاقیت کبھی مسلم نہیں ہو سکتی تھی۔ہمارے نقاد جب بھی اشہب قلم کی جولانیاں دکھاتے ہیں تو داؤ پیچ سے آگے نہیں بڑھتے اور وہ صرف بڑے بڑے ناموں کے گرد گھومتے دکھائی دیتے ہیں۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ان قدیم و جدید ادیبوں اور شاعروں کے جواہر پاروں کو منظرِ عام پر لایا جائے جو غیر معمولی فنکارانہ صلاحیتوں کے باوجود گوشہ گمانی میں پڑے ہوئے ہیں۔شخصیت پرستی اور ناقدری نے ملک کے کتنے ہی قابل جوہروں کو شہرت دوام اور قدر عام سے محروم کر دیا ہے۔

شبنم قیوم ہندوستان کا ابھرتا ہوا فنکار ہے ایڈیٹر نگارش امرتسر مہندر باوا نے ان کو کشمیر کا اے حمید لکھا ہے۔ان کے فن کو ایک لمبے عرصے تک نظر انداز کرنے کے بعد خوش قسمتی سے اب کئی جانب سے انہیں سمجھنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔اور توقع کی جاتی ہے شبنم قیوم اردو ادب میں جلد ہی وہ مقام حاصل کرے گا جس کا وہ صریحاً مستحق ہے۔

ماہنامہ مزاج بھوپال مارچ 1967

❖❖❖

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

نامور فکشن نگار، شبنم قیوم کے ساتھ

ایک یادگار ملاقات

○ ریسرچ سکالر۔ شکیل احمد کسانہ

ایک روز صبح سویرے میں نے فون پر شبنم قیوم سے ملاقات کے لیے وقت مانگا انہوں نے جواب دیا جب جی چاہے آجانا، دن کو دفتر میں صبح شام گھر پر موجود ہوں میں نے اگلے روز اتوار کی صبح نو بجے کا وقت دیا ظاہر ہے یہ ان کی رہائش گاہ پر ملاقات کا عندیہ تھا۔ حسب پروگرام اگلے روز میں ان کی رہائش گاہ پر حاضر ہوا تو اندازہ کر لیا وہ میرے انتظار میں ہیں۔ آؤ بھگت کر کے انہوں نے مجھے اپنی رہائش گاہ کی بیٹھک میں لایا اور ہم سے ملاقات کا مدعا معلوم کر لیا۔ میں نے اپنا مدعا بیان کیا میں آپ سے آپ کے ادبی سفر کی جانکاری حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس میں پر انہوں نے فرمایا۔

میرے تخلیق کار ہونے اور میرے ادیب ہونے میں میری علمی صلاحیت اور قابلیت کا بالکل کوئی عمل دخل نہیں۔ میں کوئی زیادہ پڑھا لکھا بھی نہیں۔ میرا گھریلو ماحول بھی علمی اور ادبی نہیں۔ میں نے اب تک جو کچھ لکھا ہے اور جیتے جی جتنا کچھ لکھوں گا اس میں اول اور آخر قدرت کی دین شامل ہے۔ میرا یہ ماننا ہے قدرت کو ہم سے علمی ادبی تاریخی اور تحریکی طور قلمی کام لینا مقصود تھا۔ لہذا پیدا کر کے اور دنیا میں لا کر مجھے قلمکار کے سانچے میں ڈال کر وہ کام لیے جو ہم سے لینا چاہتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ مجھے خود بھی معلوم نہیں میں رائٹر، ہسٹارین اور جرنلسٹ کیسے بنا اس پر طرہ

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

یہ کہ میں نے ان تینوں سبجیکٹ میں ایک ریکارڈ قائم کیا۔میری تخلیقات پر اب تک چار ایم فیل اور دو پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کر لی گئی ہیں۔جبکہ میں خود معمولی پڑھا لکھا ہوں۔اس پس منظر میں یہ سب قدرت کی دین نہیں تو اور کیا ہے۔

آپ کے ادبی دنیا میں آنے کی شروعات کب اور کہاں سے ہوئی، میں نے دریافت کیا انہوں نے بتایا۔

میری اس وقت عمر 18 سال کی تھی جب ہلکی پھلکی کہانیاں لکھیں۔اتفاق سے مجھے ان کی اشاعت کا ذریعہ مل گیا۔اس دور میں یعنی مڈل پچاس کی دہائی میں یعنی سن 1955 سے لگ بھگ پانچ سال کے عرصے تک مقامی اردو اخبارات میں ان کے سنڈے ادبی ایڈیشن میری کہانیاں شائع ہوتی رہی، ان میں ایک اخبار روزنامہ سنسار، دوسرا ہمدرد اور تیسرا خدمت ہے۔ اخبار سنسار کے مالک اور مدیر اعلی کی رحلت کے ساتھ یہ اخبار بند ہوا۔خدمت غلام احمد کشفی سے لے کر نندلال وائل تک ادبی ایڈیشن شائع کرتا رہا۔اب یہ اخبار محض ایک پریس تک محدود رہا۔ ہمدرد جو پریم ناتھ بزاز نے شروع کیا تھا۔یہ اخبار ہمدرد غلام رسول عارف تک چالو رہا۔

برسوں بعد کشمیر سے ایک ادبی رسالہ جھرنا جاری ہوا اس کے مالک اور مدیر اعلی قاضی نصیر الدین فرخ تھے۔اس رسالے کے دوسرے شمارے سے میں اس کا سب ایڈیٹر مقرر ہوا البتہ یہ رسالہ جو کافی شہرت حاصل کر چکا تھا۔مالک و مدیر کی عدم دلچسپی کے کارن ایک سال کے اندر بند ہوا۔اس دوران میرے افسانے اور ناول شائع ہونے کا ایک سلسلہ رہا نہ صرف مقامی ملکی بلکہ پاکستان اور لندن سے بھی ان کی اشاعت ممکن ہو سکی۔

سن 1967 میں مجھے ماہنامہ نگارش امرتسر کا مدیر اعزازی کا اعزاز ملا۔ماہنامہ نگارش ہندوستان میں پاکستان کے ادبی رسالے نقوش کے ہم پلہ ہی نہیں بلکہ نقوش کے سائز میں ہر ماہ 500 صفحات میں شائع ہوتا تھا۔اس ادبی رسالے کا میں نے کشمیر نمبر مرتب کیا۔کوئی ایک ڈیڑھ سال بعد دہلی سے شائع ہونے والے رنگین اردو ڈائجسٹ عارض کا بھی مدیر اعزازی کے اعزاز حاصل ہوا جو ایک ڈیڑھ برس تک جاری رہا یہ دونوں رسالے نامسد حالات کے سبب بند ہو چکے ہیں بس اب ان کا نام باقی ہے۔

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

ان دو ادبی اور معلوماتی رسالوں کے سبب مجھے کافی شہرت ملی میرے ساتھ برصغیر کے قلمکاروں کا لیزان رہا۔ بہرحال طویل مدت کے بعد ہم نے ڈی کے کنول جو آج کل دیپک کنول کے نام سے جانے جاتے ہیں ایک ادبی اور فلمی رسالہ روبی کے نام سے جاری کیا۔ اس کو ملکی سطح پر کافی پذیرائی ملی البتہ یہ گھاٹے کا سودا ثابت ہوا لہٰذا بند کرنا پڑا۔ البتہ ادبی رسالے کا وہ کیڑا جو اندر داخل ہو چکا تھا اس نے چین سے بیٹھنے نہیں دیا۔ ہم دونوں نے روزنامہ آفتاب کے سینیئر کاتب محمد صدیق سے اس کا ادبی رسالہ کینو اس خرید کر اسے پھر سے شائع کیا۔ یہ مفت خوری کا شکار ہوا تو سال بھر کے بعد اسے بھی بند کرنا پڑا۔ البتہ ادبی سفر جاری و ساری رہا ہاں ایک بات یاد آگئی جب سرینگر کے ایس پی سکول میں میرا داخلہ ہوا اس سکول میں زیر تعلیم رہنے کے دوران میں ایک حادثے کا شکار ہوا۔ گاڑی کے ساتھ سائیکل کے ٹکر میں سائیکل کا ہینڈل میری بائیں پسلی میں گھس گیا۔ سرینگر کے ایس ایچ ایم ایس ہسپتال میں زیر علاج رہا۔ البتہ غلط ڈاکٹری تشخیص کے کارن میں ٹھیک ہونے کے بجائے ایک لاعلاج مریض بن گیا۔ سائیکل کا ہینڈل پسلی میں گھس آنے سے میری پسلی کی ایک ہڈی ڈیمیج ہوئی تھی۔ اس پر کسی نے دھیان نہ دیا مجھے ٹی بی کا مریض ڈکلیر کیا گیا نتیجہ کے طور پر مجھے گھر سے ہر ہفتے اس پسلی سے پیپ نکلوانے کے لیے ہسپتال جانا پڑتا۔ یہ سلسلہ پورے پانچ سال تک جاری رہا اس کے کارن میں ہڈیوں کا ڈھانچہ بن کر رہا۔ بالآخر میں رعناواری ہسپتال گیا وہاں میرا ایکسرے ہوا اپریشن تجویز ہوا تو یہ اپریشن نرسنگ ہوم میں کرایا۔ مجھے ہر ہفتے پیپ نکالنے سے نجات ملی۔ رفتہ رفتہ میں صحتیاب ہوا۔ البتہ تعلیم جاری نہ رکھ سکا بے کار ہو کر دکانداری کی، البتہ یہ راس نہ آئی یہاں تک کہ مزدوری بھی کی لیکن کسی جگہ ٹک نہ سکا۔ آخر کار میرے ماموں نے مجھے نوکری دلانے کے لیے ریاست کے ڈپٹی وزیر اعظم بخشی غلام محمد کے پاس لیا۔ میرے ماموں کو بخشی صاحب کے ساتھ قریبی تعلقات تھے۔ بخشی غلام محمد نے مجھے کسی محکمہ میں ملازمت دلانے کے بجائے اپنی کوٹھی پر رکھا کس عہدے پر رکھا اور تنخواہ کیا مقرر کی یہ مجھے پتہ نہ چلا البتہ پورے ایک سال تک میں بخشی غلام محمد کی سرکاری کوٹھی پر براجمان رہا۔

9 اگست 1953 کو جب شیخ محمد عبداللہ کا تختہ پلٹ کر انہیں حراست میں لیا گیا تو عوام اس کاروائی پر سراپا احتجاج ہوئے، میں بھی اس احتجاج میں شامل ہوا اس سے میں نے بخشی غلام محمد

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

کے ہاں ملازمت ترک کی۔ بخشی غلام محمد کے ہاں ایک سال کے دوران ان کے بھائی بندوں، یار دوستوں اور سیاسی گماشتوں کے کرتوت اس ایک سال کے دوران میرے مشاہدے میں جو حالات واقعات رونما ہوئے ان کو ایک کہانی میں سمو دیا۔ دو سال کے بعد اس کو کتاب کی صورت دی اس کو ناولٹ کہا گیا۔ اور یہ "پرانی ڈگر نئے قدم" سے شائع ہو کر ضائع ہوا۔ سرکار نے سارا سٹاک ضبط کر کے جلا ڈالا۔ برسوں تک مجھ پر اس کا اثر حاوی رہا اور ڈر کے ساتھ خوف بھی رہا، نا جانے اس کی پاداش میں میری ذات کے ساتھ کیا ہوگا۔

ظاہر ہے پہلے ہی مرحلے پر میرے ساتھ جو یہ واقعہ پیش آیا میں بے دل ہوا، البتہ اس دوران جو بھی کہانیاں لکھیں ان میں حقیقت کا دامن نہیں چھوڑا۔ میں نے بخشی غلام محمد کی ہی دور حکمرانی میں جب ڈاکٹر کرن سنگھ صدر ریاست تھے۔ "چراغ کا اندھیرا" کے عنوان سے ایک اور ناولٹ لکھا۔ میرے اس ناولٹ کو جو میں نے اپنے طور پر اپنے خرچے پر سرینگر میں چھپا کر منظر عام پر لایا اس کو اگرچہ ضبط نہیں کیا گیا۔ البتہ اس کو سرکار کی نوٹس میں لایا گیا۔ اس پر صدر ریاست کو سخت ایکشن لینا پڑا صدر ریاست کو نہ صرف سرینگر کی قدیم سلک فیکٹری کو دوبارہ کھولنے کے احکامات صادر کرنا پڑے بلکہ ڈپٹی کمشنر سرینگر کی سربراہی میں تین رکنی تحقیقاتی کمیشن بھی مقرر کیا گیا۔ اس کمیشن کو سلک فیکٹری گھاٹے پر چل کر بند کرانے کی نوبت کے وجوہات معلوم کرنے کی ہدایات دی گئیں۔ سلک فیکٹری دوبارہ کھلنے سے یہاں کے کاریگروں اور ملازمین میں خوشی کی لہر دوڑ گئی انہوں نے دوبارہ فیکٹری میں حاضر ہونے کے روز ایک اجلاس کا انعقاد کیا۔ مجھے ذاتی طور پر اس اجلاس میں بلا کر یہاں میری تنہیت ہوی مجھے پھولوں کا ہار پہنایا گیا۔ بظاہر مرجھا جانے والے پھولوں کا ہار بس ایک ہار تھا۔ البتہ میرے لیے ایک بڑا اعزاز تھا۔ پھولوں کا یہ ہار میرے لیے تحفہ جرات سے کچھ کم نہ تھا یہاں مجھے اس اجلاس نے میری حقیقت بیانی جرات اور بے باکی پر سرہانہ مل گئی۔ چنانچہ حقیقت بیانی، جرات مندی اور بے باکی آج تک میرے ساتھ ساتھ چلی۔

کیا دونوں ناولٹ ہمیں دستیاب ہو سکتے ہیں میں نے شبنم قیوم سے پوچھ لیا انہوں نے جواب دیا۔ ان دونوں ناولٹ کو میں دوبارہ شائع کرنے کا من بنا چکا ہوں۔ اور ان کے نسخے میرے پاس موجود ہیں بس ان کے لیے فرصت نکالنا پڑے گی۔ چراغ کا اندھیرا کے بعد آپ کی

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

کون سی کتاب شائع ہوئی میرے اس سوال کے جواب میں شبنم قیوم نے بتایا
سن 60 کی دہائی کے دوران میں نے کوئی 80 افسانے لکھے، ان میں سے بیشتر ملکی سطح کے رسالوں میں شائع ہوئے۔ ان افسانوں کی اشاعت نے یقیناً میرے فن پر ایک چھاپ ڈال دی اس چھاپ کے کارن بعض رسالوں کے مدیران اپنے اپنے ادبی رسالے کے لیے ہم سے افسانے کی فرمائش کر گئے۔ ملکی سطح پر اور وہ بھی ایک پبلشنگ ادارے سے میرا جو پہلا ناول شائع ہوا زندگی اور موت کے نام سے شائع ہوا۔ جس وقت میرا یہ ناول شائع ہوا۔ میری عمر 35 سال پار کر رہی تھی۔ اس کو ایک معیاری اور شہکار ناول مانا گیا۔ اس ناول پر کئی جانب سے ہم سے یہ سوال کیا گیا آپ نے اتنی کم سنی میں اس موضوع پر ایسا معیاری ناول کیسے لکھا۔ تم نے ناول کے لوازمات پورے کیسے کیے۔ اگر اس ناول کا موضوع اچھوتا نہیں ہوتا، حالات اور واقعات منفرد نہ ہوتے اس موضوع پر اگر کسی ادیب کی جانب سے طبع آزمائی ہوئی ہوتی، تو اسے سرقہ مانا جاتا اور شبنم قیوم پر سرقہ کرنے کا الزام لگ سکتا۔ اس بارے میں ماہنامہ نگارش امرت سر کے مالک اور مدیر اعلیٰ گیان سنگھ سے ایک روز امرتسر میں ان کے دفتر پر میری ملاقات ہوئی تو ایک کمسن جوان کو دیکھ کر حیرت و استعجاب کا اظہار کرتے ہوئے بولے میں نے آپ کا یہ ناول ایک بار نہیں بلکہ دو بار پڑھا آپ کو میں کرشن چندر اور راجندر سنگھ بیدی کے ہم عمر سمجھ رہا تھا۔ آپ تو ان کی اولاد کے برابر ہیں۔ کیسے اتنی کم عمر میں ایسا معیاری ناول لکھا ایسے موضوع پر مکمل ناول لکھنے کی دسترس کہاں سے ملی میں آپ کو شاباشی دیتا ہوں۔ ان کی شاباشی قبول کر کے کیوں اور کیسے میں انہیں کوئی جواب نہ دے سکا۔ کیونکہ میں اپنی تخلیقات کو قدرت کی دین سمجھتا ہوں۔ البتہ دوسروں کو سمجھانے کے لیے یہ کوئی سند نہیں۔ میں آپ کو بتا رہا ہوں برسوں کے بعد میرے اس ناول کے موضوع پر ایک فیچر فلم اندھا قانون بنی ہے۔ البتہ اس میں کہانی کار کا کوئی نام و نشان نہ تھا۔ اس فیچر فلم کے لیے میرے ناول سے ایڈیا کو لے کر اس کو الگ سچویشن میں اور پلاٹ میں پیش کیا گیا۔

کیا آپ نے اس فلم کے پریڈوسر سے رابطہ قائم نہیں کیا؟

میں نے اس کی ضرورت محسوس نہیں کی بلکہ اپنے کام سے کام رکھا، اس کے بعد میرا ایک اور ناول پیاس منظر شہود پر آ گیا۔ اس کی ادبی حلقوں سے بڑی پذیرائی مل گئی، دو سال بعد

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

ایک اور ناول جس دیش میں جہلم بہتا ہے منظر عام پر آیا کوئی ڈیڑھ سال کے بعد نامور ادیب کرشن چندر کے ایک منفرد اور انوکھے موضوع پر ایک کہانی ایک گدھے کی سر گزشت، پہلے قسط وار اور اس کے بعد کتابی صورت میں مارکیٹ میں ائی۔ اس انوکھے اور منفرد موضوع پر یعنی ایک حیوان کو زبان دے کر کرشن چندر نے گدھے سے جو کام لیا۔ اس کا مجھ پر مثبت اثر پڑا، میں نے من بنالیا اگر موقع اور موضوع مل گیا تو میں بھی اس پر طبع آزمائی کروں گا۔ اتفاق جانئے ایک وقت ایسا ضرور ایا جب سویت روس کے سائنسدانوں نے سپوتنک پر لائیکا نامی کتا اسمان پر بھیجا تھا کہ وہ خلا پر جاندار بھیجنے کے اثرات معلوم کرسکیں۔ میں نے اس لائیکا نامی کتے کو واپسی پر کشمیر پر اُتارا اِس کو زبان دے کر اان سے وہ کام لیا جو کرشن چندر نے گدھے سے لیا۔ البتہ میرا اور کرشن چندر کا موضوع بالکل جدا جدا رہا پلاٹ بھی الگ الگ رہا سچویشن مختلف رہی ہاں یہ ایک حقیقت ہے کرشن چندر نے مجھے ایک حیوان کو زبان دے کر ایک منفرد موضوع پر لکھنے کی تحریک دی، ورنہ میں کتے کو زبان دے کر اان سے انسان کا کام لینے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔

''کیا زندگی اور موت د پیاس، جس دیش میں جہلم بہتا ہے اور ایک کتے کی سر گزشت آپ کے پاس موجود ہے؟'' میرے اس سوال پر شبنم قیوم نے ایک لمبی آہ بھری، سر کو جھکا لیا، کچھ سوچا اور پھر میری طرف دیکھ کر بولے، یہ ایک ایسا خواب ہے جس کی کوئی تعبیر نہیں، یہ ایک ایسا المیہ ہے جو میرے ساتھ جڑا ہے۔ اس کو میں ایک حادثہ بھی مانتا ہوں وہ حادثہ جس میں انسان لٹ جاتا ہے۔ اتنا کہہ کر شبنم قیوم خاموش ہوئے چہرے سے ظاہر ہوئے، وہ پچھتا رہے ہیں میرے لیے تجسس بڑھا اور اس حادثہ یا المیہ کی جانکاری کے لیے میں بیتاب ہوا۔ انہوں نے خود ہی بتایا۔

یہ 1996 کی بات ہے میں نے اپنی فیملی کے ساتھ بوچھوارا ڈلگیٹ کی آبائی رہائش گاہ سے نقل مکانی کی، ہم نے لال نگر چھانہ پورہ جہاں میں آج اس وقت آپ کے ساتھ گفتگو میں شامل ہوں۔ یہاں ریڈی میڈ گھر خرید لیا۔ بوچھوارہ سے چھانہ پورہ شفٹ ہونے کے لیے ہم نے تمام گھریلو سامان پیک کیا، میں نے اپنی تخلیقات کتابیں، رسالے، ڈائجسٹ کے ساتھ شائع شدہ کہانیوں کے نقول، غیر شائع شدہ افسانوں اور ڈراموں کے مسودے، اہم دستاویز خطوط اور نایاب

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

فوٹو گراف نیز علمی، ادبی شخصیات کے ساتھ گروپ فوٹو اور چند اہم فائلیں تین بوریوں میں بند کر کے رکھے۔ ان کو میں نے مکان کی تیسری منزل جس کو کشمیری میں بیاری کائنی کہتے ہیں۔ یہاں پر ایک کونے میں محفوظ رکھے باقی جو گھریلو سامان برتن، بستر، ٹرنک وغیرہ تھے ان کو ایک ٹرک میں لوڈ کروا کر اپنے ساتھ چھانہ پورہ لے آئے، یہ جان کر اور مان کر جب ہم چھانہ پورہ میں پوری طرح سیٹ ہوں گے تو لٹریچر کی بوریاں اٹھا کر لے آئیں گے۔ کوئی ایک ماہ کے بعد جب میں لٹریچر یعنی اپنا قیمتی نادر و نایاب اثاثہ لانے کے لیے گیا۔ تو میری چھوٹی بہن سے مجھے یہ جانکاری ملی اس کو میں نے ردی جان کر ردی والے کو معمولی رقم میں فروخت کیا۔ یہ جانکاری میرے لیے میرے فرزند کی اچانک موت کی خبر سے کم نہ تھی۔ یہ میرے جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کی ایسی خبر تھی جس کی تلافی ناممکنات میں تھی۔ یہ صدمہ عظیم میں کیسے برداشت کرسکا۔ وہ میں ہی جانتا ہوں جب جب مجھے اس کی یاد آتی ہے میرا کلیجہ چھلنی ہو جاتا ہے۔ آج آپ نے مجھے یاد دلا دیا میرے زخم تازہ ہو گئے۔ زیادہ افسوس غیر مطبوعہ تخلیقات کا ہے۔ نیز ان ریڈیو اور ٹیلی ویژن ڈراموں کے نقول کا دکھ ہے۔ جن کو کتابی صورت میں شائع کرانے کا ارادہ کرلیا تھا۔ ان نایاب فوٹوؤں کا دکھ ہے۔ جو دوبارہ مل نہ سکیں گے۔

اس کا مطلب ہے آپ کے ان چار ناولوں کے بارے میں تفصیلات مل نہیں سکے گی۔ ظاہر ہے ان چار ناولوں کو دیکھنے پڑھنے کے بغیر آپ ان پر تبصرہ نہیں کرسکیں گے۔

اس بارے میں آپ کو ہندوستان کے ایک جانے پہچانے قلمکار ضیا عظیم آبادی کے آرٹیکل جو اپریل 1968 کے ماہنامہ نگارش میں شائع ہوا ہے۔ جولائی 1970ء ماہنامہ "تخلیق" دہلی میں اور مئی 1972ء کے ماہنامہ "پگڈنڈی" میں شائع ہوئے ہیں۔ آپ کو پڑھنے کے لئے مل سکیں گے۔ اس شرط پر کہ آپ ان سے استفادہ لیکر واپس کریں گے۔ اس سے استفادہ اٹھا سکتے ہیں۔ میں آپ کو بتا دیتا ہوں میرے یہ چاروں ناول ضیا عظیم آبادی کی وساطت سے الماس بک ڈپو سے شائع ہوئے ہیں۔ اسی ادارے سے ان کی نکاسی ہوئی ہے۔

کیا ضیا عظیم آبادی حیات ہیں میں نے دریافت کیا۔ شبنم قیم نے بتایا نہیں وہ رحمت حق ہو چکے ہیں۔ وہ جون 1960 میں کشمیر کی سیر کو آئے تھے ہم سے ملاقات کے دوران میں نے

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

دو روز کے لیے انہیں گھر کا مہمان بنایا اور رخصتی پر میں نے انہیں ایک شال بادام اور اخروٹ کے پیکٹ تحفے کے طور پر دیے، انہوں نے اس کا بڑا اثر لیا اور ہم سے تخلیقات چھپانے کا ذمہ لیا۔ میں انہیں مسودہ بھیجتا وہ اس کی کتابت کروا کر اور پروف ریڈنگ کرا کر اپنی نگرانی میں الماس بک ڈپو سے چھپا کر وہیں سے ان کی نکاسی کراتا، میرے نام پر شائع شدہ کتاب کے پانچ نسخے روانہ کراتے۔ برسوں تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اب نہ الماس رہا نہ ہی ضیا عظیم آبادی رہے۔ لہذا لکھنو جانا ہی بیکار ہے۔

''شبنم قیوم سے ملاقات'' کے دوران جو جانکاری میں نے حاصل کر لی اس کو شبنم قیوم کے ساتھ ایک ملاقات کے عنوان سے آرٹیکل لکھ کر نومبر 1998ء کے ماہنامہ ''افکار'' میں شائع کرایا۔

❖❖❖

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

شبنم قیوم بحیثیت افسانہ نگار

مقالہ

برائے ایم فل (اردو)

نگراں

ڈاکٹر نشاط احمد

شعبہ اردو

مقالہ نگار

مشرف فیاض ٹھوکر

ایم اے

شعبہ اردو اسکول آف ہیومانٹیز

حیدرآباد سنٹرل یونیورسٹی

جون ۲۰۱۴

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

پیش لفظ

ریاست جموں وکشمیر میں اردو زبان جہاں سرکاری زبان کی حیثیت رکھتی ہے وہیں اسے ریاست کے تینوں خطوں جموں کشمیر اور لداخ میں رابطے کی زبان کا درجہ بھی حاصل ہے۔ اس زبان کی لطافت ونفاست سے جہاں ہر خاص وعام مانوس ومتاثر ہے وہیں اس بات کی کوشش بھی کی گئی ہے کہ اس کی ترویج واشاعت ہو اور اس کے ذخائر میں اضافہ ہو۔اس پس منظر میں ریاست جموں وکشمیر میں اردو فکشن نگاری کی تاریخ مکمل نہیں ہوسکتی جب تک اس ریاست سے تعلق رکھنے والوں کی علمی وادبی خدمات کا جائزہ نہ لیا جائے۔ریاست جموں کشمیر میں اردو کی تقریباً ہر صنف میں ادبی تخلیقات موجود ہیں لیکن جہاں تک فکشن کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں سب سے زیادہ کام افسانے، ناول اور ڈرامے پر ہوا ہے۔دور حاضر میں اردو افسانے پر طبع آزمائی کرنے والوں میں نور شاہ، حامدی کاشمیری، جان محمد آزاد، آنند بر، ترنم ریاض اور دیپک بدکی کے علاوہ شبنم قیوم کا نام بھی قابل ذکر ہے۔دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ فکشن نگاروں کی اس کہکشاں میں شبنم قیوم کا نام نہایت احترام سے لیا جاسکتا ہے۔میں اپنے محدود مطالعے کی روشنی میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ شبنم قیوم پر ایک آدھ مضمون کے سوا کوئی تحقیقی مقالہ یا کتاب کہیں نہیں لکھی گئی اور نہ ان کے افسانوں پر تنقیدی نظر ڈالی گئی۔یہ بات ضرور ہے کہ خورشید عالم نے ماہنامہ "مزاج" بھوپال (سال اشاعت 1965ء) اور جان محمد آزاد کی تصنیف "جموں وکشمیر کے اردو لیکھن مصنفین"۔ان دونوں مضمونوں میں موصوف کی مختصر حیات اور فکر وفن کے مختلف گوشوں کو نمایاں کیا گیا ہے افسانوں پر لکھی جانی والی اکثر کتابوں یا مضامین میں ان کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ان کے فن

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

پر کھل کر لکھنے سے اکثر نقادوں نے بخل سے کام لیا ہے، اس بات کو مدِ نظر رکھ کر راقم الحروف نے ان کو اپنے تحقیقی مقالہ کا موضوع بنایا ہے، اس لیے راقم الحروف کو اپنی راہ خود تلاش کرنی پڑی۔ مقالہ کو مکمل کرتے ہوئے حتی المقدور اس بات کی کوشش کی گئی کہ مقالہ سے متعلق کوئی اہم بات چھوٹنے نہ پائے پھر بھی جیسا کہ کہا گیا ہے کہ تحقیق میں کوئی بات حرف آخر نہیں ہوتی۔ ہو سکتا ہے کہ مجھ سے بھی کچھ کوتاہی ہوگئی ہو۔ میرے مقالے کا عنوان ''شبنم قیوم بہ حیثیت افسانہ نگار ہے اس مقالے کے لئے میں نے شبنم قیوم کے دو افسانوی مجموعوں کا جائزہ پیش کیا ہے۔ مقالہ پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا باب شبنم قیوم کا اجمالی تعارف'' کے عنوان سے ہے۔ اس باب میں شبنم قیوم کے آباء واجداد، ان کی پیدائش تعلیم اور ملازمت، ازدواجی زندگی، اولاد اور اعزاز و انعامات کی تفصیل پیش کی گئی ہے۔ اور ساتھ ہی ان کی شخصیت کے اہم پہلوؤں کو بھی سامنے لانے کی سعی کی گئی ہے۔

دوسرا باب: شبنم قیوم کی علمی و ادبی خدمات سے متعلق ہے۔ اس باب میں شبنم قیوم کی تقریباً تمام طبع زاد تصانیف کا مختصر جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

تیسرا باب: جموں و کشمیر میں اردو افسانے کی روایت پر مبنی ہے۔ اس باب میں ابتداء سے دور حاضر تک ریاست میں جتنے بھی افسانہ نگار ہوئے ہیں ان کی تصانیف کا جائزہ لیتے ہوئے جموں و کشمیر میں اردو افسانے کی رفتار کو دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

چوتھا باب: شبنم قیوم کی افسانہ نگاری'' کے نام ہے۔ اس باب کو پانچ ذیلی ابواب رحصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جیسے پہلے حصے میں شبنم قیوم کی افسانہ نگاری کا مختصر تعارف، دوسرے حصے میں افسانوی مجموعہ ایک زخم اور سہی کا عمومی تعارف، تیسرے حصے میں اس مجموعے میں شامل افسانوں کا تنقیدی جائزہ، چوتھے حصے میں افسانوی مجموعہ نشانات کا عمومی تعارف اور پانچویں حصے میں ان افسانوں کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔

پانچواں باب: اختتامیہ'' کے عنوان سے ہے۔ اس باب میں ان کے افسانوں کا موضوعاتی اور تکنیکی جائزہ پیش کیا گیا ہے اور اسلوب نگارش کی اہم خصوصیات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ آخر میں کتابیات اور رسائل دیے گئے ہیں، صرف ان ہی کتابوں اور رسائل کا

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

ذکر کیا گیا ہے جو مقالہ کی تیاری کے دوران زیر مطالعہ رہے ہیں اپنے اس تحقیقی مقالے کو اختتام تک پہنچانے کے لئے مجھے بہت دشوار گزار راہوں سے گذرنا پڑا مگر خدائے عز وجل کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ جس نے مجھے نہ صرف صحت وتندرستی عطا کی بلکہ میرے راستے میں حائل ہونے والی تمام دشواریوں اور مشکلات کو بھی آسان کر دیا۔ راقم الحروف محترم شبنم قیوم کا بے حد مشکور ہے جنہوں نے اپنے ناول اور دو افسانوی مجموعے بذریعہ ڈاک سری نگر سے حیدرآباد روانہ کیے۔ اس کے علاوہ دیگر ادبی خدمات کے تراشے وزیرِ عکس کا پیاں بھی مجھے فراہم کیں۔ محترم شبنم قیوم صاحب نے تحقیق کے دوران میرا بہت ساتھ دیا۔ میں نے جب بھی موضوع سے متعلق ان سے فون پر بات کی تو وہ اپنی تمام مصروفیات کے باوجود بہت ہی محبت اور شفقت کے ساتھ میرے سوالوں کا جواب دیتے رہے۔ اس کے علاوہ جب بھی مواد کی ضرورت پڑی تو انہوں نے انٹرنیٹ کے ذریعے بھی مجھے مواد فراہم کیا۔

شعبہ اردو (حیدرآباد یونیورسٹی) کی ریسرچ کمیٹی کا بھی مشکور ہوں جنہوں نے مجھے ریاست جموں وکشمیر کی ممتاز شخصیت شبنم قیوم کے افسانوں پر کام کرنے کا موقع دیا۔ میں صدر شعبہ اردو (حیدرآباد یونیورسٹی) محترم پروفیسر مظفر علی شمیری صاحب کا مشکور ہوں جنہوں نے مجھے اس مقالے کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے اچھے مشورے دیے۔ میں محترم پروفیسر محمد انوار الدین صاحب کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے ہر وقت میری مدد کی اور مجھے اپنے علم اور مفید مشوروں سے نوازا۔ میں اپنے گراں قدر ڈاکٹر نشاط احمد صاحب کا بے حد شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے دوران تحقیق بھر پور تعاون فرمایا اور میری ہمت افزائی کی اور ساتھ ہی ساتھ کتابوں کی نشاندہی بھی کی۔ میں اس موقع پر شعبہ کے دیگر اساتذہ کرام پروفیسر رضوانہ معین صاحبہ، ڈاکٹر حبیب ناز صاحب، ڈاکٹر عرشیہ جبیں صاحبہ، ڈاکٹر عبدالرب منظر صاحب، ڈاکٹر کاشف صاحب اور ڈاکٹر محمد زاہد الحق صاحب کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جن کے مشورے میرے لئے وقتاً فوقتاً مفید و معاون ثابت ہوئے۔ اس موقع پر میں اپنے والدین کا شکریہ ادا کرنا اپنا اولین فرض سمجھتا ہوں کہ میں آج جو کچھ بھی ہوں انہیں کی مہربانیوں اور نیک تمناؤں دخواہشات کے سہارے ہوں جن کی تربیت سے

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

میری شخصیت میں نکھار آگیا جن کی محنت اور حق حلال کمائی اور دعاؤں سے میرے تعلیمی سفر کی تکمیل ہوئی۔ دیگر افراد خانہ میں اپنے دادا جی علی محمد ٹھوکر کا بھی ممنون ہوں جنھوں نے میری تعلیم حاصل کرانے میں بہت دلچسپی لی۔ساتھ ہی اپنے چھوٹے چاچا شوکت علی ٹھوکر اور اپنے ماموں جاوید احمد راتھر کا بھی شکر گزار ہوں جنھوں نے ہر وقت میری رہنمائی اور ہمت افزائی کی۔

آخر میں اپنے دوستوں خاص طور پر گلزار احمد، بلال احمد، میر محمد اشرف ٹھوکر، محمد عرفان ٹھوکر، عرفان وزیر ٹھوکر اور رئیس احمد ملک کا بھی شکر گزار ہوں جنھوں نے میری وقتاً فوقتاً ہر طرح سے مدد فرمائی۔

راقم

مشرف فیاض ٹھوکر

ریسرچ اسکالر

حیدرآباد سنٹرل یونیورسٹی حیدرآباد

جون ۲۰۱۴ء

❖❖❖

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

باب اول

شبنم قیوم کا اجمالی تعارف

شبنم قیوم کی علمی وادبی خدمات کا جائزہ تاریخ تہذیب عالم میں وادی کشمیر کے علم وفضل اور تہذیب وتمدن کا ذکر ہمیشہ ہی سے رہا ہے۔کشمیر کے تناظر میں حسن کو سنوارنے نکھارنے میں جہاں عوامی رجحان کا رول رہا وہیں اردو زبان وادب کی لطافت اور حلاوت بھی پیش پیش رہی۔یہاں کے لوگوں کی اردو زبان سے رغبت کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس میں مذہبی داستانوں اور شعری ادب کا اچھا خاصا سرمایہ تھا۔اس طرح یہاں کے لوگ اردو کی طرف متوجہ رہے۔لسانی اعتبار سے ریاست جموں وکشمیر کئی بولیوں میں منقسم ہے۔مثلاً کشمیری، ڈوگری، گوجری، لداخی وغیرہ لیکن سرکاری اور تعلیمی زبان کی حیثیت سے اردو ریاست کے تینوں خطوں کے درمیان رابطے کی زبان کے طور پر کام کر رہی ہے۔اس طرح تینوں خطوں کے باشندوں نے اس زبان کو ایک تہذیبی زبان کی حیثیت سے قبول کیا ہے۔

اردو کو ڈوگرہ حکمرانوں کے دور میں بے حد مقبولیت حاصل ہوئی۔یہی وجہ ہے کہ 1888ء میں مہاراجہ پرتاپ سنگھ نے اس زبان کو سرکاری زبان کا درجہ بھی دیا۔ملک کی واحد ریاست جموں وکشمیر ہی ہے جہاں اردو کو سرکاری زبان کا درجہ حاصل ہے۔یہی وجہ ہے کہ یہ زبان ہمیشہ اہل ریاست کے لیے توجہ کا مرکز رہی ہے۔رابطہ واختلاط کے ساتھ ہی ساتھ اردو زبان تخلیقی سطح پر بھی ابھر کر سامنے آئی۔

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

ریاست میں اردو کے کئی نامور شاعر اور ادیب پیدا ہوئے جنہیں نہ صرف غیر معمولی شہرت نصیب ہوئی بلکہ ادبی دنیا میں ان کی تخلیقات کو اہل علم نے قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ جموں و کشمیر میں یوں تو اردو افسانے اور ناول کی ابتداء پریم ناتھ پردیسی کی تخلیقات سے ہوتی ہے۔ البتہ یہاں کی افسانہ نگاری اور ناول نگاری کی تاریخ نامکمل رہے گی جب تک محمد دین فوق کشمیری لال ذاکر زسنگ داس نرگس کرشن چندر اور رامانند اگر کا ذکر نہیں کیا جائے گا۔ پریم ناتھ پردیسی کا ادبی سفر اس وقت شروع ہوتا ہے جب ریاستی عوام مطلق العنان کی آہنی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ پریم ناتھ پردیسی کے ہم عصر کہانیاں لکھنے والوں میں قدرت اللہ شہاب، پریم ناتھ در، سالک رام سالک، رامانند ساگر کشمیری لال ذاکر زسنگھ داس نرگس، ٹھاکر پونچھی کور سمیانی اور محمد دین فوق وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ سالک رام مالک نے اگر ایک طرف داستان جگت روپ اور تحفہ مالک تصنیف کیں وہیں دوسری طرف محمد دین فوق نے ناصح مشفق "غریب الدیار" اور" نیم حکیم جیسے ناول لکھ کر ریاست میں اردو ناول نگاری کی بنیاد بھی ڈالی۔ 1947ء میں ملک تقسیم ہوا اور اس تقسیم کے ساتھ ہی ریاست بھی بٹ گئی۔ بہت سے افسانہ نگار، ناول نگار اور شاعر پاکستان چلے گئے اور کچھ ملک کی دیگر ریاستوں میں رچ بس گئے۔ کئی قلم کاروں کے سوتے خشک ہو گئے۔ تقسیم وطن کے ساتھ ہی کچھ عرصے تک یہاں کی ادبی فضا پر جمود و تعطل طاری رہا۔ رفتہ رفتہ حالات سدھرے تو یہاں کے ادبی افق پر کچھ نئے چہرے ابھرے جنہوں نے اردو ادب کو ایک نئی جہت دی۔ ان میں علی محمد لون، حامدی کشمیری، تیج بہادر بھان، پشکر ناتھ، برج پریمی نور شاہ، اختر می الدین، جگدیش بھارتی حسن ساہو، رام کمار ابرول، ویدراہی اور شبنم قیوم وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ شبنم قیوم کی ذات میں کئی شخصیتیں پوشیدہ ہیں۔ وہ افسانہ نگار ہیں اور ناول نگار بھی۔ کشمیر کی سیاسی تاریخ سے انہیں بہت دلچسپی ہے اس تعلق سے کشمیر کا سیاسی انقلاب اور یہ کس کا لہو ہے کون مرا ان کی دو قابل ذکر تخلیقات ہیں۔ اپنے ہم عصر لکھنے والوں میں شبنم قیوم کم تعلیم یافتہ ہیں، مگر دوسروں کی بہ نسبت وہ بڑے زود نویس ہیں۔

شبنم قیوم میدان ادب میں اُس وقت اُبھرے جب ان کی عمر 18 سال کی تھی۔ ابتدا میں انہوں نے مقامی اردو اخبارات کے کہانیاں لکھیں۔ انہوں نے پہلا ناول" زندگی اور موت لکھا

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

جو 1957ء میں شائع ہوا۔ یہ ناول جذباتیت اور انقلاب پسند رومانیت کا ایک دلچسپ امتزاج ہے۔ اس ناول کے کرداروں میں غیر معمولی مقصدیت اور ان کا انقلابی جوش وخروش دل پر اثر کئے بغیر نہیں رہتا۔ اس ناول میں ان کے بلند خیالات اور ان کے فن کی پختگی خاص طور پر ظاہر ہے۔ ہاں! تھیم اور پلاٹ تبدیل کیا گیا تھا۔

بین الاقوامی مسائل میں قومی رنگ کو نبھاتے ہوئے انہوں نے انسانیت کی بنیادی صلاحیتوں پر نظر رکھی ہے اور ایسے کرداروں کو ابھارا ہے جن کی داخلی کشمکش باریک سے باریک نفسیاتی کیفیتوں کے ساتھ قاری کے سامنے آجاتی ہیں۔ اس ناول کے مطالعہ سے بخوبی پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے زندگی کے مزاج کو سمجھنے کی پرخلوص کوشش کی ہے۔ انسانی فطرت کی بوقلمونی، اس کے متضاد ضروریات اور چھوٹی بڑی الجھنوں کو جس طرح انہوں نے پیش کیا ہے وہ بھی دلچسپ ہی نہیں بلکہ بصیرت افروز بھی ہیں۔

ملکی سطح پر شائع ہونے والا یہ ان کا پہلا ناول ہے جس نے ملکی سطح پر ایک چھاپ ڈالدی، یہ ناول مکتب فک کے درمیان موضوع بحث بن گیا۔

جبکہ مقامی طور پر ان کے دو ناولٹ۔ ”پرانی ڈگر نئے قدم“ اور اس کے بعد ”چراغ کا اندھیرا۔“ شانت ساگر میں پتھر پھینکنے والے اور طلاطم پیدا کرنے والے ناول ثابت ہوئے۔ ایک ناول کا انجام سرکاری طور نذر آتش سے ہوا، دوسرا سرکاری طور انکوئیری کمیشن مقرر کرانے کا باعث بن گیا۔

اس دوران ملک کے بعض ادبی رسائل میں ان کے افسانے شائع ہوتے رہے ملکی سطح پر شائع ہونے والا ناول زندگی اور موت اور ان کا دوسرا ناول ”پیاس!“ کے نام سے شائع ہوا۔ اس کے دوسال بعد ان کا ایک اور ناول ”جس دیس میں جہلم بہتا ہے“ منظر عام پر آکر ایک طرح سے کھلبلی مچا گیا۔

اس کے بعد شبنم قیوم نے کرشن چندر کی تقلید کرکے ایک گدھے کی سرگزشت کے پس منظر میں ”ایک کتے کی سرگزشت“ جس کا عنوان تبدیل کے شائع کیا گیا۔ اس میں مزاح کم البتہ طنز زیادہ تھا۔ یہ سماج کے ٹھیکیداروں، سیاستدانوں اور وقت کے حکمرانوں کے لئے ایک تھپڑ تھا۔

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

شبنم قیوم نے قومی تہذیب اور اس کے وقار کو گرتے دیکھ کر ہمارے سامنے ایک ایسی عبرت انگیز تصویر پیش کی ہے جس میں صدیوں کا ملال چھپا ہوا ہے۔ یہ اس طوائف الملوکی کے دور پر ایک زناٹے دار تھپڑ ہے جس میں کسی بھی شریف عورت کی عفت و عصمت محفوظ نہیں تھی۔ اگر چہ یہاں ان کا موضوع جنس ہے تاہم وہ صرف جنسی بصیرت کی عکاسی پر ہی اکتفا نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ فن کار اپنے ہر کردار کو نفسیات کی کسوٹی پر جانچتا ہے۔ اس ناول کے موضوع پر خود شبنم قیوم یوں رقم طراز ہیں۔

تقسیم کے دوران مظلوم خواتین کے ساتھ اتیا چار اور زور زبردستی کے واقعات سے میرے واقعی رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میں اس کے خلاف احتجاج کرنے لگا زبانی نہیں بلکہ تحریری، میں نے ان ظالموں، جابروں اور کمینوں کے خلاف قلم اٹھایا جنہوں نے عورت ذات کو کمزور سمجھ کر اس کے ساتھ جیسا چاہا برتاؤ کیا اور اسے اپنی چاہت کے لئے ہوس کا شکار بنا دیا -1975ء میں انہوں نے نیم سیاسی ناول ”یہ کسی کا لہو ہے کون مرا“ لکھا۔ اس ناول نے یہاں کے سیاسی صحافتی اور عوامی حلقوں میں ہلچل مچا دی ۔ یہ ناول شبنم قیوم کی ایک پہچان بن گئی ہے۔ گذشتہ 40 سال سے اس ناول کا چرچا ہے اور اب تک اس ناول کے دس ایڈیشن چھپ چکے ہیں ۔اس ناول کا موضوع کشمیر کی سیاسی تاریخ سے منسلک ہے۔اس ناول کے بعد شبنم قیوم کی جتنی بھی کتابیں شائع ہوئیں ان سب کا موضوع سیاست رہا ہے جیسے کشمیر کا سیاسی انقلاب (5 جلدیں) 1989ء، کشمیر میں خواتین کی بے حرمتی 1996ء، جو کہوں گا سچ کہوں گا 1998 سیکس پولیوشن 2004:۔آخر الذکر دونوں کتابوں میں شبنم قیوم نے حقیقی حالات اور واقعات قلمبند کر کے جس نڈر اور جرات مندی کا مظاہر کیا ہے اس کی ہمیں پورے برصغیر میں کوئی مثال نہیں مل سکتی۔ جو کہوں گا سچ کہوں گا ان کا سفر نامہ ہے۔ ان کی تازہ ترین تحریر پھانسی کے نام سے 2013ء میں منظر عام پر آئی۔ ناول یہ کس کا لہو ہے کون مرا کے بعد ان کی یہ کتابیں جن کا میں نے اُوپر ذکر کیا ہے۔ انہوں نے شبنم قیوم کو بقائے دوام بخشا ہے۔ خاص کر ان کی کتاب ”کشمیر کا سیاسی انقلاب جو کشمیر بک ڈپو (سرینگر) کے اہتمام سے پہلی بار 1989ء میں زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔ پانچ حصوں پر مشتمل اس دستاویز نے شبنم قیوم کو ایک عمدہ ادیب کے علاوہ ایک مؤرخ کی حیثیت سے پیش کیا۔ یہ

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

ایک بت شکن کا ایسا مستحسن کارنامہ ہے جس نے سالہا سال کے اندھے عقائد میں شگاف پیدا کر دیا، جس نے ظلمات کے دیوتاؤں کا حقیقی چہرہ قارئین کے سامنے پیش کرنے کی جسارت کی ہے۔ یہ ایک نئے عہد کی نئی تاریخ ہے۔ نیند سے بیدار ہونے والی قوم کے لئے ایک تابندہ آفتاب ہے جس کی ضیا پوش کرنوں سے صدیوں کے اندھیرے دم توڑ دیتے ہیں۔ ہزاروں صفحات پر مکمل اتنا بڑا کام بخیر وخوبی انجام تک پہنچانے کے پیچھے فنکار کو جن مراحل سے گذرنا پڑا ہوگا ان کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ لیکن پانچ حصوں کا مطالعہ کرنے کے بعد دھند میں لپٹی ہوئی وادی سے ابہام کا کہراہٹ جاتا ہے اور ہر منظر نہایت صاف اور شگفتہ نظر آنے لگتا ہے۔ اس بات کی طرف وجیہ احمد اندرابی نے بھی اشارہ کیا ہے۔ وہ کتاب کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> تحریک حریت کشمیر سے متعلق اب تک جتنی کتابیں شائع ہوئی ہیں ان میں سے یہ کتاب سب سے زیادہ مفصل ومدلیل ہے۔ شبنم قیوم نے بلاشبہ بڑی لگن محنت اور عرق ریزی سے وہ سارے حالات وواقعات ضبط تحریر میں لائے ہیں جن سے کشمیر کا سیاسی انقلاب عبارت ہے۔ کتاب کی دوسری جلد میں پنڈت نہرا اور قائد اعظم محمد علی جناح کے بارے میں جو تفصیلات درج ہیں اس قسم کی تفصیلات اس نوعیت کی کتابوں میں اور کہیں نہیں ملتی ہیں۔ پھر اس کے جلد چہارم میں موئے مقدس کی گمشدگی کے اسباب بھی بیان کئے گئے ہیں اور اصلی ملزم کو ہمارے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ شبنم قیوم کی یہ تصنیف بلاشبہ معلومات المشافات اور سربستہ رازوں کا ایک ایسا ذخیرہ ہے جس کا پتہ اس کے پانچوں جلدیں پڑھ کر ہوتا ہے۔

شبنم قیوم نے ناول نگاری سے پہلے ہلکے پھلکے افسانے لکھنے شروع کئے۔ ان کا پہلا افسانہ" اخبار کی سرخی روزنامہ" سرینگر ٹائمز" (سرینگر) میں شائع ہوا۔ 1960 اور 1970 کی دہائی کے دوران ان کے افسانے ملک کے موقر ادبی رسالوں میں شائع ہوئے۔ ان کے لگ بھگ آٹھ افسانے دوسری زبانوں یعنی انگریزی، ہندی، پنجابی، بنگالی اور ملیالم میں ترجمہ ہو کر شائع ہو چکے ہیں۔ ایک افسانہ" جہاں انسان دفن ہے کا ترجمہ روسی زبان میں بھی ہوا اور اس کا اسٹیج ڈراما

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

بھی بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ اپنے اس افسانے کے بارے میں شبنم قیوم لکھتے ہیں۔

”جب یہ افسانہ دت بھارتی کے رسالے تخلیق میں چھپ گیا تو اس کو دوسری زبانوں میں ترجمہ کرنے اجازت نامے حاصل کرنے کے لئے کئی ہندی پنجابی، بنگالی اور مراٹھی کے ساتھ جب انگریزی، اور روسی زبانوں میں ترجمہ کی اجازت ناموں کے لیے خطوط آئے تو میں واقعی ہوائی گھوڑوں پر اڑنے لگا، میرا پہلا افسانہ چھپ کر اتنی مقبولیت حاصل کر گیا تو اس سے مجھے یقیناً حوصلہ ملا۔ اس کے بعد افسانوں کا سلسلہ شروع ہوا۔

شبنم قیوم نے ابتدا میں زیادہ تر طویل افسانے لکھے ہیں۔ ان کے طویل افسانوں کے بارے میں سید احتشام حسین کا لطیفہ، جب بھی ان کا کوئی نیا افسانہ پڑھتا ہوں، یاد آتا ہے۔

احتشام صاحب ایک روز ان کے یہاں کھانا کھا رہے تھے، جب انہوں نے ایک کے بعد ایک سالن آتے دیکھا تو شبنم صاحب سے فرمایا، اس کی کیا ضرورت ہے یہ تو بہت ہے۔ شبنم قیوم نے از راہ مہمان نوازی جواب دیا۔ یہ تو ہم نے مختصر بنایا ہے۔ احتشام صاحب بے ساختہ بول اُٹھے ارے یہ مختصر ہے؟ یہ تو طویل افسانہ ہے۔

شبنم قیوم کا پہلا افسانوں کا مجموعہ ”ایک زخم اور سہی 1971ء میں شائع ہوا۔ اس میں پانچ طویل افسانے ہیں۔ اس مجموعے کا پیش لفظ“ کرشن چندر نے لکھا ہے۔ انہوں نے مجموعی طور پر ایک سو سے زیادہ افسانے لکھے وادی کے شیرازہ اور جھرنا کے ساتھ دیگر مقامی رسائل کے علاوہ ان کے بعض افسانے برِّ صغیر کے معیاری اور معتبر رسائل میں شائع ہوئے ہیں۔ ماہنامہ شمع (دہلی) میں ان کا ایک افسانہ ”ٹوٹے آئینے کا عکس“ شائع ہوا ہے۔ اس کی ٹلی فلم بنی ہے۔ ان کا ایک افسانہ ماہنامہ پگڈنڈی امرتسر میں شائع ہوا تو اس کا روسی زبان میں ڈرامہ بنا کر اسٹیج شو کیا گیا۔ شبنم قیوم اپنے افسانوں کے لیے براہ راست زندگی سے مواد لیتے ہیں۔ ان کے افسانوں کا موضوع کشمیری سماج کا ایک عام انسان ہے جو ظلم و جبر کا شکار ہے۔ شبنم قیوم ایک جگہ لکھتے ہیں۔

میں ناول لکھتا یا افسانہ، ڈرامہ عام طور پر اس کا موضوع ہمارے سماج کا وہ تضاد

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

ہوتا ہے جس میں امیر زیادہ امیر اور غریب زیادہ غریب بن رہا ہے۔ اقتصادی بدحالی، جبر وظلم اور جہالت کے خاتمے پر قلم اٹھانے پر مجھے ایسا لگتا گویا میں اپنے ملک سے ان کا خاتمہ کر رہا تھا۔

شبنم قیوم بڑے حقیقت پسند ہیں زندگی کے حقائق سے آنکھیں چرانا خواہ وہ کتنے ہی تلخ کیوں نہ ہوں ان کی فطرت سے بعید ہے۔ زندگی کے متعلق ان کا نظریہ بڑا صالح اور صحت مندانہ ہے اور اس بنا پر ان کے یہاں خالی رومان اور خالی عشق کے ڈھکوسلے جو مریضانہ ذہنیت کو جنم دیتے ہیں مطلق نہیں۔ ان کی کہانیاں دیکھیں تو ان میں انفرادیت کی جھلکیاں جگہ جگہ نظر آئیں گی اور یہ بات کسی ادیب کے فن کے لئے استحکام کی دلیل رکھتی ہے۔ ان کی فطرت کا تیکھا پن، مزاج وارفتگی اور طبیعت کا بانکپن ان کی شخصیت کے ایسے جوہر ہیں جو فنی پختگی کی جلا کر کہانی کی تقلیدی فضا کو تاریکی میں بھی بڑی آب وتاب دکھاتے ہیں اور اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ روایت اور انفرادیت کا اس کے یہاں متناسب ومتوازن امتزاج پایا جاتا ہے۔ اسے ہم جنون وشعور کی صحیح آمیزش بھی کہہ سکتے ہیں۔ انہوں نے ہر کہانی کے بنیادی کردار میں ایسی خوصوصیت ابھاری ہے کہ قاری چونکے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ان کی افسانہ نگاری ملک کے متوسط طبقے کے محروم، مجبور اور مفلس ضمیر کی فریاد ہے۔ اسے ہمارے اس ماحول کی بیچارگی، بے بسی، پریشانی اور تنگدستی کا شدت سے احساس ہے۔ شبنم قیوم افسردہ ماحول میں انسانیت کی دمق کی خاطر شدید صدائے احتجاج بلند کرتا ہے۔ ان کی کہانیوں کے گہرے مطالعہ سے ان کی تحریر صفحہ قرطاس پر ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے تازہ گوشت کے خون آلود لوتھڑے پڑے ہوں۔ اس کی واضح مثال لنکا کو جلادو میں نفسیات رد عمل کی تصویروں کے علاوہ ذہنی آسودگیوں اور جنسی بے راہ رویوں ہیں جو مختلف جگہوں پر بڑی خوبی سے متشکل کی گئی ہیں۔

شبنم قیوم کا دوسرا افسانوی مجموعہ نشانات" اگست 2010ء میں شائع ہوا۔ اس مجموعے میں 16 افسانے شامل ہیں۔ ان میں سے بعض افسانوں کا ڈرامائی روپ دیا گیا جو وقتاً فوقتاً آل انڈیا ریڈیو سے نشر ہو چکے ہیں۔ ان کے درجن بھر افسانے جھلکیوں کی صورت میں نشر ہو چکے ہیں۔ ان کے تین جھلکیاں "کیا مصیبت" ہے۔ "ڈاکٹر جراثم" اور "آرم سٹرانگ" آکاش وانی ممبئی کے

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

مقبول عام پروگرام ''ہوا محل'' سے نشر ہو چکے ہیں ڈاکٹر جراثیم کیا مصیبت ہے آرم سٹرانگ نامی تین جھلکیوں پر آکاش وانی ایوارڈ ملا ہے۔ان کا پہلا ڈرامہ یادگار یقیناً یادگار بنا۔کیوں کہ یہ ڈرامہ ریڈیو ڈراموں کے فسٹول میں شامل کر کے پہلے انعام کا مستحق قرار دیا گیا۔ان کو 1968ء میں بہترین ڈراما نگار کے ایوارڈ سے بھی نوازا گیا۔ان کے چند افسانوں کی ٹیلی فلمیں بھی ہیں جو دور درشن کیندر سرینگر سے ٹیلی کاسٹ ہوئی ہیں۔ان کی پہلی ٹیلی فلم ٹوٹے آئینے کی پرچھائیاں ایک دلچسپ ٹیلی فلم ثابت ہوئی۔اس کے علاوہ ان کی ایک اور ٹیلی فلم'' سہاگ اور شعلے'' ہے۔شبنم قیوم کی ایک آرٹ فیچر فلم پانی کی چٹان جس میں مرکزی کردار انیل کپور اور سری دیوی تھیں۔اس فلم کو قیوم وڈیرا نے ڈائرکٹ اور پروڈیوس کیا۔ایک اور فیچر فلم ''خون آگ اور دھواں'' بسوا جیت پروڈکشنز کے بینر تلے فلمائی گئی۔اس دوران انہوں نے اردو اور کشمیری میں 18 ریڈیو ڈرامے لکھے، 6 ٹیلی ویژن ڈرامے بھی لکھے۔شبنم قیوم اپنے سماج اپنی سوسائٹی اور اپنے اردگرد کے ماحول سے افسانے کے لئے مواد حاصل کر لیتے ہیں۔انکے افسانوں کے کردار زندہ جاوید اور موجود کردار ہوتے ہیں۔پھول بنے انگارے، بہت اونچے، بہت نیچے اور چیونٹی کے پر اس مجموعے کی ایسی کہانیاں ہیں جن سے مصنف کی فنی پختگی کا احساس ہوتا ہے۔شبنم قیوم نے زندگی کے مسائل کو نہایت ہی لطیف اور پراسرار طریقوں سے بیان کیا ہے، جنہیں زندگی کے اعلیٰ ترین مظاہرہ کا موجب کہا جاسکتا ہے۔انکی ادبی انفرادیت اور فنی پختگی قاری کو پہلی ہی نظر میں متاثر کرتی ہے۔ادب میں تغیر و تبدل جو نہ صرف ریاستی سطح پر بلکہ پورے برِصغیر ہند و پاک میں جس رفتار کے ساتھ غالب ہو رہا ہے شبنم قیوم نے اس سے انحراف کیا ہے اور حقیقت نگاری کو تصنع اور بناوٹ پر ترجیح دی ہے۔جسکی بدولت شبنم قیوم ماہرانہ قوت اور ولولے کے ساتھ انفرادی سمتوں کا سفر کرتے نظر آتے ہیں جن کے واضح نقوش ان کی تخلیقات میں ملتے ہیں۔جہاں ایک منجھے ہوئے فنکار کا فن خارجی حقیقتوں کے ساتھ داخلی قوتوں اور نفسیاتی گہرائیوں کی جستجو میں عمل و حرکت کرتا نظر آتا ہے۔شبنم قیوم کا انداز بیان قاری کو فوراً اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے۔اسکے باطن میں جو فنکار پردہ نشین ہے وہ انتہائی جذباتی اور حساس ہے یہی وجہ ہے کہ وہ حالات کے بدلتے ہوئے تیوروں کے ساتھ ساتھ مختلف طبقوں اور انسانی گروہوں کے نشیب و فراز کی واردات کو بھی پیش کرتے ہیں

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

۔ان کا قلم الفاظ کو معتبر کر دیتا ہے۔ ہر لفظ کی ایک مکمل تصویر بن کر قاری کے سامنے آتی ہے۔ آج کے اس پر آشوب دور میں نوجوان نسل جس انتشار بے خوابی، اضطراب اور گھٹن کا شکار ہے ان کی تخلیقات میں نہ صرف اس کا اظہار ہے بلکہ اس کے لیے اندر دبی، امید اور جہد مسلسل کا پیغام بھی موجود ہے جس کی جھلک ''چیونٹی کے پر،'' سہاگ اور شعلے'' اور ''پھول بنے انگارے'' میں نظر آتی ہے۔

شبنم قیوم آج بھی مسلسل لکھ رہے ہیں۔ان کا ایک اور افسانوی مجموعہ آزادی کی تلاش اور ناول ''پچھتاوا بہت ہی جلد منظر عام پر آرہا ہے۔اس کے ساتھ وہ کشمیر کی تاریخ پر بھی کام کر رہے ہیں ظاہر ہے شبنم قیوم کی تخلیقات کے مطالعے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ شبنم قیوم نہ صرف ایک اہم ناول نگار ہیں بلکہ ڈرامہ نگاری اور افسانہ نگاری کے ساتھ ساتھ تاریخ نویسی کے میدان میں بھی انہوں نے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔جہاں تک شبنم قیوم کی افسانہ نگاری کا تعلق ہے تو مجموعی اعتبار سے ان کے تمام تر افسانے جہاں موضوعاتی اعتبار سے اہمیت کے مستحق ہیں وہیں فنی اعتبار سے بھی جامع اور مکمل ہیں۔شبنم قیوم نے اپنی تخلیقات میں جس فنی پختگی کا مظاہرہ کیا ہے اس سے نہ صرف ریاستی اردو ادب کے اہم نثر نگاروں میں ان کا شمار ہونے لگا ہے بلکہ بیرون ریاست میں بھی ان کے ادبی فن پاروں کی پذیرائی ہوئی ہے۔

○ شبنم قیوم کی افسانہ نگاری کا مختصر تعارف

شبنم قیوم نے ادب کی دنیا میں اس وقت پہلا قدم رکھا جب ان کی عمر 18 سال کی تھی۔ان کا پہلا افسانہ ''ہوشیار خبردار'' اخبار آفتاب میں اور دوسرا افسانہ 'اخبار کی سرخی روزنامہ'' سرینگر ٹائمز میں شائع ہوا۔ یہ دونوں افسانے جوار بھاٹا پیدا کر گئے ہیں۔انہوں نے اب تک ایک سو سے زائد افسانے لکھے ہیں جو ملک و بیرون ملک کے مختلف ادبی رسالوں میں شائع ہوئے ہیں۔ اب تک شبنم قیوم کے تین افسانوی مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں۔ پہلا مجموعہ ''ایک زخم اور سہی اکتوبر 1971ء میں شائع ہوا۔ دوسرا مجموعہ نشانات اگست 2010ء میں شائع ہوا اور تیسرا افسانوی مجموعہ ''آزادی کی تلاش کے عنوان سے بہت جلد منظر عام پر آنے والا ہے۔

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

شبنم قیوم نے 1960ء سے لیکر 1970ء تک جو افسانے ضبط تحریر میں لائے ہیں۔ ان میں سے بعض ۱۸ افسانوں کو ڈرامائی روپ بھی دیا گیا جو وقتاً فوقتاً آل انڈیا ریڈیو سے نشر ہوئے ہیں۔ شبنم قیوم ایسا فنکار نہیں جن کو یہ فن ورثے میں ملا ہو، اپنے پرائے لکھنے والوں کو اس کی تعلیم اور تحریر دیکھ کر یقیناً حیرت ہوتی ہے اور یہی حیرت ان کو شبنم قیوم کا رقیب بھی بناتی ہے۔ جس کا اعتراف ملک کے کئی ناقدوں نے کیا ہے۔ شبنم قیوم کی زندگی بہت سے نشیب و فراز سے گذری ہے۔ حیات کی پیچ در پیچ اور دشوار گذار راہوں کو اسے طے کرنا پڑا وہ اس وسیع صحرائے حیات میں مدتوں تلاش آب دوانہ میں بھٹکتے رہے جب بھی وہ منزل پر پہنچے تو ان کی منزل اور آگے بڑھ گئی۔ زندگی کی اختلافی کشمکش اور جاں گسل ساعتوں سے گذر کر کتنے ہی سخت لمحات کے کڑے کاٹ دیئے۔ اعتماد مصوبات کی بھیانک موجوں کا مقابلہ کر کے تشکیک کی ان گنت تاریک گھڑیوں میں گذر کر آزمائشات کے نہ جانے کتنے مرحلوں کو طے کرلیا۔

شبنم قیوم کے افسانوں میں زندگی سے متعلق شاید ہی ایسا کوئی گوشہ ہو جسے انہوں نے ضبط تحریر میں نہ لایا ہو، ان کی کہانیوں میں جذبات و احساسات کے ساتھ رشتوں کی رفاقت اور رقابت بھی ملتی ہے۔ انہوں نے اپنے بیشتر افسانوں میں کشمیری، کشمیری سماج اور کشمیری ماحول کو کینوس بنا کر تخلیقی تانے بانے بنے ہیں۔ ان کے قلم میں نئی چابکدستی پائی جاتی ہے۔ ان کے افسانوں کے پلاٹ و کردار اور ان کے کرداروں کی نفسیات میں راہ رنگی و یکسانیت پائی جاتی ہے۔ ان کے بیشتر افسانوں میں تاریخ، سماجیات، سیاسیات اور اقتصادیات کا ایک منفرد منظر نامہ ملتا ہے۔ شبنم قیوم اکثر حالات میں اپنے افسانوں میں علامتی اور استعاراتی طرزِ بیان اختیار کرتے ہیں اور لگتا ہے کہ وہ اپنے کاندھوں پر معاشی اور معاشرتی مسائل کا بوجھ لئے گھومتے ہیں۔ ان کی بعض کہانیوں میں طنز کے نشتر بھی محسوس ہوتے ہیں۔ وہ تخلیقی کام میں شعبدہ بازی کا قائل نہیں۔ ان کا اسٹائل منفرد ہے۔ کہانیوں کے پلاٹ اور کرداروں کی نفسیات پر انہیں عبور حاصل ہے۔ ان کی کہانیوں میں خالی خولی بناوٹی چمک دکھائی نہیں دیتی بلکہ ان کی کہانیوں میں گرد و پیش صاف جھلکتا ہے۔

شبنم قیوم اپنے افسانوں میں حقیقت پسندی کا پورا خیال رکھتے ہیں یعنی ان کے

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

افسانوں میں اپنے اردو گرد کے ماحول سے مواد لے کر اور اپنے مشاہدات کا حظ اٹھا کر افسانے کا تانا بانا بنتے ہیں۔ اپنے گردو پیش سے مواد لے کر مشاہدات کا حظ اٹھا کر افسانے کا تجربہ حاصل کر کے جو بھی افسانے لکھتے ہیں اس میں ان کی حقیقت پسندی کا ادراک صاف جھلکتا ہے شبنم قیوم خالی خولی رومان پسندی کے بجائے سماج سوسائٹی اور ماحول میں درپیش حالات اور واقعات یعنی زندگی سے مواد لے کر افسانہ تخلیق کرتے ہیں اور اب تک انہوں نے جتنے بھی افسانے لکھے ہیں ان میں مختلف موضوعات کو لے کر ان کی انفرادی سوچ اور اپروچ ملتا ہے۔ افسانوی دنیا میں آگے بڑھتے ہوئے وہ کچھ زیادہ ہی حقیقت پسند بن گئے ہیں۔ روزمرہ کے حالات اور واقعات جن کا ہم سب مشاہدہ کرتے ہیں اور جن حالات واقعات سے ہم بھی گزرتے ہیں لیکن ان پر افسانہ لکھنا اور جیتے جاگتے کردار تخلیق کرنا شبنم قیوم کا کارنامہ مانا جائے گا۔ جس کی تازہ مثال ان کا افسانوی مجموعہ "آزادی کی تلاش" ہے۔ اس افسانوی مجموعے میں جو اشاعت کے دور سے گزرنے والا ہے اس میں بیشتر افسانے اُن حالات کی مکمل عکاسی کرتے ہیں۔ جب کشمیر میں نامساعد حالت پیدا ہو گئے اور یہاں عسکری تحریک کے دوران کشمیری عوام کو کن حالات سے گذرنا پڑا۔ اس پورے دور کو افسانوں میں ڈھال کر ہمیشہ کے لئے زندہ جاوید بنا دیا حقیقی حالات اور واقعات کو افسانوی روپ دے کر شبنم قیوم نے مکمل افسانہ نگار ہونے کا ثبوت فراہم کیا ہے۔

○ افسانوی مجموعہ "ایک زخم اور سہی" کا عمومی تعارف:

ایک زخم اور سہی، شبنم قیوم کا پہلا طویل افسانوی مجموعہ ہے۔ یہ مجموعہ اکتوبر 1971ء کو سری نگر سے شائع ہوا۔ 160 صفحات پر مشتمل یہ افسانوی مجموعہ پانچ طویل افسانوں پر مشتمل ہے۔ اس مجموعے کا پیش لفظ کرشن چندر نے لکھا ہے۔

> "شبنم قیوم کو کہانی کا فن آتا ہے۔ اور ان کے یہاں وادی کشمیر کی زندگی کا متنوع مشاہدہ موجود ہے اور اس سے نفسیاتی طور پر جذب کرنے اور پھر فکروفن کے سانچوں میں ڈھالنے کی قوت بھی اور واقعیت، اصلیت اور حقیقت کی عکاسی میں کہیں کہیں شاعرانہ انحراف کے قائل بھی نظر آتے ہیں۔ شبنم قیوم کے افسانوں

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

میں درد اور تڑپ ہے ۔ زندگی کی گہرائیوں پر ان کی گہری نظر ہے ۔شبنم قیوم کی زبان اور اس کا پیرایہ بیان دونوں ہی عمدہ ہیں ۔شبنم قیوم بالعموم اپنے افسانے میں قاری کی دلچسپی قائم رکھتے ہیں ۔ ان کی کہانیوں کے بنیادی کردار میں ایسی خصوصیت ابھرتی ہے کہ پڑھنے والا چونکے بغیر نہیں رہ سکتا ۔ وہ اپنے افسانے کو کسی ایسے موڑ پر لا کھڑا کرتے ہیں ۔ جہاں پوری کہانی ایک سوال بن جاتی ہے اور خود جواب دینے کے بجائے قاری سے جواب مانگتی ہے ۔ ایک زخم اور سہی اس کی مثال ہے ۔ اس مجموعے میں پانچ طویل افسانے شامل ہیں ۔۔۔۔

دسہرہ کی سیتا
دکھتی آنکھیں
خون، آگ اور دھواں
جہاں انسان دفن ہے
دیوی دیوتا

❖❖❖

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

افسانوں کا تنقیدی جائزہ:۔

دسہرہ کی سیتا

○ موضوع

کسی بھی تخلیق کار کا سب سے بڑا مسئلہ موضوع کی تلاش ہوتا ہے۔موضوع معاشرے یا سماج سے ہی لیا جاتا ہے۔شبنم قیوم نے اپنے افسانوں میں کشمیری سماج اور کشمیری ماحول کو کینواس بنا کر تخلیقی تانے بانے بُنے ہیں۔جسم فروش عورتوں کو بھی انہوں نے اپنے افسانوں کا موضوع بنایا اور ساتھ ہی ساتھ ان کی نفسیات کو پیش کرنے میں کمال دکھایا ہے۔نامور ادیب ضیا عظیم آبادی نے شبنم قیوم سے متعلق ایک انٹرویو میں کہا ہے۔

> کشمیر کے قیام کے دوران مجھے وادی کے ایک ادیب شبنم قیوم کا" پرانی ڈگر نئے قدم نام کا ناول کا مسودہ پڑھنے کا موقع ملا۔یہ مسودہ ڈاکٹر شکیل الرحمن کو اس مسودہ کی اصلاح کے لئے دیا گیا تھا۔البتہ عدیم الفرصت ہونے کی وجہ سے وہ اسے دیکھ نہیں پائے۔لہٰذا انہوں نے یہ کام مجھے سونپ دیا۔زبان کی کچھ خامیوں کی میں نے جگہ جگہ نشان دہی کی البتہ پورا ناول پڑھ کر میں چونکے بغیر نہیں رہ سکا۔اس ناول کا موضوع اور طرز بیان اور ناول کے لوازمات کو لے کر اس ناول نے مجھے بیک وقت عصمت چغتائی اور سعادت حسن منٹو تک لے لیا۔اور میں شبنم قیوم کو ان دنوں ملک کے نامور ادیبوں کے ساتھ شامل

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

کرنے کے لئے مجبور ہوا۔

عورتوں کے مسائل کو انہوں نے پوری شدت کے ساتھ پیش کیا۔ ان کے اکثر افسانوں کا موضوع عورت کی بے بسی، لاچاری اور ستم ظریفی ہے۔ عورتوں کے مسائل کو پیش کرنے میں ان کا تجربہ اور مشاہدہ بہت گہرا ہے۔ انہوں نے اپنے افسانوں میں ان عورتوں کے کردار ہمارے اس سماج، اس سوسائٹی سے لیے ہیں جس سماج اور سوسائٹی نے انہیں بہت کمزور کر کے رکھ دیا ہے۔ جن کی امنگوں اور آرزوؤں کو کوئی نہیں سمجھتا ہے۔ ملک کی تقسیم کے دوران عورتوں کے ساتھ جو سلوک کیا گیا اس نے شبنم قیوم کو بہت متاثر کیا۔ چونکہ وہ خود لکھتے ہیں۔

> تقسیم کے دوران مظلوم خواتین کے ساتھ اس قسم کا اتیاچار اور زور زبردستی کے واقعات سے میرے واقعی رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میں اس کے خلاف احتجاج کرنے لگا زبانی نہیں بلکہ تحریری، میں نے ان ظالموں، جابروں اور کمینوں کے خلاف قلم اٹھایا جنہوں نے عورت ذات کو کمزور بنا کر اس کے ساتھ جیسا چاہا ہے برتاؤ کیا اور اسے اپنی چاہت کے لئے ہوس کا شکار بنا دیا۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

> میں نے خواتین کے ساتھ کی گئی اس زور زبردستی کے خلاف جو کچھ بھی لکھا اس میں کتنا دم تھا، تھا بھی یا نہیں۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ اسی جذبہ نے مجھے قلم کار بنا دیا۔ ابتداء میں میں نے اس موضوع کے مضامین لکھے۔ اس کے بعد افسانوں میں طبع آزمائی کی۔

عورتوں کے مسائل کو پیش کرنے کے علاوہ شبنم قیوم نے سماج میں پھیلی بدحالی، جہالت، تضاد وغیرہ جیسے بدنما داغوں کو اپنے افسانوں کا موضوع بنا کر انہیں ختم کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس بارے میں وہ خود رقم طراز ہیں۔

> میں ناول لکھتا یا افسانہ یا ڈرامہ عام طور پر اس کا موضوع ہمارے سماج کا وہ تضاد ہوتا جس میں امیر زیادہ امیر اور غریب زیادہ غریب بن رہا تھا۔ اقتصادی بد حالی، جبر و ظلم اور جہالت کے خاتمے پر قلم اٹھانے پر مجھے ایسا لگتا گویا میں

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

اپنے ملک سے ان کا خاتمہ کر رہا تھا۔

افسانہ دسہرہ کی سیتا شبنم قیوم کے طویل افسانوی مجموعہ "ایک زخم اور سہی" کا پہلا افسانہ ہے۔ اس میں ایک عورت کی ستم ظریفی کو پیش کیا گیا ہے جس کا موضوع کشمیر پنڈت طبقے سے لیا گیا ہے۔ جہاں پر لوگ غلط فہمی کا شکار ہو کر ایک عورت کی زندگی کو تلخ بنا دیتے ہیں۔

❖❖❖

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

دکھتی آنکھیں

اس افسانے کی شروعات اسپتال کے احاطے سے ہوتی ہے۔ بوڑھا سلطان اپنی بیمار بیوی بوڑھی ناظمہ کو جو دق کے مرض میں مبتلا ہے اس کو اسپتال میں داخل کراتا ہے۔ اسپتال میں داخل ہونے کے بعد فاطمہ سلطان کو بار بار یہ کہتی ہے کہ" جب تم رشید کو یہ کہنے گئے تھے کہ تمہاری ماں بیمار ہے اور وہ اسپتال میں داخل ہو رہی ہے تو اس نے تمہیں کیا جواب دیا تھا؟ سلطان اس کی بات کو ٹال دیتا ہے اور وہاں سے نکل کر اسپتال کے احاطے کے ایک ٹیلے پر بیٹھ جاتا ہے اور اپنی نگاہوں کو منتشر کرتا ہے تو اس کی نظر پرانے گرجہ کے مینار کی طرف اٹھ جاتی ہے۔ اس گرجے میں وہ بچپن میں حضرت عیسیٰ کے پھانسی پر لٹکانے کی فلم دیکھا کرتا تھا۔ وہ ان ساری چیزوں کو دیکھ رہا ہے جہاں اس کا بچپن، اس کی جوانی گذری تھی۔

دوسرے دن صبح سلطان دل بہلانے کی غرض سے فاطمہ کو نومبر کی دھوپ سیکھنے کے لیے باہر لے آتا ہے تو فاطمہ اسے کہتی ہے کہ میری آنکھیں دکھتی ہیں شاید رشید آجائے گا۔ سلطان اس کی بات کو ایک بار پھر کاٹ کر اسے اپنا ماضی یاد دلانے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن فاطمہ ان سے پھر وہی سوال کرتی ہے۔ سلطان ایک بار پھر خاموش ہو جاتا ہے اور وہاں سے چلا جاتا ہے۔ سلطان اپنی بیمار بیوی کو اپنے جوان بیٹے کی یاد میں تڑپتا ہوا دیکھ کر پریشان ہو جاتا ہے۔ سلطان اپنے بیٹے کو بلانے کے لیے خط لے آتا ہے اور جب وہ اسپتال کی سیڑھیاں چڑھنے لگتا ہے تو اچانک سے اس کا پاؤں پھسل جاتا ہے اور وہ نیچے گرنے ہی والا تھا کہ اسے بادامی سوٹ پہنے ایک نواجوان جس کی آنکھوں پر عینک اور ہاتھ میں ہینڈ بیگ تھا نے سنبھالا۔ سلطان نے اس کا شکریہ

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

ادا کرتے ہوئے اسے خط لکھنے کو کہا۔ نوجوان نے اس سے کہا کہ کیا لکھنا ہے۔ تو سلطان اُسے کہتا ہے کہ یہ خط میرے بیٹے کے لیے ہے۔ اس کو لکھنا ہے کہ تمہاری ماں بہت بیمار ہے اور وہ اسپتال میں داخل ہو چکی ہے اور تمہاری راہ دیکھ رہی ہے۔ سلطان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور رشید کی وہ بات یاد آنے لگی جب وہ رشید کے پاس اُسے یہ کہنے کے لئے گیا تھا کہ تمہاری ماں بہت بیمار ہے۔ اُس وقت رشید اپنے کاروبار کے سلسلے میں دوسرے لوگوں کے ساتھ بات کر رہا تھا۔ سلطان کا اچانک آ جانا اُسے اچھا نہیں لگتا۔ اور اُسے ایسا لگتا ہے کہ جیسے اس کی عزت دوسروں کے سامنے گرگئی۔ رشید نے سلطان کو اشاروں سے ہی دکھایا کہ جاؤ میں آ جاؤں گا۔ سلطان جب وہاں سے نکل کر باہر آتا ہے تو اس کے کانوں میں ایک آواز گونجتی ہے، کہ دفتر کا کوئی آدمی رشید سے پوچھ رہا تھا کہ یہ آدمی کون تھا تو رشید اسے جواب دیتا ہے کہ یہ ہمارے گھر کا نوکر ہے۔ بوڑھا باپ یہ سب سن کر ہکا بکا سا ہو جاتا ہے اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں۔ دوسری طرف پلنگ پر لیٹی فاطمہ نے ایک بار پھر سلطان سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں نے کہا تھا نا میری آنکھیں دکھتی ہیں، رشید آئے گا۔ سلطان نے بھی کہا کہ ہاں میری بھی آنکھیں دکھتی ہیں۔

○ موضوع

شبنم قیوم نے اس افسانے کا موضوع آج کل کے فیشن پرست زمانے سے لیا ہے جس میں ایک نوجوان پڑھا لکھا آدمی اپنے بوڑھے ماں باپ کو بوجھ سمجھ کر نظر انداز کرتا ہے اور انہیں اپنے سے دور رکھ کر الگ سے گھر بساتا ہے جبکہ اس بڑھاپے میں انہیں سہارے کی ضرورت ہوتی ہے مگر یہ فیشن پرست زمانہ انہیں ایسا کرنے سے اس لیے روکتا ہے کہ کہیں انہیں اپنے ساتھ رکھنے سے ان کی عزت نہ گر جائے جبکہ آج کا نوجوان یہ نہیں سوچتا ہے کہ آج اگر وہ اس مقام پر پہنچا ہے تو اس مقام پر پہنچانے میں ان کے ماں باپ کا ہی ہاتھ ہے۔

○ وحدت تاثر:

افسانہ دکھتی آنکھیں کو شروع سے آخر تک پڑھنے کے بعد قاری کے دل پر اِک ہی

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

کیفیت گذرتی ہے اور وہ ہے غم کی کیفیت اسپتال میں داخل ہونے کے بعد فاطمہ کو صرف ایک ہی غم کھایا جارہا ہے اور وہ ہے بیٹے کی جدائی کا غم۔ فاطمہ چاہتی ہے کہ مرنے سے پہلے وہ ایک بار اپنے بیٹے کا چہرہ دیکھ لے جس نے اپنا الگ گھر بسالیا ہے۔ یہی غم وہ اب کسی طرح بیٹے کو یہاں لائے جب کہ وہ ایک بار رشید کے پاس گیا تھا۔ مگر رشید نے اس کے ساتھ ایسا سلوک کیا جس کا غم اُسے آخر تک رہتا ہے۔ اس افسانے کا انجام ڈرامائی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ سلطان جس نوجوان سے بیٹے کے لیے خط لکھواتا ہے اور اسے تمام باتیں سناتا ہے۔ نوجوان یہ سب سننے کے بعد تھرتھرانے لگتا ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں اور وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر سلطان سے معافی مانگنے لگتا ہے۔ اس افسانے کا تجسس قاری کو شروع سے آخر تک افسانہ پڑھنے کے لیے مجبور کرتا ہے۔

❖❖❖

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

خون، آگ اور دھواں

افسانہ خون،’’آگ اور دھواں‘‘ افسانوی مجموعہ ’ایک زخم اور سہی‘‘ کا تیسرا افسانہ ہے۔
اس افسانے کی کہانی اس طرح ہے، جب مقبول چپراسی کے گھر میں آگ لگ جاتی ہے تو چاروں طرف شور اُٹھ جاتا ہے، رات کی خاموشی میں یہ شور وغوغا اور آواز میں دور دور تک پھیل رہی تھیں۔لوگ دوڑ دوڑ کر آگ بجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔مگر ان کی یہ کوشش ناکام ہوجاتی ہے۔آخر میں فائر بریگیڈ کی مدد سے آگ پر قابو پالیا جاتا ہے۔صبح ہوتے ہی لوگ جلے ہوئے گھر کی باقی چیزیں نکالنے لگتے ہیں۔اچانک کسی کی نظر ایک لاش پر پڑتی ہے جو تحصیلدار غلام قادر خان کی لاش ہے۔سب لوگ افسوس کرنے لگتے ہیں۔مقبول چپراسی کو گھر جلنے کی اطلاع دی جاتی ہے جو تحصیل کا ڈاک لے کر دور کسی گاؤں میں گیا ہوا تھا۔اسی طرح تحصیلدار کے بیٹے فاروق کو بھی اطلاع دی جاتی ہے جو انجینئرنگ پڑھنے کلکتہ گیا ہوا ہے۔تحصیلدار کے گھر میں جب آمد ورفت اور جم گھٹوں سے چھٹکارا ملتا ہے تو تحصیلدار کی بیوی کو یہ سوچنے کا موقع مل جاتا ہے کہ یہ واقعہ کیسے ہوا۔انہوں نے اپنی جان کیوں گنوادی۔وہ اپنے آپ سے طرح طرح کے سوالات کرتی ہے مگر اسے کوئی جواب نہیں ملتا۔تحصیلدار غلام قادر خان نے جس طرح مقبول چپراسی کی ہر وقت مدد کی۔اس کو تحصیل میں چپراسی کی ملازمت دی، اس کی شادی کرائی۔اس کے پرانے بوسیدہ مکان کو ڈھا کر اس کے لئے نیا مکان بنوایا یا ان کو اپنے گھر میں پناہ دی اور اسی طرح فاروق نے بھی اپنے باپ کی طرح ان کی مدد کی اور ان کے لئے نیا گھر بنانے کی تیاری کی۔
فاروق کو مقبول چپراسی کی بیٹی زبیدہ سے پیار ہو جاتا ہے اور وہ اپنی ماں کو سمجھا بجھا کر زبیدہ کو بہو

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

بنانے کے لیے تیار کراتا ہے۔اس کے بعد فاروق یہ خوشخبری زبیدہ کی ماں نسیمہ کو بتانا چاہتا ہے فاروق کو یقین ہوتا ہے کہ یہ خبرسن کر نسیمہ بہت خوش ہو جائے گی مگر نسیمہ یہ سن کر چیخ پڑتی ہے اور فاروق سے کہتی ہے کہ یہ شادی نہیں ہوسکتی ہے۔ فاروق جب نسیمہ سے اس کی وجہ پوچھتا ہے تو وہ کچھ نہیں بتاتی ہے مگر فاروق کے بار بار پوچھنے پر نسیمہ اس کو بتاتی ہے کہ سب لوگ جانتے ہیں کہ آپ کے ابا جان نے آگ میں کود کر ہم کو بچالایا ہے۔اس کی موت شہادت ہے۔مگر وہ راون تھا نسیمہ اسے کہتی ہے کہ اس روز جب آگ لگی اُس وقت بھی وہ میرے ساتھ سوئے ہوئے تھے۔سب لوگ سوچتے ہیں کہ یہ آگ اچانک لگی ہے مگر میں جانتی ہوں کہ یہ آگ مقبول نے لگائی ہے کیوں کہ وہ ایک عرصے سے اس کی تاک میں لگے تھے۔نسیمہ فاروق سے کہتی ہے کہ آپ کے والد میرے پیچھے اُن ہی دنوں سے پڑے تھے جب میں دلہن بن کر یہاں آئی تھی۔ دلہن بننے کے بعد نسیمہ کے دو بچے ہو جاتے ہیں مگر وہ دونوں بچے مرجاتے ہیں اور صرف زبیدہ بچ جاتی ہے جس کو مقبول اپنا سمجھ کر پالتا ہے۔اصل میں زبیدہ مقبول کی بیٹی نہیں بلکہ تحصیل دار غلام قادر حال کی بیٹی ہے۔۔۔فاروق خان یہ سب سننے کے بعد نسیمہ سے پوچھتا ہے کہ تم نے مجھ سے یہ سب پہلے کیوں نہیں بتایا۔اگر تم نے بتایا ہوتا میں اپنی بہن کے ساتھ۔۔۔۔۔

○ موضوع

اس افسانے کا موضوع ایک ایسے معاشرے سے لیا گیا ہے جہاں پر عورت کو کمزور اور لاچار سمجھ کر اس کے ساتھ بُرا سلوک کیا جاتا ہے۔ایک ایسا سماج جس میں ہم اُن لوگوں کو مہان مانتے ہیں جن کا ظاہری رویہ بہت اچھا ہوتا ہے مگر ان کے باطن کو کوئی نہیں جاننا چاہتا ہے۔شبنم قیوم نے اس افسانے میں ان لوگوں کے چہروں سے پردہ ہٹایا جو پارسا لگتے ہیں۔اس افسانے میں پلپے آگ کا کر دکھایا گیا ہے بعد میں اس آگ میں تحصیلدار غلام قادر خان کی جلی لاش پورے علاقے میں سنسنی پھیلا دیتی ہے۔بعد میں زبیدہ اور فاروق کا ایک دوسرے سے پیار ہو جاتا اور اس کے بعد زبیدہ کی ماں کا اس شادی سے انکار کرنا۔اس کے بعد یہ افسانہ Climax پر پہنچ

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

جاتا ہے اور ایک ایسا انجام نکالا گیا جسے پڑھ کر قاری چو کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ افسانہ اس مقام پر ختم ہوتا ہے

لیکن تم نے پہلے مجھ سے یہ سب کیوں نہیں بتایا میں نے اپنی بہن ۔۔۔فاروق کی زبان سے ایسا سنتے ہی نسیمہ کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکل پڑی۔

❖❖❖

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

جہاں انسان دفن ہے

افسانہ "جہاں انسان دفن ہے" اس مجموعے کا سب سے طویل افسانہ ہے۔ اس افسانے کا ترجمہ ہندی پنجابی، ملیالم، انگریزی اور روسی زبان میں بھی ہوا ہے۔ اس افسانے کا مرکزی کردار پرنسپل ساگر ہے جس کا اصلی نام عبدالکریم خان ہے۔ لیکن سب لوگ اسے ساگر پنجابی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ پرنسپل ساگر کسی مذہب کو نہیں مانتا تھا اور لوگ اسے بے دین اور کمیونسٹ کہا کرتے تھے۔ اس افسانے کی کہانی فلیش بیک میں چلتی ہے۔ پرنسپل ساگر جب بیمار پڑ جاتا ہے تو وہ اپنے ایک ملازم کو پروفیسر بھان کو بلانے کے لئے بھیجتا ہے۔ پروفیسر بھان اس روز اپنی اکلوتی بیٹی کے چوتھے جنم دن کی تیاری میں لگا تھا لیکن پرنسپل کے ملازم کو دیکھ کر وہ جلدی سے اپنے گھر سے نکلا۔ پروفیسر بھان نے سڑک پر پہنچ کر جب پہلا موڑ چھوڑا تو اچانک اس کی نظر مسجد کے مینار اور پھر دروازے پر پڑی تو اس کو یاد آیا کہ آج سے تین سال قبل پروفیسر بھان اپنی بیٹی کی ولادت کی خبر سن کر گھر جا رہا تھا تو اس مسجد کے قریب پہنچ کر اس نے پرنسپل ساگر کو بھیس بدل کر لوگوں کی نظروں سے چھپ کر جامع مسجد کے اندر جاتے ہوئے دیکھا۔ پہلی بار تو پروفیسر حیران رہ گیا اس سے یہ بالکل سمجھ میں نہیں آیا کہ جو شخص لامذہب اور بے دین مشہور ہو وہ لوگوں کی نظروں سے چھپ کر اور بھیس بدل کر جامع مسجد میں کیوں جاتا ہے۔ اور جا کر وہاں کیا کرتا ہے۔ پروفیسر بھان نے اب ارادہ کر لیا کہ چاہئے کچھ بھی ہو گا وہ پرنسپل کے سامنے اس بات کا ضرور تذکرہ کرے گا۔ دوسرے روز جب اسے چوک میں پرنسپل ملتا ہے تو انہیں سامنے بیٹھ جانے کا اشارہ کیا اس کے بعد پروفیسر سے کہنے لگے تم تو جانتے ہو کہ میں کمیونسٹ نظریہ کا حامی ہو کر جامع

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

مسجد جاتا ہوں یہاں ایک طوائف کے لیے مغفرت کی دعائیں مانگتا ہوں جامع مسجد سے نکل کر میں اس طوائف کی قبر پر جا کر ان کے حق میں فاتحہ پڑھتا ہوں۔ اور ان سے التجا کرتا ہوں تمہیں تمہارے گناہوں سے نجات دلانے کے لیے اگر مجھے اور کچھ کرنا پڑے میں وہ بھی کرلوں گا۔

اس کے بعد جب کالج کے لیکچرار جو ایک سکھ مذہب سے تعلق رکھتے ہیں وہ ایک ہندو پروفیسر کو جامع مسجد جاتے یہاں دعاؤں میں مشغول رہنے کے بعد جب باہر آ کر طوائف کی قبر پر حاضر ہوتے ہیں۔ اور اس کے لیے اپنے گرو سے مغفرت کی دعائیں مانگتے ہیں تو یہ ساری کہانی ایک ایسا موڑ لیتی ہے۔ تو کالج کا ہندو پروفیسر سکھ لیکچرار اور کمپونسٹ پرنسپل کا ایک طوائف کے لیے مغفرت کی دعاؤں کا اہتمام اس پوری کہانی کا لب لباب ہے۔ پروفیسر کی زبانی پوری سورتحال سن کر ایک کمیونسٹ کے بعد ایک ہندو اور پھر ایک سکھ جو وعدہ وفائی ایک دوسرے سے کرتے ہیں۔ وہ تجسس کے بعد اس پوری کہانی کا کلائمیکس ہیں۔

❖❖❖

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

دیوی دیوتا

افسانہ ''دیوی دیوتا'' میں جب صفیہ کالج کے گیٹ سے نکل کر سڑک پر آتی ہے تو اچانک اس کی نظرفٹ پاتھ پر کھڑے ایک نوجوان پر پڑتی ہے۔جس کا نام سلیم ہوتا ہے۔شاید یہی ایک نوجوان تھا جس کو زندگی میں پہلی بار اس نے نہ صرف بھرپور نظر سے دیکھا تھا بلکہ اسے بار بار دیکھنے کی کوشش بھی کر چکی تھی۔ یہ نوجوان کون تھا اور وہ اسے کب سے جانتی تھی اس سے پہلے اس نے اسے کہاں دیکھا تھا؟ اس کا اسے کچھ پتہ نہیں تھا۔ایک روز اپنے کمرے میں بیٹھ کر وہ کتابوں کے مطالعے کے بجائے انہی پریشان کن سوالوں میں محو و منہمک تھی۔ رفتہ رفتہ وہ یادوں کی دنیا میں کھوگئی اور اس نے یہ سوال حل کر لئے اسے یاد آیا جب آج سے ڈھائی سال پہلے وہ اپنی کلاس کے گروپ کے ساتھ کشمیر کی سیر کو آئی تھی اور شاپنگ کے دوران جب ایک نوجوان اسے ٹکرایا تھا تو اس نے اس نوجوان کو زور کی تھپڑ اس کے چہرے پر رسید کی تھی اور اپنی سنڈل سے اُسے جب مارنا چاہا تو وہ نوجوان کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہوئے دیکھ کر اپنی سنڈل واپس زمین پر رکھ دیتی ہے اتنے میں وہاں پر کافی بھیڑ لگ جاتی ہے۔اور نوجوان دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا کر وہاں سے بھاگ جاتا ہے اس کے بعد جب صفیہ نے کالج سے نکل کر اُس نوجوان کو پھر سے دیکھا تو وہ اُس نوجوان کے قریب جاتی ہے اور اُس سے بات کرنا چاہتی ہے مگر وہ نوجوان وہاں سے چلنے لگا،صفیہ بھی اُس کے پیچھے پیچھے چلنے لگتی ہے۔ کچھ دور چل کر صفیہ اُسے آواز دیتی ہے اور وہ رُک جاتا ہے۔صفیہ اس سے بات کرنا چاہتی ہے مگر نوجوان اُس کے کسی بھی سوال کا جواب نہیں دیتا۔صفیہ یہ دیکھ کر مایوس ہو جاتی اور وہاں سے چلنے لگتی ہے۔ کچھ فاصلہ

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

طے کرنے کے بعد صفیہ واپس لوٹ آتی ہے۔اس وقت وہ نوجوان کاغذ پر کچھ لکھ رہا تھا۔اس کے بعد نوجوان یہ کاغذ صفیہ کو دے کر وہاں سے چلا جاتا ہے۔صفیہ جب وہ کاغذ کھولتی ہے تو اس پر لکھا ہوتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ بات نہ کرسکا اس کی وجہ یہ کے کہ میں گونگا ہوں۔نوجوان، صفیہ کو وہ دن یاد دلاتا ہے جب وہ اسے ٹکرایا تھا اور صفیہ نے اُسے سب لوگوں کے سامنے بے عزت کر دیا تھا۔اُس روز اس نوجوان کی ماں چل بسی تھی اور نوجوان اس دکھ میں تھا کہ وہ صفیہ سے ٹکرایا اور بجائے حوصلہ دینے کے وہ اُس سے سرِ بازار بے عزت کر دیتی ہے اور جب یہ جوان گھر پہنچتا ہے تو وہ بے ہوش ہو جاتا ہے اور جب اسے ہوش آ جاتا ہے تو لوگ اس کی ماں کی میت کو اٹھائے جارہے تھے۔ان دونوں واقعات کا اس پر اتنا برا اثر پڑ جاتا ہے کہ وہ اپنی آواز ہمیشہ کے لیے کھو دیتا ہے۔صفیہ یہ سب پڑھ کر بہت پچھتاتی ہے۔اس کے بعد صفیہ اسے کاغذ کے پھول بیچتے ہوئے چوک پر ملتی ہے اور جب صفیہ ان پھولوں پر قیمت کی لیبل دیکھتی ہے تو وہ اسی وقت اپنے آپ سے فیصلہ کرلیتی ہے آج کے بعد وہ اس کی آواز بن جائے گی۔اس طرح صفیہ اُس سے شادی کرلیتی ہے اور نوجوان سلیم اسے اپنے گھر لے آتا ہے۔صفیہ اس کی آواز واپس لوٹ آنے کے لئے اسے ایک کے بعد ایک ڈاکٹر کے پاس لیجاتی ہے گھر آکر سلیم کی زبان کے لئے روتی رہتی ہے۔اس زبان بندی کا ذمہ دار خود کو مان کر دوسروں سے علاج کراتی ہے۔البتہ خود رو دھو کر اس کا ازالہ کرتی ہے۔یہاں تک کہ اس کی بینائی متاثر ہوتی ہے۔سلیم اس کی یہ حالت دیکھ کر اپنے آپ کو بہت ملامت کرتا ہے اس کے بعد وہ صفیہ کو لے کر ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے۔
ڈاکٹر جب ان کو دیکھتا ہے تو وہ صفیہ کو کہتا ہے میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ سلیم کا کچھ نہیں ہوسکتا تو صفیہ ان سے کہتی ہے کہ آج سلیم اپنی زبان کے لئے نہیں بلکہ میری آنکھوں کے لئے آیا ہے مجھے اپنی آنکھوں کی پرواہ نہیں بلکہ میری بس ایک تمنا ہے ایک بچے کی ماں بننے والی ہوں اور جب میرا بچہ ہوگا تو مجھے اس کا حلیہ کون بتائے گا۔سلیم دیکھ کر بھی نہیں بتا سکتا ہے اور میں بول کر بھی نہیں دیکھ نہیں سکتی۔اتنے میں ڈاکٹر انہیں کچھ کہنا چاہتا تھا مگر دونوں یہاں سے نکلنے لگے کہ کہیں ڈاکٹر یہ نہ کہہ دے کہ تمہارا بچہ گونگا اور اندھا پیدا ہوگا۔

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

○ موضوع

اس افسانے کا موضوع بھی ایک عورت ہے جو خود کو مٹا کر دوسروں کو زندگی دینے کا حوصلہ رکھتی ہے۔ وہ وفا کے جذبوں سے آشنا ہے، وہ محبت میں مٹ جانا اپنا اصول بناتی ہے، وہ خود زخم سہہ کر اوروں کو سکھ دیتی ہے وفا کے نام پر ایثار کرتی ہے، یہ ایک ایسی عورت ہے جس کو اپنی غلطی کا احساس اس قدر ہو جاتا ہے کہ وہ اپنا سب کچھ تیاگ کر ایک ایسے نوجوان کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو جاتی ہے جو گونگا ہے، مگر صفیہ کو اس ۔گونگے پن کا احساس ہے کہ اگر آج یہ اس مقام پر پہنچا ہے تو اس کی ذمہ دار وہ خود ہے وہ اپنے آپ کے ساتھ فیصلہ کرتی ہے کہ آج کے بعد وہ اس کی زبان بن جائے گی اور اس کے دکھ سکھ میں اس کا ساتھ دے گی ۔وہ اپنے غم کو خوشی اور لاچاری کو فرض جان کر نسوانیت کی ایک مثال قائم کرتی ہے ۔وہ گونگے جوان کے ساتھ بیاہ رچا کر ان کی زبان بن جاتی ہے ۔اس طرح وہ ایک دیوی بن کر دیوتا کی پجارن بن جاتی ہے۔

❖❖❖

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

افسانوی مجموعہ

نشانات کا عمومی تعارف

"نشانات" شبنم قیوم کا دوسرا افسانوی مجموعہ ہے۔ یہ مجموعہ اگست 2010ء میں وقار پبلیکشن سرینگر نے شائع کیا۔ 152 صفحات پر مشتمل اس افسانوی مجموعہ میں 17 افسانے شامل ہیں۔

❖❖❖

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

''نشانیات'' میں شامل افسانوں کی فہرست

۱۔ دکھتی آنکھیں

۲۔ دیا جلاؤ روشنی بجھاؤ

۳۔ میری جوانی، تیرا انعام

۴۔ مینڈک

۵۔ پھول بنے انگارے

۶۔ ساجھے داری

۷۔ لوہا پگھلتا ہے

۸۔ بہت اونچے، بہت نیچے

۹۔ چیونٹی کے پر

۱۰۔ کھوٹا سکہ

۱۱۔ آنکھیں

۱۲۔ راتوں کے اجالے

۱۳۔ ٹوٹے آئینے کی پرچھائیاں

۱۴۔ اور میں مر گیا

۱۵۔ سہاگ اور شعلے

۱۶۔ شریف بدمعاش

۱۷۔ حماقت

❖❖❖

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

افسانوں کا تنقیدی جائزہ

دیا جلاؤ۔۔۔۔روشنی بجھاؤ

○ موضوع:

اس افسانے کا موضوع ایک عورت ہے۔جس کو مرد کھلونا سمجھ کر اس کے ساتھ جیسا چاہتا ہے ویسا سلوک کرتا ہے۔اس افسانے میں ایک شوہر اپنی چاہت پوری کرنے کے لئے اپنی بیوی سے ایسا کام کراتا ہے کہ وہ اپنی عزت، انا اور حس سب کھو بیٹھتی ہے۔وہ اپنی عصمت کو اپنے شوہر کے لئے قربان کر دیتی ہے۔

○ پلاٹ:

افسانہ''دیا جلاؤ۔۔۔۔روشنی بجھاؤ'' کا پلاٹ سیدھا سادہ اور منظم ہے۔کہانی میں روانی ہے۔اور ربط و تسلسل کا خیال رکھا گیا ہے تاکہ قاری کو اکتاہٹ نہ محسوس ہو۔رفیق جو ایک سرکاری ملازم ہے اور نومبر کے مہینے کے ساتھ ہی اسے اپنے ڈیپاٹمنٹ کے ہمراہ چھ مہینوں کے لئے جموں منتقل ہونا پڑتا ہے۔کیوں کہ کشمیر میں نومبر کا مہینہ آتے ہی سردیوں میں اضافہ ہو جاتا ہے اس لئے تمام سرکاری دفاتر چھ مہینوں کے لئے جموں منتقل کئے جاتے ہیں۔اس بار رفیق کا دل نہیں چاہتا تھا کہ وہ جموں جائے کیوں کہ رفیق کی نئی نئی شادی ہوئی تھی اس لئے وہ اپنی بیوی

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

نصرت کو بھی ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔اس کے بعد رفیق اپنی بیوی کے ساتھ جموں آجاتا ہے اور ایک کوارٹر رہنے کے لئے لیتا ہے۔ رفیق اپنی بیوی نصرت سے بہت پیار کرتا ہے۔ وہ نصرت سے ایک پل بھی جدا رہنا گوارہ نہیں کرتا ہے۔اس لئے اب وہ دوپہر کا کھانا دفتر ساتھ لے جا کر نہیں کھاتا ہے بلکہ کوارٹر واپس آ کر اپنی بیوی کے ساتھ کھاتا ہے۔ رفیق اپنی بیوی کو اپنی پڑوسن حسینہ کی طرح بن ٹھن کر رہنے کو کہتا ہے کیوں کہ رفیق جب بھی حسینہ کو دیکھتا تھا تو دیکھتا ہی رہ جاتا تھا۔ وہ حسینہ کو منانے کے لئے اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ تم مجھے ایک بار حسینہ منا کے دو، میں ہمیشہ کے لئے تمہارا تابعدار رہوں گا۔ اگر تم میری یہ چاہت پوری کرو گی تو میں سمجھوں گا تم نے مجھے جیون بھر کا سکھ دیا۔ اس کے بعد نصرت اپنے شوہر کی چاہت کو پورا کرنے کے لئے حسینہ کو مناتی ہے۔ اس کے بعد رفیق اور حسینہ جنسی لذتوں میں کھو جاتے ہیں۔ ایک بار رفیق، حسینہ کو کسی بات پر زور دار تھپڑ مارتا ہے کہ حسینہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں اور وہ رفیق سے کہتی ہے کہ اگر میرے شوہر نے تمہاری بیوی کو اس طرح اور اس حالت میں تھپڑ مارا ہوتا تو تُو کیا کرتا۔ رفیق کو بہت غصہ آجاتا ہے اور وہ سوچتا ہے کہ اگر واقعی ایسا ہوتا تو وہ ان سب لوگوں کو شوٹ کر کے خودکسی اونچائی پر جا کر خودکشی کر لیتا۔ حسینہ، رفیق سے کہتی ہے کہ تم نے مجھ کو پانے کے لئے اپنی بیوی سے شرط رکھی تھی، کیوں کہ تم مرد لوگ عورتوں کو کھلونا سمجھتے ہیں۔ تمہاری اس شرط سے تمہاری بیوی ایک دوسرے مرد کے ہوس کا شکار بنی۔ جس طرح تم نے اپنی چاہت کو پورا کرنے کے لئے اپنی بیوی سے یہ سب کرایا ٹھیک اسی طرح میرے شوہر (انور) نے بھی اپنی چاہت پوری کرنے کے لئے مجھے تمہاری بیوی کو منانے کے لئے کہا۔

○ کردارنگاری:

اس افسانے مین دو کردار اہم ہیں اور وہ ہیں رفیق اور نصرت۔

رفیق اس افسانے کا مرکزی کردار ہے۔ وہ ایک سرکاری ملازم ہے اور جب اسے اپنے ڈپارٹمنٹ کے ساتھ جموں منتقل ہونا پڑتا ہے وہ اپنی بیوی کو بھی ساتھ لے جاتا ہے کیونکہ

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

رفیق کی نئی نئی شادی ہوئی تھی اور وہ اپنی بیوی کے بغیر ایک پل بھی نہیں رہ پاتا ہے۔ رفیق ایک خود غرض شخصیت کا مالک ہے وہ اپنی چاہت پوری کرنے کے لئے اپنی بیوی سے وہ سب کراتا ہے جس کی مثال شاید ہی کہیں ملتی ہو۔ وہ اپنی بیوی ہونے کے باوجود دوسری عورتوں کے ساتھ جنسی میل ملاپ رکھتا ہے۔ اس کام میں اس کی بیوی اس کا ساتھ دیتی ہے۔ کیوں کہ وہ اس کے نسوانیت کا فائدہ اٹھاتا ہے وہ اس کے جذبات کی قدر کرتا ہوا نظر نہیں آتا ہے اور اس کے سامنے ایک ایسی شرط رکھتا ہے کہ وہ اسے زہر کا گھونٹ سمجھ کر ہنستے ہنستے پی لیتی ہے۔ آخر میں رفیق کو اپنی غلطی کا احساس ہو جاتا ہے اور سوائے افسوس کے وہ کچھ بھی نہیں کر پاتا ہے۔ کیوں کہ اس نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنی بیوی کی عصمت لٹوائی۔

نصرت کا کردار اس افسانے میں بہت کمزور نظر آتا ہے۔ وہ اپنے شوہر کی چاہت کو پورا کرنے کے لئے عورت ذات کی قدر کرتے ہوئے نظر نہیں آتی۔ وہ ایک غیر عورت کو اپنے شوہر کے ساتھ جنسی تعلق رکھنے کے لئے اکساتی ہے۔ وہ اس گھناؤنے کام میں اپنے شوہر کا پورا پورا ساتھ دیتی ہے۔ وہ اپنے شوہر کے خلاف کوئی احتجاج نہیں کرتی ہے۔ جس سے وہ اپنے شوہر کو ایسا کام کرنے سے باز رکھتی۔ اس کے برعکس وہ خود بھی دوسرے مرد کے ساتھ جنسی تعلقات رکھ لیتی ہے۔ نصرت اس مقدس رشتے کو بھول جاتی ہے جس کو میاں بیوی کا رشتہ کہا جاتا ہے۔

○ مکالمہ نگاری:

اس افسانے میں پیش کئے گئے مکالمے آسان اور رواں معلوم ہوتے ہیں لیکن کہیں کہیں افسانہ نگار نے طویل مکالموں سے کام لیا ہے۔ ایک اقتباس دیکھئے جس میں شبنم قیوم نے ایک مرد اور ایک ایک عورت کے جذبات کی عکاسی انہیں کے مکالموں کے ذریعے پیش کی ہے۔ عورت کے مکالموں سے اس کی لاچاری و بے بسی اور مرد کے مکالموں میں اس کا غصہ اور خود غرضی نظر آتی ہے۔

"اف۔۔۔! یہ سب کیا ہو گیا؟

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

"کیا میں یہاں سے جا سکتی ہوں؟

ہاں حسینہ! تم جا سکتی ہو، لیکن ایک بات یاد رکھو تم نصرت کو میری طرف سے کہہ دینا وہ یہاں میرے پاس آنے کی کوشش نہ کرے اب سے وہ "مجھے اپنا منہ نہ دکھائے۔ اگر وہ یہاں آ گئی تو میں اسے ختم کر دوں گا۔

اگر میرا شوہر بھی اس وقت تمہاری بیوی سے ایسا ہی کہتا ہوگا تو۔۔۔۔؟

"او' ہاں! تو میں کیا کر سکتا ہوں۔۔۔۔۔، ویسے اس کو بھی ایسا کہنا چاہئے۔ کیا اس لئے کہ آپ مردوں نے ہم عورتوں کو ایک کھلونا سمجھ رکھا ہے۔ نہیں ایسی بات نہیں۔

اگر تم حالات سے سمجھوتہ کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ تو پھر تم نے نصرت کے سامنے ایسی چاہت کا اظہار کیوں کیا جس کی اُسے ایسی قیمت ادا کرنی پڑی۔" ۲

○ اسلوب و زبان و بیان:

ہر افسانہ نگار کا اپنا ایک اسلوب ہوتا ہے جس کے ذریعہ وہ افسانے تخلیق کرتا ہے۔ شبنم قیوم کا بھی اپنا ایک اسلوب ہے جو انہیں اپنے ہم عصر لکھنے والوں سے منفرد ہے اور وہ یہ ہے کہ شبنم قیوم اپنے افسانوں کو تین حصوں میں بانٹتے ہیں۔ پہلے حصہ میں وہ کہانی کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ قاری کو کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ افسانہ نگار کیا کہنا چاہتا ہے۔ بلکہ وہ اس حصے کا تجسس برقرار رکھتے ہوئے پھر دوسرے حصے میں کہانی کو واضح کرتے ہیں اور تیسرے حصے میں وہ کہانی کا انجام اس طرح پیش کرتے ہیں کہ قاری چونکے بغیر نہیں رہ سکتا ہے۔ اس افسانے کا انداز بھی اسی طرح کا ہے۔ زبان و بیان کے اعتبار سے یہ افسانہ بہت ہی اچھا ہے۔ اس سے پہلے والے افسانوی مجموعے کو جوان کے طویل افسانوں پر مشتمل ہے میں ایک بات کو کہنے کے لئے بہت سے لفظوں یا سطروں کا استعمال کیا ہے۔ لیکن اس افسانے میں بہت ہی کم لفظوں میں وہ سب شبنم قیوم نے کہہ دیا۔ جو وہ کہنا چاہتا تھا۔

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

○ وحدت تاثر:

اس افسانے میں جس تاثر کو بیان کیا گیا ہے وہ ایک عورت کی بے بسی اور لاچاری ہے جو اپنے شوہر کی چاہت کو پورا کرنے کے لئے کوئی بھی حد پار کرسکتی ہے۔اس افسانے کا انجام ڈرامائی انداز میں پیش کیا گیا ہے، جب حسینہ، رفیق کے سامنے وہ راز کھولتی ہے کہ جس طرح تم نے اپنی بیوی کو مجھے منانے کے لئے کہا اسی طرح میرے شوہر نے تمہاری بیوی کو منانے کے لئے میرے سامنے اس چاہت کا اظہار کیا۔

❖❖❖

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

میری جوانی، تیرا انعام

○ موضوع:

"میری جوانی، تیرا انعام" افسانوی مجموعہ "نشانات" کا تیسرا افسانہ ہے۔ جس کا موضع ہندوستان کا بٹوارہ ہے۔ جس سے ریاست جموں وکشمیر کے شاعر، ادیب، قلم کار، فن کار اور مصور یا پاکستان چلے گئے اور یا ہندوستان اور دنیا کے مختلف حصوں میں پھیل گئے۔ یہ شبنم قیوم کا واحد افسانہ ہے جس میں انہوں نے ملک کی تقسیم کو موضوع بنایا ہے۔ اس تقسیم سے ریاست جموں وکشمیر کے لوگ بھی تقسیم ہو گئے لیکن ان کی یادیں اور ان کے کارنامے آج بھی اس ریاست میں موجود ہیں۔

○ پلاٹ:

اس افسانے کا پلاٹ سادہ ہے اور کہانی واقعات کے مطابق آگے بڑھتی ہے۔ کہانی میں کہیں کوئی جھول نظر نہیں آتا ہے۔ ثقافتی وزیر مس کملاوتی جب آرٹس کلب کا افتتاح کرنے آتی ہے۔ اس آرٹس کلب میں پہلی بہترین پانچ آرٹ کے نمونوں پر انعام کی شرط بھی رکھی گئی تھی۔ مس کملاوتی جب ایک کے بعد ایک سیڑھی چڑھ کر راہداری میں پہنچتی ہے سب سے پہلے اس کی نظر ہال میں جانے والے دروازے کے اوپر لگے ہوئے پورٹریٹ پر پڑتی ہے تو اس کی نظر اس پورٹریٹ پر جم جاتی ہے۔ اس آرٹ پر بڑے حرفوں میں لکھا ہوتا ہے۔ "جوانی کی بہار" اور نیچے ایک کونے پر درج ہوتا ہے "عمل۔۔ مسعود شوقین" مس کملاوتی کو محسوس ہوتا ہے کہ یہ آرٹ ان سے

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

باتیں کر رہا ہے۔ انہیں یاد آجاتا ہے کہ یہ وہی مسعود شوقین ہے جس سے ان کو پیار تھا۔ ملک کی تقسیم سے پہلے جب ایک آرٹسٹ جھیل کے کنارے بیٹھا اس جنت الارض وادی کو دیکھ رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ اس کا ماڈل بنا رہا تھا۔ اس جھیل کے ایک کنارے پر دو دوشیزائیں بیٹھی تھیں جن میں ایک مس کملاوتی اور دوسری ان کی سہیلی تھی۔ مس کملاوتی اس آرٹسٹ کو اپنی طرف دیکھ کر ہنسنے لگتی ہیں۔ اس کے بعد مس کملاوتی، مسعود شوقین سے ملنے آتی۔ وہ اس کے بعد اسٹوڈیو میں بھی آجاتی ہے وہ مسعود شوقین کو اپنی تصویر بنانے کے لئے کہتی ہے اور جب مسعود شوقین اس تصویر کو مکمل کرتا ہے تو وہ ان سے انعام مانگتا ہے۔ مس کملاوتی اسے کہتی ہے کہ "میری یہ جوانی تیرا انعام" اور یوں وہ اسے پیار کا اظہار کر دیتی ہے۔ اس کے بعد مسعود شوقین، کملاوتی کو کہتا ہے کہ اس کا عنوان کیا رکھیں گے تو کملاوتی ان سے کہتی ہے کہ اس کا عنوان "جوانی کی بہار" رکھو۔ اس کے بعد وادی میں حالات ایک دم بدل جاتے ہیں۔ کملاوتی کو اپنی کمیونٹی کے ساتھ وادی کو چھوڑنا پڑتا ہے اور مسعود شوقین کو سرحد پار جانا پڑتا ہے۔

"جوانی کی بہار!" عمل مسعود شوقین کے پوٹریٹ نے مس کملاوتی کو گیٹ پر روک کر پوچھ لیا۔ مس کملا میں سرحد کے اس پار کا آرٹسٹ ہوں۔ بتاؤ میرے نام کون سا انعام رکھنے کا خیال ہے۔ مس کملاوتی کے منھ سے نکل جاتا ہے "میری جوانی" اس کے بعد مس کملاوتی اکیڈمی کے سیکریٹری سے پوچھتی ہے کہ پہلا انعام اس آرٹ کو دینا ہے۔ تو سیکریٹری اسے کہتا ہے کہ یہ آرٹ تو سرحد کے اس پار والے کا ہے اور شرائط کی رو سے سرحد کے اس پار رہنے والے آرٹسٹ اس مقابلے میں شرکت کے مجاز نہیں ہیں۔ اس لئے یہ سب آرٹ ہم نے ہال سے باہر رکھ دئے ہیں۔ کچھ دیر بعد مس کملاوتی وہاں پر موجود لوگوں سے مخاطب ہو کر بولتی ہے۔

> "آرٹ کو ہال سے باہر رکھ دینے یا آرٹ کو سرحد کے اس پار بھیج دینے سے آرٹ کا بٹوارہ نہیں ہو سکتا۔ آرٹ فن کا ایک حصہ ہے۔ فن ملک اور قوم کا معمار ہوتا ہے اور کوئی بھی معمار ملک اور قوم کی تعمیر کرتا ہے نہ کہ بٹوارہ"۔ ۳

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

○ کردارنگاری:

اس افسانے میں صرف دو کردار نظر آتے ہیں۔مسعود شوقین اور مس کملاوتی۔
مسعود شوقین کے کردار میں ایک ایسا آرٹسٹ چھپا ہے۔جس کو ملک کی تقسیم سرحد کے اس پار بھیجتی ہے۔مگر اس کا وہ بنایا ہوا آرٹ آج بھی یہاں پر دیکھنے والوں کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔مسعود شوقین کو ایک لڑکی سے پیار ہو جاتا ہے جس کا نام کملاوتی ہے۔کملاوتی ہر روز مسعود شوقین کے اسٹوڈیو میں آیا کرتی ہے اور مسعود شوقین سے پوچھا کرتی ہے کہ میری ایک ایسی تصویر بنادو جو ایک یادگار بن جائے۔مسعود شوقین ہر روز اس کی اسٹڈی کیا کرتا ہے مگر اس کی تصویو مکمل نہیں کر پاتا ہے۔ایک روز وہ اس کی تصویر کو مکمل کرتا ہے اور کملاوتی سے اس کا انعام مانگتا ہے، کملاوتی اس کو جواب دیتی ہے کہ میری جوانی تیرا انعام ہے۔اس افسانے میں مسعود شوقین ایک بہت ہی نیک سیرت کردار کا حامل ہے۔جب وہ کملاوتی کی اسٹڈی کرنے لگتا ہے تو وہ کملاوتی کے حسن اور جسم کے خوبصورت انگوں کو دیکھ کر اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھتا ہے اور جب یہی حالت وہ کملاوتی میں بھی دیکھتا ہے تو وہ اپنا برش پھینک کر اسٹوڈیو سے چلا جاتا ہے۔اس لئے کہ کہیں وہ جنسی بہاؤ میں بہہ کر کملاوتی کے ساتھ کچھ غلط نہ کر بیٹھیں۔

○ کملاوتی:

کملاوتی اس افسانے کی مرکزی کردار ہے۔جس کو ایک آرٹسٹ مسعود شوقین سے پیار ہو جاتا ہے۔ملک کی تقسیم سے جب ریاست جموں وکشمیر پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے تو یہاں کے رہنے والے ہندوستان اور پاکستان کے مختلف حصوں میں چلے جاتے ہیں۔کملاوتی بھی اپنی کمیونٹی کے ساتھ یہاں سے چلی جاتی ہے کچھ سال گزرنے کے بعد جب کملاوتی ثقافتی وزیر کی حیثیت سے ریاست کے آرٹس کلب کا افتتاح کرنے کے لئے آتی ہے تو راہداری میں پہنچ کر اس کی نظر ایک پوٹریٹ پر پڑتی ہے تو اس کو یاد آتا ہے کہ یہ تو وہی تصویر ہے جو مسعود شوقین نے اس کے لئے بنائی

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

تھی۔اس کو اپنا گزرا ہوا سارا وقت یاد آجاتا ہے۔جب مسعود شوقین اس تصویر کو مکمل کر کے اس سے انعام مانگتا ہے تو کملاوتی اسے کہتی ہے کہ میری یہ جوانی تیرا انعام ہے۔اس کے بعد کملاوتی اس آرٹ کو پہلا انعام دینے کے لئے سیکریٹری سے کہتی ہے۔لیکن سیکریٹری اسے جواب دیتا ہے کہ شرائط کی رو سے سرحد کے اس پار رہنے والے آرٹسٹ اس مقابلے میں شرکت کے مجاز نہیں ہیں۔اس لئے یہ سب آرٹ ہم نے ہال سے باہر رکھ دئے ہیں۔کملاوتی کو یہ اچھا نہیں لگتا ہے اور وہ ہال میں موجود لوگوں کی طرف دیکھ کر کہتی ہے:

> ''آرٹ کو ہال سے باہر رکھ دینے یا آرٹسٹ کو سرحد کے اس پار بھیج دینے سے آرٹ کا بٹوارہ نہیں ہوسکتا ہے۔آرٹ فن کا ایک حصہ ہے۔فن ملک اور قوم کا معمار ہوتا ہے اور کوئی بھی معمار ملک اور قوم کی تعمیر کرتا ہے نہ کہ بٹوارہ۔''۴

○ مکالمہ نگاری:

اس افسانے کے مکالمے بہت ہی آسان نظر آتے ہیں۔جب کملاوتی اس آرٹ کو دیکھتی ہے تو اس کو محسوس ہوتا ہے کہ یہ آرٹ اس سے باتیں کر رہا ہے اور اس سے انعام مانگ رہا ہے تو اچانک کملاوتی کی انگلی اس آرٹ کی طرف اُٹھتی ہے اور اس کے منہ سے یہ الفاظ نکلتے ہیں''میری جوانی تیرا انعام'' کملاوتی کے مکالموں سے مسعود شوقین کے لئے پیار دکھائی دیتا ہے۔ساتھ ہی اس کے اونچے خیالات بھی نظر آتے ہیں:

> ''کیا فرمایا آپ نے''اکیڈمی کے سیکریٹری نے سامنے آکر پوچھا۔وہ تیور بدل کر بولی۔
>
> دیکھئے پہلا انعام اس کو دینا۔
>
> انعام۔۔۔لیکن یہ آرٹ۔۔۔سیکریٹری نے تعرض کیا۔
>
> یہ آرٹ تو سرحد کے اس پار والے۔۔۔۔۔۔۔۔
>
> مگر آرٹ تو سرحد کے اس پار نہیں ہے۔میں کہہ رہی ہوں پہلا انعام اسی کو

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

دو۔۔۔۔

لیکن شرائط۔۔؟ سیکریٹری بولا

کیا شرائط ہیں؟ مجھے بتاؤ۔

شرائط کی رو سے سرحد کے اس پار رہنے والے آرٹسٹ اس مقابلے میں شرکت کے مجاز نہیں ہیں۔ یہ سب آرٹ ہم نے ہال سے باہر اسی لئے رکھ دیئے ہیں۔

لیکن آرٹ کو ہال سے باہر رکھ دینے سے اس کی قدر و قیمت اس کی عظمت گھٹ نہیں سکتی ہے۔ اسے نے ترش روئی سے جواب دیا۔"[۵]

○ منظر نگاری:

شبنم قیوم نے اس افسانے میں ایک آرٹسٹ کی بنائی ہوئی تصویر کا منظر کچھ اس طرح سے بیان کیا ہے جیسے کہ یہ تصویر انہوں نے خود بنائی ہو اور اب اس تصویر کو دیکھ کر اب اس کا منظر بیان کر رہا ہے۔ اس منظر کو پڑھ کر شبنم قیوم کے فن کی داد دینی پڑے گی کہ کس طرح ایک آرٹسٹ کے آرٹ اور خیال کو پیش کیا ہے کہ کس طرح وہ قدرت کی اس خوبصورتی کو اپنے ذہن میں لا کر ان خیالات میں رنگ بھرتا ہے:

"پرانے آرٹ کے اس نمونے میں دور ایک بلند پہاڑ کھڑا دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے اوپر نیلے آسمان پر سفید ابر کے کچھ ٹکڑے دکھائی دے رہے تھے۔ پہاڑ کے دامن میں ایک وسیع میدان نظر آرہا تھا اور اس میدان کے سامنے ہرے بھرے شاداب کھیت اور ان کھیتوں کے ارد گرد چھوتے بڑے درخت پھولوں اور پھلوں سے لدے نظر آرہے تھے۔ اس کے ایک جانب ایک ندی دکھائی دے رہی تھی۔ جس کا پانی تھرک تھرک کر بہہ رہا تھا۔ ندی کے کنارے ایک دوشیزہ بیٹھی اپنی خمار آلود نگاہیں پھیلا کر اس طرح سے دیکھ رہی تھی گویا وہ جوانی کی بہار کی متلاشی تھی۔"[۶]

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

مینڈک

○ موضوع:

اس افسانے میں جس فلسفے کو موضوع بنایا گیا ہے وہ ہے آج کا ایسا معاشرہ جس میں والدین کی پریشانیوں میں اس وقت اضافہ ہوجاتا ہے جب ان کے بچے جوانی میں داخل ہوجاتے ہیں۔ ان کو یہ خدشہ ہوجاتا ہے کہ کہیں ان کے بچے اس جوانی میں کچھ ایسا نہ کرجائیں جس سے وہ کسی کو منہ دکھانے کے لائق نہ رہیں۔ اس افسانے میں ایک لڑکی کو اپنی غلطی کا احساس ہوجاتا ہے اور وہ اپنے والدین کی عزت بچانے کے لئے اپنی زندگی کا خاتمہ کردیتی ہے۔

○ پلاٹ:

اس افسانے کا پلاٹ بہت ہی سادہ ہے اور اس میں واقعات بھی بہت ہی کم ہیں۔ اس افسانے کی کہانی کو پڑھنے میں کہیں کوئی پریشانی محسوس نہیں ہوتی۔ افسانے کی شروعات میاں، بیوی سے ہوتی ہے جب ان کی بیٹی نیلم دسویں جماعت میں کامیاب ہوتی ہے اور ان کو فکر لاحق ہوتی ہے کہ اب نیلم کو کس کالج میں داخل کرایا جائے۔ بیوی اپنے شوہر سے پوچھتی ہے کہ نیلم چاہتی ہے کہ وہ ایم پی کالج میں پڑھے گی۔ مگر نیلم کا باپ اپنی بیٹی کو دور پڑھانے کے لئے راضی نہیں ہوتا ہے وہ اپنی بیوی سے پوچھتا ہے کہ وہ کالج تو بہت دور ہے اور وہاں تک جانے کے لئے نیلم کو بس میں سفر کرنا پڑے گا اور آج کل کے اس معاشرے میں ایسے آوارہ لڑکے

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

گھومتے ہیں جو معصوم اور بھولی بھالی لڑکیوں کو چھیڑتے ہیں اور اگر نیلم نے کوئی ایسا قدم اٹھایا تو ہمارا کیا ہوگا۔ ہماری تو عزت مٹی میں مل جائے گی۔ لیکن اس کی بیوی اپنی بیٹی کی صفائی میں اپنے شوہر سے پوچھتی ہے کہ ہماری بیٹی تو ایسا کام کرے گی ہی نہیں۔ ابھی تو اس کی عمر صرف پندرہ سال کی ہے۔ اس کے ذہن میں ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ اس کے بعد اس کا شوہر میز پر رکھی گئی دوائی کو ہاتھ میں اٹھاتے ہوئے اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ نیلم کہاں ہے۔ تو وہ کہتی ہے کہ وہ باہر لان میں ہمارے پڑوسی کے لڑکے رینکو کے ساتھ ٹینس کھیل رہی ہے۔ وہ دوائی کھا کر بیوی سے کہتا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک ساتھ یہ تین کیفشول کھائے تو وہ مرجائے گا۔ اس لئے یہ تین کیفشول نیلم کو دینا اور اسے میری طرف سے کہنا کہ اگر تم نے کبھی بھی اپنی عصمت کے ساتھ خیانت کی تو ماں باپ کی عزت کا خیال کر کے یہ تینوں کیفشول ایک ساتھ کھالینا۔ دوسرے روز صبح جب نیلم کی ماں نیلم کو جگانے گئی تو وہ ابدی نیند میں تھی۔ اس نے تینوں کیفشول ایک ساتھ رات کو ہی کھالئے تھے۔ اور سرہانے رینکو کی تصویر تھی۔

○ کردارنگاری:

افسانہ ''مینڈک'' میں تین کردار نظر آتے ہیں۔ لیکن سب سے اہم کردار نیلم کے باپ کا ہے۔ وہ اپنی بیٹی کو گھر سے زیادہ دور پڑھنے کے لئے نہیں بھیجنا چاہتا ہے کیوں کہ اسے اس معاشرے پر کوئی بھروسہ نہیں کہ کب یہ معاشرہ معصوم لڑکیوں کو برائی کی طرف آمادہ کرے گا۔ اس کو اپنی اور اپنے خاندان کی عزت کی بہت فکر تھی کہ کہیں اس کی بیٹی کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے اس کی اور اس کے خاندان کی عزت مٹی میں نہ ملے اس لئے وہ اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ نیلم کو یہ تین کیفشول دینا اور کہنا کہ اگر اس نے کبھی بھی اپنی زندگی میں اپنے عزت کے ساتھ خیانت کی تو اپنے والدین کی عزت کا خیال رکھے یہ تینوں کیفشول ایک ساتھ کھالینا۔ یہ کردار نہایت ہی کمزور ہے وہ اپنے باپ ہونے کا حق بھی پورا نہیں کرتا ہے۔ اپنی بیٹی کی زندگی کے بجائے اسے اپنی عزت کی فکر ہے۔ وہ اپنی بیٹی کو سمجھانے کے بجائے اسے مرنے کے لئے کہتا ہے۔

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

○ مکالمہ نگاری:

اس افسانے میں بہت ہی آسان مکالمے پیش کیے گئے ہیں۔ شبنم قیوم نے میاں بیوی کی گفتگو کو بخوبی پیش کیا ہے۔ بالکل اسی طرح دونوں کی گفتگو کو پیش کیا ہے جس طرح عام گھرانوں میں اکثر میاں بیوی بات کرتے ہیں۔ وہی لہجہ جو بات کرتے وقت میاں بیوی کا ہوتا ہے۔ ایک اقتباس دیکھئے:

''تمہیں بیٹی کے پاس ہونے کی خبر سن کر ذرا بھی خوشی نہیں ہوئی کیا؟
ہاں، بڑی خوشی ہوئی۔ کس کلاس میں اب جا رہی ہے وہ؟''
''تمہیں یہ بھی معلوم نہیں ہماری نیلم اب دسویں پاس کر گئی ہے!''
''اچھا۔۔۔ بھئی اس نے تو کمال کر دیا۔ اتنی سی بچی کی دسویں کلاس پاس کر گئی، ہمارے وقت میں کیا عمر ہو گی اس کی؟''
''اچھا تو تم اس کی عمر بھی بھول گئے۔ ابھی پچھلے ہی مہینے اس کی سال گرہ جو منائی تھی۔''
''سال گرہ تو وہ ہم مقررہ تاریخ پر ضرور مناتے ہیں۔ لیکن یہ کہاں یاد رکھتے ہیں آج تک کتنے جنم دن منائے اور بیٹی کتنے سال کی ہو گئی؟''
''پندرہ سال کی ہو گئی ہماری نیلم۔''
''اس کا مطلب ہماری شادی کو پورے سترہ سال ہو گئے۔ بھئی مجھے لگتا ہے گویا یہ کل کی بات ہے، نہ جانے یہ وقت اتنی جلدی چھوٹ کر کہاں جاتا ہے، تمہارا کیا خیال ہے؟''[۸]

○ اسلوب وزبان وبیان:

یہ افسانہ پورا کا پورا مکالموں کے ذریعے بیان کیا گیا ہے۔ یہ شبنم قیوم کا پہلا ایسا افسانہ ہے

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

جس میں بیانیہ انداز نہیں ہے۔ اور ان مکالموں کی زبان بہت ہی عمدہ ہے اور افسانہ بہت ہی عمدگی کے ساتھ آگے بڑھتا ہوا نظر آتا ہے۔

○ وحدت تاثر:

اس افسانے میں جو تاثر نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ ایک باپ جس کو اپنی عزت کی فکر ہوتی ہے کہ کہیں اس کی بیٹی اس کی عزت مٹی میں نہ ملا دے۔ اس لئے وہ اسے اس بات کے لئے آگاہ کرتا ہے کہ اگر تم نے کبھی کوئی ایسی غلطی کی جس سے تمہارے والدین کی عزت پر آنچ آجائے تو اس وقت ہماری عزت کا خیال رکھ کر اپنے آپ کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دینا۔ اور بیٹی بھی ایسی ہے کہ اسے اپنی غلطی کا احساس ہو جاتا ہے اور وہ اپنے والد کی اس بات کی قدر کرتے ہوئے اپنی جان دیتی ہے۔ نیلم کا باپ بیٹی پر شک کرتا ہے کہ کہیں وہ بھٹک نہ جائے کیونکہ ان کے اندر وہ چور چھپا بیٹھا ہے جو دوران تعلیم جوانی میں بھٹک گیا ہے۔ یعنی چور کی داڑھی میں تنکا۔

❖❖❖

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

پھول بنے انگارے

○ موضوع:

اس افسانے میں دولت کو موضوع بنایا گیا ہے کہ جب دولت کا نشہ کسی کی آنکھوں پر چڑھ جاتا ہے تو وہ سب رشتے ناطوں کو بھول جاتا ہے۔ اسے اچھے اور برے میں تمیز کرنی نہیں آتی۔ وہ اچھائی کے بدلے برائی کا ساتھ دینے لگتا ہے اور اسے زیادہ سے زیادہ دولت کمانے کی ہوس لگ جاتی ہے۔ اس طرح وہ ان چیزوں کا عادی ہو جاتا ہے۔ جن کا اس نے کبھی گمان نہ کیا تھا۔

○ پلاٹ:

افسانے کا پلاٹ نہایت ہی عمدہ ہے۔ شبنم قیوم نے اس افسانے کا تجسس برقرار رکھنے کے لئے اس سیدھی سیدھی چلنے والی کہانی کو بیچ میں روک کر ایک ایسا موڑ دیا ہے جس سے اس کہانی کے پلاٹ میں بے ربطی سی محسوس ہونے لگتی ہے۔ لیکن جوں ہی کہانی آگے بڑھ جاتی ہے تو قاری کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ واقع میں کہانی کی ترتیب اسی طرح ہونی چاہئے تھی۔

کہانی کی ابتداء اس افسانے کے مرکزی کردار سلطان سے ہوتی ہے۔ جس کو دس لاکھ روپیئے کی لاٹری نکلتی ہے۔ سلطان سے جب لوگ پوچھتے ہیں کہ اتنی ساری دولت کو کیا کرو گے تو وہ فخر سے جواب دے دیتا ہے کہ میں یہ ساری دولت مسجدوں اور آستانوں کی بھینٹ چڑھاؤں گا۔

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

لاچاروں اور تنگ دستوں میں خیرات کروں گا، بیکسوں کی مدد کروں گا۔لیکن رفتہ رفتہ سلطان کو اپنے آپ میں غیر معمولی تبدیلی دکھائی دینے لگتی ہے۔اس کے ذہن میں طرح طرح کے خیالات جنم لینے لگتے ہیں۔اس کو اس گندھی بستی سے نفرت ہونے لگتی ہے۔اب تنگ دست، لاچار اور غریب لوگ اس کو بہت برے لگنے لگے کیوں کہ اس کا اٹھنا، بیٹھنا بڑے بڑے امیروں سے ہونے لگا ہے۔وہ اس بستی سے دور جا کر ایک کوٹھی اور کار خرید لیتا ہے۔اس نئی دنیا میں آکر سلطان اور اس کی بہن نے شرم وحیا کو اپنے سے دور رکھا۔جس طرح سلطان کو نت نئی لڑکیوں سے واسطہ پڑنے لگا۔اسی طرح اس کی بہن کو بھی نئے نئے یار ملنے لگے۔دونوں بہن بھائی اب ہوٹلوں کے علاوہ کلبوں میں بھی جانے لگے۔اس طرح جب دو بہن بھائی رات رات بھر غائب رہنے لگے تو ان کی بوڑھی ماں سخت پریشان ہونے لگی۔ایک روز جب اس کی بیٹی نے اپنے کمرے میں ہی حمل گرادیا تو بوڑھی کا سر چکرانے لگا اور وہ بے ہوش ہوگئی اور جب اسے ہوش آجاتا ہے تو وہ اس صندوق کو توڑ کر اس میں سے وہ ساری دولت نکال کر اسے آگ لگا دیتی ہے۔کیوں کہ اس کی نظر میں یہی دولت قصوروار تھی جس سے آج یہ سب دیکھنا پڑا۔اس وقت سلطان نشے میں دھت ہو کر گھر آتا ہے اور جب وہ نوٹوں کو جلتے ہوئے دیکھ لیتا ہے تو وہ اپنے ہوش کھو بیٹھتا ہے۔وہ اپنی ماں سے گالی گلوچ کرنے لگتا ہے لیکن جب اسے اس طرح سے بھی تسلی نہ ہوتی ہے تو وہ اپنی ماں کو اسی آگ میں زندہ جلا دیتا ہے۔

○ کردارنگاری:

کردارنگاری کے اعتبار سے یہ افسانہ بہت ہی اچھا ہے۔اس افسانے میں سلطان اور اس کی بوڑھی ماں کا کردار بہت ہی اہم ہے:

سلطان اس افسانے کا مرکزی کردار ہے پوری کہانی اس کے ارد گرد گھومتی ہے۔ سلطان ایک غریب آدمی تھا اور اپنی محنت مزدوری سے بوڑھی ماں اور بہن کو پالتا تھا۔ایک بار سلطان کو دس لاکھ روپے کی لاٹری نکلتی ہے۔سلطان یہ سارے روپے بینک میں جمع کرتا ہے اور

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

جب لوگ اس سے کہتے ہیں کہ اتنی ساری دولت کا کیا کرو گے تو وہ فخر سے جواب دیتا ہے کہ میں یہ ساری دولت مسجدوں اور آستانوں کی بھینٹ چڑھاؤں گا، لاچاروں اور تنگ دستوں میں خیرات کروں گا، بیکسوں کی مدد کروں گا، اس کے بعد سلطان کی نیت بدل جاتی ہے اور وہ رئیسوں کی طرح عیش و مستی میں کھو جاتا ہے۔ وہ ہر روز نشے میں دھت رہتا ہے اور نئی نئی لڑکیوں کے ساتھ رنگ رلیاں مناتا ہے۔ اسے اب وہ غریب اور لاچار برے لگنے لگے، سلطان کی آنکھوں پر دولت کا نشہ اس طرح چھا جاتا ہے کہ وہ اپنی ماں کو بھی زندہ جلا دیتا ہے۔ اس کی بوڑھی ماں یہ سوچتی ہے کہ اسی دولت کی وجہ سے اسکا گھر برباد ہوگیا ہے۔ اس لئے وہ ساری دولت جلا دیتی ہے۔ سلطان اس دولت کو جلتے ہوئے دیکھ کر اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے اور وہ اپنی ماں سے گالی گلوچ کرتا ہے اور آخر کار اس کو بھی اسی آگ میں زندہ جلا دیتا ہے۔ دولت کی خاطر سلطان اپنی ماں کا بھی لحاظ نہیں کرتا ہے۔ اس کا کردار بالکل فطری معلوم ہوتا ہے کیونکہ ایک انسان جب اقتدار میں آجاتا ہے تو وہ اچھائی اور برائی میں تمیز نہیں کر پاتا ہے۔ دولت کی ہوس سے وہ سب رشتوں کو بھول جاتا ہے۔

سلطان ایک عام انسان کی طرح اس افسانے میں نظر آتا ہے۔ وہ بھی ایک عام انسان کی طرح سوچتا ہے۔ اس کے اندر بھی وہ جذبات ہیں جو عام لوگوں میں ہوتے ہیں۔ سلطان اپنی بدلی ہوئی حالت دیکھ کر اپنی نیت کو کوسنے لگتا ہے۔ دولت حاصل ہونے کے بعد بھی وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ بھی باقی امیر لوگوں کی طرح اپنی زندگی عیش سے جیئے۔ لیکن یہ حسد ہی ہے جو ایک انسان کو کھوکھلا کرتی ہے۔ سلطان بھی اسی حسد میں جل جاتا ہے جب وہ دوسروں کو قیمتی کپڑوں میں ملبوس اور شاہانہ کوٹھیاں اور کاروں میں گھومتے پھرتے دیکھتا ہے۔ یہی حسد سلطان کو ان جیسا بننے کے لئے مجبور کرتی ہے۔

بوڑھی ماں کا کردار بھی اس افسانے میں بہت اہم ہے۔ ایک طرف اگر سلطان کے کردار کو دیکھا جائے تو وہ دولت کو ہی سب کچھ مانتا ہے۔ لیکن دوسری طرف اس کی بوڑھی ماں روپے پیسے کو کوئی اہمیت نہیں دیتی، اس کی نظر میں رہنے کو جیسا بھی ہو ایک ٹھکانہ ہو۔ پیٹ پالنے کے لئے روکھی سوکھی روٹی ہو اور تن ڈھانپنے کے لئے جیسا بھی چیتھڑا ہو، وہ سوچتی ہے کہ کیا دولت

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

مند بن جانے کے بعد سب اپنے پڑوسیوں سے علیحدہ ہو کر رہتے ہیں اور اپنا آبائی گھر بار چھوڑ دیتے ہیں۔اس کردار کو شبنم قیوم نے روایتی انداز میں پیش کیا ہے، وہ (بوڑھی) اپنے زمانے کی طرح اس زمانے میں بھی جینا چاہتی ہے۔وہ اپنے پڑوسیوں سے الگ نہیں رہنا چاہتی ہے۔ جب اس کا بیٹا اور بیٹی بری صحبتوں میں رہنے لگتے ہیں تو وہ انہیں نصیحت کرنے لگتی ہے۔انہیں سمجھاتی ہے۔جو ماں باپ کا فرض ہوتا ہے وہ اس فرض کو پورا کرتی ہے۔لیکن بدلے میں سلطان اور اس کی بہن اپنی اس بوڑھی ماں کا مذاق اڑاتے ہیں۔سلطان اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتا ہے:

> ''تم تو دقیانوسی بوڑھی ہو، اس لئے خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہو یہ ایسی ہی سوسائٹی ہے۔ یہاں ایسی باتوں کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی ہے۔زندگی اسی کا نام ہے۔ اس سے پہلے جو زندگی ہم وہاں جھونپڑی میں گزارتے تھے آج میں اس پر طنز کر کے تمہیں اس اسٹیج پر لا یا ہوں تم عیش کرو، کھاؤ پیو اور ہمیں گھور گھور دیکھو مگر زبان مت ہلاؤ نہیں تو تیری زبان ۔۔۔میری اچھی ماں!''[8]

اس کی بیٹی جب اپنے بند کمرے میں حمل گرادیتی ہے تو اس کا سر چکرا جاتا ہے اور وہ اس ساری دولت کو جلا دیتی ہے کیوں کہ اسے یہ احساس ہو جاتا ہے کہ اسی دولت نے اس کے گھر کو برباد کیا ہے۔

○ منظر نگاری:

منظر نگاری میں شبنم قیوم نے اس افسانے میں کوئی خاص توجہ نہیں دی لیکن جو منظر انہوں نے پیش کیا ہے وہ سارا کا سارا منظر قاری کی آنکھوں میں پھیر جاتا ہے جب بوڑھی ماں، سلطان کی اس ساری دولت کو جلا دیتی ہے۔

> ''اس نے دیوانہ وار اٹھ کر اس صیف کو توڑ دیا جس کو مجھ جیسے تین آدمی بھی نہیں توڑ سکتے تھے۔اور اس صیف میں سے اس نے ساری دولت نکال کر بیچ کمرے میں

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

ان کا ایک ڈھیر لگا دیا اور پھر اس ساری دولت پر تیل چھڑک کر اسے آگ لگا دی کیوں کہ اس کی نظر میں یہی دولت قصوروار تھی جس نے اسے آج یہ سب دکھا دیا۔ چنانچہ جب اس نے نوٹوں کو آگ لگا دی تو اسی وقت باہر سے سلطان آیا۔ جب اس نے روپیئے کے بڑے بڑے بنڈل جلتے ہوئے دیکھے تو جناب۔۔۔! سلطان اس وقت نشے میں دھت تھا، وہ اپنی اس دولت کو جلتے دیکھ کر دیوانہ ہوگیا۔ وہ اپنی بوڑھی ماں کو ننگی ننگی گالیاں دینے لگا لیکن جب اس طرح بھی اس کی تسلی نہیں ہوئی تو اس نے بوڑھی ماں کو بازوں اور ٹانگوں سے پکڑ کر اسی آگ پر رکھ دیا۔"۹

○ اسلوب وزبان وبیان:

یہ افسانہ بیانیہ میں ہے۔ مکالمے نگاری کا بالکل استعمال نہیں کیا گیا ہے اور زبان وبیان کے سلسلے میں یہ افسانہ بہت ہی اچھا ہے اور افسانے کو بیان کرنے کے لئے بہت ہی آسان زبان استعمال کی گئی ہے۔ یہ افسانہ شبنم قیوم کا اصلاحی افسانہ ہے۔ جس میں ایک خاص مقصد کو مدنظر رکھ کر افسانہ پیش کیا گیا ہے۔

○ وحدت تاثر:

اس افسانے میں جس تاثر کو اہمیت دی گئی ہے وہ ہے دولت کا نشہ جو انسان کو آنکھوں سے اندھا، کانوں سے بہرا اور زبان سے گونگا بنا دیتا ہے۔ اس افسانے کا انجام بہت ہی عبرت ناک ہے۔ لیکن افسانہ ختم کرنے کے بعد یہ افسانہ قاری کے لئے ایک سوال بن جاتا ہے اور خود جواب دینے کے بجائے قاری سے جواب مانگتا ہے اور یہی شبنم قیوم کے افسانوں کی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔

❖❖❖

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

ساجھے داری

اس افسانے میں جس موضوع کو پیش کیا گیا ہے وہ آج کا ایک ایسا معاشرہ ہے جس میں پولیس جو لوگوں کی حفاظت کے لئے ہوتی ہے مگر وہ بھی لوگوں کو لوٹنے کے لئے چوروں کا ساتھ دیتی ہے۔ اس افسانے کا پلاٹ سیدھا سادہ ہے کہانی واقعات کے تسلسل سے آگے بڑھتی ہے۔ جمال اور رمیش جب ایک گھر میں چوری کرنے کے لئے جاتے ہیں تو گھر والوں کو شک ہو جاتا ہے اور وہ شور مچانے کے بجائے تھر تھرانے لگتے ہیں۔ اس تھرتھراہٹ میں کسی کے منہ سے چور چور نکلتا ہے۔ سارے لوگ بیدار ہوتے ہیں۔ چور جب لوگوں کا شور سنتے ہیں تو وہ وہاں سے بھاگتے ہیں۔ اور جب دونوں چور ان کا چکمہ دیتے ہیں تو سب لوگ واپس اپنے گھروں کی طرف آتے ہیں۔ اس کے بعد دونوں چور حوالات کے اندر چلے جاتے ہین اور نسپکٹر سے کہتے ہیں کہ یہ آپ لوگوں کی خوش قسمتی ہے جو ہم وہاں سے بھاگ آنے میں کامیاب ہوئے۔

اس افسانے کے جو دو کردار اہم ہیں۔ وہ دونوں چور ہیں۔ رمیش اور جمال جب چوری کرنے کے لئے ایک گھر کے اندر جاتے ہیں تو دونوں کے پسینے چھوٹ جاتے ہیں کیوں کہ دونوں کے اندر یہ ڈر تھا کہ کہیں ہم پکڑے نہ جائیں۔ دونوں چور ہوشیاری سے گھر والوں کو چکمہ دینے کے لئے اپنے منہ سے بلی کی آوازیں نکالتے ہیں تا کہ گھر والوں کو شک ہو جائے کہ باہر بلی ہے۔ اور جب دونوں چور دیوار کو چیرنے لگتے ہیں تو اس وقت بھی دیوار کے ساتھ کپڑے رکھ دیتے ہیں تا کہ ملبہ گرنے کی آواز نہ نکلے اور جب لوگ ان کو پکڑنے کے لئے ان کا پیچھا کرتے ہیں تو اس وقت بھی یہ دونوں چور ان کو چکمہ دیتے ہیں۔ اس سے ان کے شاطر دماغ کا پتہ چلتا ہے۔

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

مکالمہ نگاری کے اعتبار سے یہ افسانہ بہت ہی اچھا ہے، شبنم قیوم نے دو چوروں کی گفتگو اس انداز سے بیان کی ہے:

"جمال! تم بتاؤ کیا دیکھا تم نے؟
میں نے دیکھا، مکان کے برآمدے پر کتا لیٹا ہوا ہے، رسوئی میں لائٹ آن ہے
شاید ان کا نوکر وہاں لیٹا ہوگا"
"تو کیا وہ اب تک بیدار ہے؟"
رمیش نے اس اندازہ سے پوچھا گویا وہ جمال کو کہہ رہا تھا کہ اگر وہ بیدار تھا تو تم نے اس کو ہمیشہ کی نیند کیوں نہ سلا دیا۔
جمال تھوڑی دیر تک خاموش رہا اور بولا میرے خیال میں ہم گیٹ سے اندر داخل ہونے کے بجائے کیوں نہ دیوار پھاند کر اندر داخل ہو جائیں کیوں کہ گیٹ سے اندر داخل ہو کر کتے کے بیدار ہونے کا احتمال ہے۔
کتا پھر بھی بیدار ہو سکتا ہے یار! اور گیٹ تو کھلا رہنا چاہیے۔
پہلے ہم اندر جانے میں کامیاب ہو جائیں، پھر گیٹ کھل سکتا ہے۔" ١٠

اس افسانے کا اندازِ بیانیہ ہے اور کہیں کہیں کرداروں کے ذریعے مکالمے بھی پیش کئے گئے ہیں۔ اس افسانے کے اسلوب میں سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ پورا افسانہ صرف اس جملے کی مدد سے سمجھ میں آجاتا ہے جب دونوں چور بھاگ کر حوالات میں داخل ہو جاتے ہیں اور پولیس انسپکٹر سے ایک ساتھ بولتے ہیں:

"آج ہم پکڑ لئے گئے تھے۔ یہ آپ لوگوں کی خوش قسمتی ہے کہ ہم وہاں سے چھوٹ آئے"۔ ١١

اسی جملے سے پورے افسانے کا مقصد سمجھ میں آجاتا ہے کہ افسانہ نگار اصل میں کیا کہنا چاہتا ہے۔ یعنی پولیس تھانے میں دو قیدی چور' جب ایک گھرانے میں چوری کرنے جاتے ہیں۔ اور مالک مکان کے بیدار ہونے سے انہیں خالی ہاتھ لوٹنا پڑتا ہے۔ تو وہ تھانے واپس آ کر شکر بجا لاتے ہیں۔

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

لوہا پگھلتا ہے

شبنم قیوم کے اس افسانے کا موضوع ایک عورت ہے۔ جو ایک مرد سے محبت کا ڈھونگ رچا کر اس کی زندگی برباد کر دیتی ہے۔ اور وہ اپنا بدلہ لینے کے لئے اس کا استعمال کرتی ہے۔ وہ عورت اس کو اپنے جال میں اس طرح پھنساتی ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کو بھی اس کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔

اس افسانے کا پلاٹ ترتیب وار چل کر اپنے انجام تک پہنچتا ہے۔ کہانی میں کوئی جھول نہیں ہے۔ اس افسانے کے دو کردار ''بشیر'' اور ''محبوبہ'' جو ''لوہا پگھلتا ہے'' کے ڈرامے کے کردار ہوتے ہیں جنہوں نے اس ڈرامے میں ایک ساتھ کام کیا تھا۔ بشیر کو اس کے ساتھ پیار ہو جاتا ہے حالانکہ بشیر کی اپنی منگیتر بھی ہوتی ہے۔ لیکن وہ چاہتا ہے کہ اس کی بھی کوئی معشوقہ ہو جس کے ساتھ وہ میٹھی میٹھی باتیں کرتا۔ اس کو ملنے جاتا اور جب وہ اپنے پیار کا اظہار محبوبہ سے کر دیتا ہے تو وہ اس کا انکار نہیں کرتی لیکن وہ بشیر کو کہتی ہے کہ تمہاری منگنی ہو چکی ہے اور میرے گھر والے بھی میری شادی کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے تم اپنی منگیتر کو چھوڑ دو اور میں بھی اپنے گھر والوں سے اپنی شادی ان کے مرضی کے مطابق نہ کرنے کا احتجاج کروں گی۔ اس کے بعد بشیر اپنے گھر والوں کے ساتھ ساتھ اپنی منگیتر کو بھی محبوبہ کو پانے کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ جب بشیر محبوبہ کے پاس پہنچتا ہے تو وہ اسے کہتی ہے کہ کیا تم نے اپنی منگیتر کو بھی چھوڑ دیا ہے۔ بشیر اسے کہتا ہے کہ ہاں میں نے اسے طلاق دیا ہے۔ محبوبہ سب سنتے ہی تیور بدل کر بولتی ہے کہ بشیر اب کھیل ختم ہو چکا ہے۔ بشیر حیران ہو جاتا ہے اور محبوبہ سے کہتا ہے کون سا کھیل تو وہ اسے کہتی ہے کہ وہی کھیل جو تم نے پورا

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

کر کے دکھایا۔ بشیر کو کچھ سمجھ نہیں آتا ہے اور وہ محبوبہ سے کہتا ہے کہ یہ سب ڈائیلاگ "لوہا پگھلتا ہے" ڈرامے کے نہیں بلکہ یہ حقیقت ہے۔ محبوبہ، بشیر کو کہتی ہے کہ تمہاری منگیتر نے ایک بار بھرے بازار میں مجھے بدنام کرنے کی دھمکی دی تھی میں نے اسکی دھمکی کا بدلہ لے کر اسے برباد کر دیا ہے۔

یہ افسانہ دو کرداروں پر مشتمل ہے۔ بشیر اور محبوبہ۔ بشیر اس افسانے کا مرکزی کردار ہے جو ایک عورت کے لئے اپنا گھر بار چھوڑ دیتا ہے۔ وہ اپنے والدین کی عزت کا بھی خیال نہیں رکھتا ہے۔ بشیر کی ایک تمنا ہوتی ہے کہ وہ بھی کسی کے ساتھ عشق کرے اور اس کے ساتھ میٹھی میٹھی باتیں کرے۔ اس لئے وہ اپنی منگیتر کو بھی ایک ایسی عورت کے لئے چھوڑ دیتا ہے جو اسے بے وفائی کے سوائے کچھ نہیں دیتی۔ وہ ایک عورت کو پانے کے لئے دوسری عورت کی زندگی برباد کر دیتا ہے۔ بشیر ایک ایسی دنیا میں کھو جاتا ہے جہاں اسے صرف اپنی محبوبہ ہی دکھائی دیتی ہے۔

محبوبہ بھی اس افسانے کا اہم کردار ہے۔ جو اپنا بدلہ لینے کے لئے بشیر کی زندگی کو برباد کر دیتی ہے وہ ایک ایسا کھیل کھیلتی ہے کہ بشیر اس کے جھانسے میں آسانی سے آجاتا ہے وہ بشیر کی منگیتر کو اس لئے برباد کرنا چاہتی تھی کہ ایک بار بھرے بازار میں بشیر کی منگیتر نے اسے برباد کرنے کی دھمکی دی تھی۔ وہ اپنا یہ بدلہ لینے کے لئے ایک ناسمجھ مرد کو اپنا شکار بنا لیتی ہے اور اس کی ناسمجھی سے اس کی منگیتر کی بھی دنیا لٹ جاتی ہے جب وہ اسے طلاق نامہ بھیج دیتا ہے۔ محبوبہ اپنے عورت ذات کا خوب فائدہ اٹھا کر بشیر کو جذبات میں بہا کر اس طرح بہکاتی ہے:

"میرے یار! کوئی مجھے تم سے چھین رہا ہے، کیا تم مجھے اس سے بچھڑا سکتے ہو،
تم کو مجھ سے موت کا فرشتہ بھی نہیں چھین سکتا ہے۔ تم مجھ کو سمجھتی کیا ہو؟
مجھے تم پر پورا وشواس ہے۔ لیکن اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ نہیں تو ہم دونوں کو عمر بھر پچھتانا پڑے گا۔ تم جانتے نہیں میرے گھر میں آج کل صرف میری شادی کی باتیں ہو رہی ہیں۔ میں اس شادی کے خلاف ہوں اور اس کے لئے میں جہاد کرنے کے لئے بھی تیار ہوں بشرطیکہ تم میرا ساتھ دو گے۔
تم یہ کیسی باتیں کر رہی ہو، میں تمہارے لئے اپنی جان دے سکتا ہوں، تمہاری خاطر میں اس دنیا کو ٹھکرا سکتا ہوں۔

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

میرے یار! تم کو جان دینے کی یا دنیا ٹھکرانے کی ضرورت نہیں، صرف تم کو میری اس راہ کو صاف کرنا ہے جس راہ پر سے چل کر میں تمہارے پاس آؤں گی۔

میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔

تم نے میرے بغیر بھی کسی کو اپنایا ہے۔

اچھا سمجھ گیا۔۔۔ مگر وہ میرا نہیں بلکہ میرے گھر والوں کا فیصلہ ہے، وہ فیصلہ میری مرضی کے خلاف ہوا ہے، تمہارے بغیر میں اور کسی کو اپنا سکتا ہوں۔''۱۲

افسانہ ''لوہا پگھلتا ہے'' کے اسلوب میں اس افسانے کا مرکزی کردار پوری کہانی خود اپنے قارئین کو سناتا ہے۔ اس افسانے کے اسلوب میں ایک ڈرامائی انداز ملتا ہے۔ اور مکالمہ نگاری بھی اس طرح پیش کی گئی ہے کہ جیسے اس افسانے کے کردار سٹیج پر آ کر محو گفتگو ہوتے ہیں۔ اس افسانے کو انجام تک پہنچانے میں شبنم قیوم نے مہارت کا ثبوت پیش کیا ہے۔ اس کا انجام اتنا پراثر ہے کہ قاری چونکے بغیر نہیں رہ پاتا ہے۔ اس کہانی میں افسانوی انداز برقرار رکھنے کے لئے شبنم قیوم نے جس تاثر کو پیش کیا ہے وہ ہے فریب اور بے وفائی جو مرد کی طرف سے بھی سرزد ہوتی ہے اور عورت کی طرف سے بھی۔

❖❖❖

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

بہت اونچے، بہت نیچے

○ موضوع:

افسانہ ”بہت اونچے، بہت نیچے“ میں شبنم قیوم نے ایک کشمیری ہانجی جو ہاؤس بوٹ کا مالک ہوتا ہے۔ اور ایک انگریز جوڑا جو اکثر اس کے ہاؤس بوٹ میں آ کر کشمیر کی سیر و تفریح کا لطف اٹھاتے ہیں۔ انسانی کمزوری اور لالچ میں آ کر ایسا گل کھلنے کا انکشاف کیا ہے کہ یہ افسانہ مکمل حقیقت کا دھارن کر گیا ہے۔ اس افسانے کا موضوع انسانی لالچ ہے، اور یہ لالچ سجاتی ہے کہ وہ کسی کی امانت میں خیانت کرنے میں بھی نہیں چوکتی ہے۔

○ پلاٹ:

اس افسانے میں ایک سیدھی سادھی کہانی آگے بڑھتی ہے۔ کہانی میں کہیں کوئی جھول نظر نہیں آتا ہے۔ اس افسانے کا مرکزی کردار رمضان جو گڈلک پاؤس بوٹ کا مالک ہے۔ اس کے ہاؤس بوٹ میں متواتر دس سال سے بلجیم کے دو وزیٹر جو آپس میں میاں بیوی ہوتے ہیں ایک، دو مہینے ٹھہر کر واپس جاتے ہیں۔ لیکن اس سال وہ چار مہینے گزار کر گئے۔ ان چار مہینوں میں انہوں نے رمضان کی دنیا ہی بدل دی تھی۔ ایک بار رمضان بازار سے سودا سلف لے کر گڈلک میں آتا ہے تو صاحب رمضان کو دیکھتے ہی اس کو ڈانٹنے لگتا ہے کہ اتنی دیر تک کہاں تھے۔ بیگم کی مداخلت کے باوجود بھی وہ اسے دھکیلتے ہوئے ہاؤس بوٹ سے باہر نکالتا ہے۔ اس کے بعد بیگم،

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

رمضان کے پاس جاتی ہے اور اسے کہتی ہے کہ صاحب کو اب تم کچھ نہیں کہو گے اور نا ہی گالی دو گے۔اس کے بعد وہ اپنے پرس سے پانچ سو روپئے نکال کر رمضان کو دیتے ہوئے کہتی ہے کہ صاحب کو مت کہنا۔اس کے جانے کے بعد رمضان سوچتا ہے کہ مجھے کس چیز پر اتنی بڑی رقم ملی، میں اگر صاحب کو اپنی جگہ برا بھلا بھی کہہ دیتا تو بیگم کو کیا فرق پڑتا۔اس واقعہ کے بعد رمضان کو بیگم ڈانٹتی ہے اور صاحب رمضان کو اپنے ساتھ لے کر پانچ سو روپئے دے کر کہتا ہے۔میم صاحب کو تم اب گالی مت دینا اس کے بعد رمضان ہر بار ان سے اپنے آپ کو پٹوانے کے لئے کوئی نہ کوئی غلطی کر دیتا ہے۔مگر وہ ہر بار اس کے غلطیوں کو ٹال دیتے ہیں۔دونوں وزیٹر، رمضان کو ہاؤس بوٹ کے لئے نیا فرنیچر اور قالین وغیرہ لانے کے لئے بیس ہزار روپئے دیتے ہیں۔مگر رمضان صرف دس ہزار روپئے میں وہ سب لاتا ہے اور باقی دس ہزار بنا کسی حساب کے اپنے کھاتے میں ڈال دیتا ہے۔اس کے بعد جب وہ واپس اپنے ملک کو جاتے ہیں تو وہ رمضان کو بھی اپنے ساتھ انڈین ایئر لائنس کے آفس تک لے آتے ہین اور رخصت ہونے سے پہلے ایک چابی دے کر رمضان سے کہتے ہیں کہ ہم نے تمہاری الماری میں ایک بکس رکھا ہے وہ ہماری امانت تمہارے پاس ہے اس کے بعد رمضان واپس آ کر اس بکس کو کھول دیتا ہے تو اس میں ڈالر دیکھ کر بہت خوش ہو جاتا ہے۔اس کے بعد وہ ان کو ایک خط پوسٹ کر دیتا ہے اور اس میں لکھتا ہے کہ کل رات ہمارے ہاؤس بوٹ کو ڈاکوؤں نے لوٹ لیا ہے اور آپ کی امانت بھی لوٹ کے لے گئے۔رمضان اس بکس کو چھپانے کی غرض سے سوچ میں پڑ جاتا ہے کہ اسے ایک خط موصول ہو جاتا ہے جو جان رابرٹ اور مسز رابرٹ نے اسے بھیجا تھا اور اس میں لکھا تھا وہ جو امانت ہم نے آپ کے پاس رکھی تھی اصل میں وہ تمہاری ہے کیوں کہ تمہارے نام ہمیں یہاں پانچ ہزار ڈالر کی لاٹری نکلی تھی اس لئے ہم نے وہ رقم تمہیں دھیرے دھیرے لوٹا دی۔کیوں کہ اس میں ہماری حکمت عملی تھی۔اگر ہم ایک ساتھ وہ سارے روپے تمہیں دیتے تو شاید تم خوشی سے مرجاتے۔

○ کردار نگاری:

اس افسانے میں رمضان، جان رابرٹ اور مسز رابرٹ کے کردار نظر آتے ہیں۔

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

رمضان کا کردار خود غرض اور لالچی نظر آتا ہے۔ رمضان جو گڈ لک ہاؤس بوٹ کا مالک ہے۔ دس سال سے اس کے یہاں انگریزی جوڑا آتا ہے اور دو تین مہینے رہ کر واپس جاتے ہیں۔ ایک بار رمضان بازار سے دیر سے آجاتا ہے جس پر صاحب ناراض ہو کر رمضان کو ڈانٹتا ہے۔ اس کے بعد میم صاحبہ رمضان کو سمجھاتی ہے اور اسے پانچ سو روپیہ دے دیتی ہے۔ اس کے بعد میم صاحبہ رمضان کو ڈانٹتی ہے اور صاحب اسے سمجھا کر پانچ سو روپئے دے دیتا ہے۔ اس کے بعد رمضان ہر بار غلطی کر کے اپنے آپ کو پٹوانا چاہتا ہے تاکہ اس کے بدلے اسے روپئے ملیں۔

رمضان جان رابرٹ اور مسز رابرٹ کے بھروسے کی بھی قدر کرتے ہوئے نظر نہیں آتا ہے جب وہ اسے بیس ہزار روپئے ہاؤس بوٹ کے نئے فرنیچر اور قالین وغیرہ کے لئے دیتے ہیں لیکن رمضان صرف دس ہزار میں سب سامان لے آتا ہے اور باقی دس ہزار اپنے جیب میں ڈالتا ہے۔ اس کے بعد دونوں وزیٹر یہاں سے جاتے ہیں تو وہ رمضان کو ایک چابی دے کر کہتے ہیں کہ ہم نے تمہاری الماری میں ایک بکس رکھا ہے اس کو ہماری امانت سمجھ کر اپنے پاس رکھنا۔ لیکن رمضان ان کی اس امانت کی خیانت کرتا ہے اور انہیں ایک خط پوسٹ کرتا ہے اور اس میں لکھتا ہے کہ ہاؤس بوٹ کو ڈاکو لوٹ کر لے گئے ہیں۔ اس سے رمضان کی بد دیانتی نظر آتی ہے۔ وہ ان دونوں وزیٹرس کے بھروسے کو اپنے پیروں تلے روند دیتا ہے۔

جان رابرٹ اور مسز رابرٹ کا کردار بھی اس افسانے میں بہت اہم ہیں۔ دونوں کردار وں میں ایمان داری صاف دکھائی دیتی ہے۔ انہیں رمضان کے نام پر پانچ ہزار ڈالر کی لاٹری نکلتی ہے۔ رمضان کو اس لاٹری کے بارے میں کوئی علم نہیں ہوتا ہے۔ اگر وہ چاہتے تو وہ سب ڈالر اپنے پاس رکھتے لیکن وہ دونوں اس لاٹری کو رمضان کا حق سمجھتے ہیں۔ اور وہ یہ سب ڈالر رمضان کو دھیرے دھیرے لوٹا دیتے ہیں تاکہ اگر وہ ایک ساتھ سارے روپئے رمضان کو دیتے اور اسے یہ خوشخبری سناتے تو وہ خوشی سے مرجاتا۔ اس لئے دونوں ایک ایسی حکمت عملی اپناتے ہیں کہ رمضان کو پتہ بھی نہیں چلتا ہے کہ آخر یہ مجھے دھیرے دھیرے روپئے کس لئے دے رہے ہیں۔ اس طرح آخر پر وہ رمضان کو خط بھیجتے ہیں اور اسے سب کچھ بتا دیتے ہیں۔

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

○ مکالمہ نگاری:

شبنم قیوم نے اس افسانے میں طویل مکالموں سے کام لیا ہے جس سے وہ پوری بات کو واضح انداز میں بیان کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ جب رمضان جان بوجھ کر صاحب کے سامنے چائے کی ٹرے گرا دیتا ہے۔ تاکہ بیگم صاحب کو غصہ آئے اور وہ رمضان کو ڈانٹتے ہوئے کہتی ہیں:

"تم دیکھ کر کیوں نہیں چلتے، صاحب کے کپڑے خراب کر دئے۔ نان سنس!

بیگم! اسے کچھ نہ کہو، بے چارے کو ٹھوکر لگی ہے۔ صاحب نے کہا۔

بیگم غصہ ہو کر بولی۔

یہی بے چارہ کہہ کر آپ نے اسے سر پر چڑھایا ہے، اتنا کہہ کر وہ رمضان کی طرف بولی تھی۔

اٹھاؤ یہ برتن اور چلے جاؤ یہاں سے۔۔۔ نان سنس!

بیگم کے غصے کو دیکھ کر صاحب رمضان کا ہاتھ پکڑ کر اسے کچن میں لے آیا تھا اور بولا تھا۔

رمضان! تم ناراض نہیں ہونا۔ پتہ نہیں بیگم کو آج کیا ہو گیا ہے۔ پہلے تو وہ ایسا نہیں کرتی تھیں۔ تم کو بھی معلوم ہے۔۔۔ دیکھو تم اس کو برا بھلا مت کہنا۔ تم اس کو اندر سے گالی بھی نہیں دینا۔۔ میں اسے سمجھاؤں گا۔

صاحب میں کسی کو گالی نہیں دیتا۔

اس نے متاسفانہ انداز سے کہا تھا۔

یہ بیگم صاحبہ کا قصور نہیں۔ ہم غریبوں کو سب مارتے ہیں۔

ایسا مت کہو رمضانا۔ اگر تم غریب ہو تو تم نے ہم کو کیوں نہیں بتایا۔ لو میں تم کو یہ پانچ سو روپئے دیتا ہوں۔ تم بیگم کو نہیں کہنا۔

شاباش!"

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

○ منظر نگاری:

شبنم قیوم نے اس افسانے میں رمضان کے گڈلک ہاؤس بوٹ کا منظر دکھایا ہے جب رمضان دونوں وزیٹرس کو رخصت کر کے واپس ہاؤس بوٹ میں آجاتا ہے۔

> ''اس نے گڈلک ہاؤس بوٹ کے ڈرائنگ روم کا دروازہ کھول دیا اور آ کر وہ صوفہ پر دراز ہوگیا۔ اس نے اس الماری کی طرف کنکھیوں سے دیکھا جس میں امانت کا بکس تھا۔۔ دفعتاً اس کا دل دھک دھک کرنے لگا اس کے ذہن میں سولہ۔۔۔نو۔۔۔۔۔۔پچیس کی آوازیں گونجنے لگیں۔ اس نے پہلو بدلا تو اس کی نظر جان رابرٹ اور اس کی مسز کی تصویر پر پڑی۔ ''دو نیک فرشتے''۔۔! اس نے دل ہی دل میں کہا۔ اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ پھیل گئی۔'' ۱۴

○ اسلوب و زبان و بیان:

اس افسانے کا اسلوب بہت ہی عمدہ ہے۔ فلیش بیک تکنیک کے ساتھ ساتھ خطوط نگاری کا بھی بھرپور استعمال کیا گیا ہے۔ اس افسانے کو سیدھی سادھی زبان میں پیش کیا گیا ہے۔ پڑھنے میں کہیں بھی پریشانی نہیں ہوتی ہے ش۔

○ وحدتِ تاثر:

اس افسانے میں صرف ایک تاثر کو پیش کیا گیا ہے اور وہ ہے انسان کی لالچ اور اسی لالچ کی وجہ سے وہ شیطان بن جاتا ہے۔

❖❖❖

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

چیونٹی کے پر

اس افسانے میں ایک ایسی عورت کو موضوع بنایا گیا ہے جو کسی رئیس مرد سے شادی کر کے عیش و مسرت کی زندگی گزارنا چاہتی ہے۔ اس لالچ میں وہ اپنے شوہر کو کھو بیٹھتی ہے اور ایک امیر آدمی سے شادی کر لیتی ہے۔ لیکن اس کی زندگی میں ایک ایسا موڑ آجاتا ہے کہ وہ آدمی اس کو چھوڑ دیتا ہے اور وہ دربدر کی ٹھوکریں کھا کر ہمیشہ کے لئے ابدی نیند سو جاتی ہے۔

اس افسانے کا پلاٹ سیدھا سادھا اور منظم ہے کہانی واقعات کے ساتھ آگے بڑھتی ہے۔ مہر النساء جو اس افسانے کا مرکزی کردار ہے جس کو افسانہ نگار نے نور جہاں کا نام بھی دیا ہے۔ اس کو جان محمد (جہاں گیر) سے پیار ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ وہ ایک امیر شخص تھا اور اس کے ساتھ رہ کر وہ واقعی نور جہاں بننا چاہتی تھی۔ اور جان محمد کو جہاں گیر کے نام سے بلانا چاہتی تھی۔ لیکن اس کی شادی اس کے دور کے رشتہ دار علی خان (شیر افگن) سے ہو جاتی ہے۔ جس کا افسانہ نگار نے شیر افگن کا نام بھی دیا ہے۔ لیکن وہ اس شادی سے خوش نہیں تھی۔ اس لئے وہ اب بھی جہاں گیر کو پیار کی نظر سے دیکھا کرتی تھی حالانکہ جہاں گیر کی بھی شادی ہو چکی تھی۔ اس کے باوجود بھی وہ نور جہاں (مہر النساء) کو اپنانا چاہتا ہے۔ علی خان (شیر افگن) کو جب اس بات کا علم ہو جاتا ہے تو وہ میدان جنگ میں اتر جاتا ہے لیکن جاں محمد (جہاں گیر) اسے مار دیتا ہے۔ اس طرح مہر النساء کا راستہ صاف ہو جاتا ہے اور وہ جہاں گیر سے شادی کر لیتی ہے۔ لیکن جاں محمد (جہاں گیر) کی پہلی بیوی اس کا بدلہ لینے کے لئے تمام قیمتی چیزیں اور نقد روپئے اپنے ساتھ میکے لے جاتی ہے۔ جاں محمد کو اپنی پہلی بیوی کی یہ حرکت پریشان کر دیتی ہے کہ کہیں وہ بادشاہ سے فقیر نہ بن جائے۔ اسی دوران

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

مہر النساء اسے خوشخبری سناتی ہے کہ میں تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہوں۔ جان محمد اس بات کا فائدہ اٹھا کر اسے کہتا ہے کہ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ یہ میرا ہی بچہ ہے۔ وہ عورت جو علی خان کو مروا سکتی اس پر کیا بھروسہ۔ اس طرح جان محمد اپنی پہلی بیوی کو واپس لے آتا ہے۔ ادھری مہر النساء اپنے ماما کے گھر میں پڑی دق کے مرض میں مبتلا ہو جاتی ہے اور اس کا بچہ بھی مر جاتا ہے۔ لیکن اس کی ممانی اسے سیدھے منہ کبھی بات تک نہیں کرتی ہے۔ مہر النساء کا ماما یہ دیکھ کر جان محمد کی طرف سے مہر النساء کے نام ایک فرضی خط لکھتا ہے۔ جس میں جان محمد، مہر النساء کو پچاس ہزار روپئے بھیجنے کا ارادہ کرتا ہے۔ اس کی ممانی یہ سن کر اس کی خوب تیمارداری کرنے لگتی ہے۔ دونوں عورتیں پچاس ہزار روپے کے انتظار میں تھیں۔ مہر النساء مر جاتی ہے اور جب اس کو دفنانے کے بعد سب لوگ واپس آجاتے ہیں تب جان محمد اس کی قبر پر کھڑے ہو کر اس سے معافی مانگنے لگتا ہے۔

افسانہ "چیونٹی کے پر" میں دو کردار اہم ہیں۔ مہر النساء اور جان محمد۔

مہر النساء اس افسانے کا مرکزی کردار ہے جس کو اپنے حسن پر ناز ہوتا ہے اور اسی حسن کی بنا پر وہ کسی رئیس مرد کے ساتھ شادی کرنا چاہتی ہے۔ اس طرح اسے جان محمد سے پیار ہو جاتا ہے جو ایک امیر شخص ہوتا ہے اور مہر النساء جب اس کے بارے میں سوچنے لگتی ہے تو اسے اپنے آپ میں نور جہاں نظر آتی ہے۔ جو جہاں گیر کے محل میں راج کر رہی ہے۔ لیکن اس کی شادی اس کے ایک دور کے رشتہ دار علی خان سے کر دی جاتی ہے۔ لیکن وہ علی خان سے خوش نہیں رہ پاتی ہے۔ وہ سوچتی ہے کہ کاش علی خان بھی جان محمد کی طرح امیر ہوتا۔ مہر النساء کی لالچ علی خان کی جان لیتی ہے اور اس طرح وہ جان محمد سے شادی کر کے اس کی پہلی بیوی کا گھر اجاڑ دیتی ہے۔ لالچ اس کی آنکھوں پر اس طرح بیٹھ جاتی ہے کہ اسے نسوانی ذات کا احساس نہیں ہو پاتا ہے۔ وہ اپنا گھر بسا کر دوسری عورت کا گھر اجاڑ دیتی ہے۔ وہ اپنے شوہر کی بھی پروہ نہیں کرتی ہے۔ اس کے سامنے دولت ہی سب کچھ ہے۔ رشتے ناطے اس کے سامنے کوئی معنی نہیں رکھتے اور آخر جب جان محمد اسے اپنی کوٹھی سے نکالتا ہے تو وہ بے سہارا ہو کر دق کے مرض میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ آخر پر اس سے دولت سے نفرت ہو جاتی ہے جب اسکا ماما، جان محمد کے نام سے فرضی خط لکھ کر مہر النساء کو

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

دیتا ہے۔جس میں جان محمد، مہرالنساء کے لئے پچاس ہزار روپئے بھیجنے والا تھا۔مہرالنساء کے چہرے پر مردنی چھا چکی تھی حالانکہ وہ ابھی مرنا نہیں چاہتی تھی۔ بلکہ وہ صرف چند دنوں کے لئے زندہ رہنا چاہتی تھی تاکہ وہ جان محمد کے پیسے جیتے جی اسے واپس کر سکے۔

جان محمد کا کردار بھی اس افسانے کا اہم کردار ہے وہ نہایت ہی خود غرض ہے۔ وہ مہرالنساء سے شادی کرنے کے لئے اس کے شوہر علی خان کا قتل کر دیتا ہے۔اور جب اس کی پہلی بیوی اپنی سوتن کو گھر میں دیکھتی ہے تو وہ جان محمد سے بدلہ لینے کے لئے تمام قیمتی چیزیں اور نقد روپئے اپنے میکے لے جاتی ہے۔ جان محمد کو اپنی شاہانہ زندگی برقرار رکھنے کے لئے اپنی پہلی بیوی کو واپس لانا پڑتا ہے اور مہرالنساء کو طعنے دے کر گھر سے باہر نکالتا ہے۔حالانکہ اسے یہ پتہ تھا کہ مہرالنساء بے قصور ہے لیکن اپنے فائدے کے لئے وہ اسے چھوڑ دیتا ہے۔اس کے لئے بھی دولت ہی سب کچھ ہے۔اس لئے وہ عورت ذات کی قدر کرتے ہوئے نظر نہیں آتا۔

○ اسلوب وزبان وبیان:

افسانے کا اسلوب بہت ہی عمدہ ہے۔شبنم قیوم نے اس پوری کہانی کو ایک کردار سے کہلوایا ہے۔اس افسانے میں بھی فلیش بیک تکنیک کا استعمال کیا گیا ہے۔اس افسانے میں انگریزی کے چند الفاظ اس طرح پیش کئے گئے ہیں کہ وہ الگ نہیں دکھائی دیتے۔افسانے کی زبان سادہ اور رواں معلوم ہوتی ہے۔افسانہ ''چیونٹی کے پر'' میں صرف ایک تاثر کو پیش کیا گیا ہے اور وہ ہے لالچ اور اس لالچ سے کس طرح اس افسانے میں گھر برباد ہو جاتے ہیں۔ ہر ایک کردار میں لالچ دکھائی دیتی ہے۔چاہے وہ جان محمد ہو، مہرالنساء یا مہرالنساء کی ممانی ہو۔ایک اقتباس دیکھئے جب مہرالنساء کی شادی علی خان سے ہو جاتی ہے تو وہ سوچتی ہے:

> ''اگر علی خان بھی جان محمد جیسا ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا،اس سے آگے جب بڑھ جاتی تھیں تو اس طرح سوچنے لگتی تھیں۔اگر جان محمد میرا بن جاتا تو میں اسے جان محمد نہیں بلکہ جہاں گیر کہا کرتی،اور اگر ایسا ہوتا تو میں اس کے ساتھ اس کی کوٹھی میں ایک رانی کی طرح رہتی''۔ ۱۵

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

رانی بننے کی لالچ میں وہ ماموں کے گھر میں دق کا مریض بنکر مرجاتی ہے۔اس کے سارے خواب ٹوٹ جاتے پر،یعنی جب چیونٹی کے پر نکل آتے ہیں۔تو وہ موت کا لقمہ اجل بن جاتی ہے۔کہانی بڑی دلچسپ ہے۔اور وہ آخری دم تک قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔

❖❖❖

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

کھوٹا سکہ

○ موضوع:

''کھوٹا سکہ'' شبنم قیوم کا ایک بہترین افسانہ ہے۔ اس افسانے میں شبنم قیوم نے ہمارے سماج میں پنپتے ناسوروں کو موضوع بحث بنایا ہے۔ جو بھیکاری ہونے کا ڈھونگ کر کے لوگوں کو لوٹتے ہیں۔ شبنم قیوم نے اپنے اس افسانے میں ان لوگوں کا پردہ فاش کیا ہے جن سے ہمارا سماج بے خبر ہے۔

افسانے کا پلاٹ بہت ہی اچھا ہے۔ کہانی میں کوئی جھول نہیں ہے۔ اس افسانے کا راوی اخبار ''نشانات'' کے دفتر پہنچ کر وہ اخبار نکالتا ہے جس میں وہ سنسنی خیز واقعہ درج تھا جب عبداللہ صراف کو دو برقعہ پوش عورتیں دن دھاڑے لوٹ لیتی ہیں۔ کیوں کہ اسے پتہ چلا تھا کہ پولیس نے ایک برقعہ پوش عورت کو گرفتار کرلیا ہے۔ اسے یاد آتا ہے کہ صبح کو جب وہ اخبار ''نشانات'' کے لئے خبر ڈھونڈنے کے لئے گھر سے نکلتا ہے تو راستے میں ایک بھکارن اس کے سامنے ہاتھ دراز کر کے بھیک مانگنے لگتی ہے۔ پہلے تو وہ اس کی طرف کوئی دھیان نہیں دیتا ہے۔ لیکن جب اس کی نظر اس کے معصوم بچے پر پڑتی ہے جو اپنی ماں کی گود میں درد سے تڑپ رہا تھا۔ اس کی آگ سے جلی ہوئی ٹانگوں کو دیکھ کر راوی کو رحم آجاتا ہے۔ وہ اپنی جیب سے ایک سکہ نکالنے والا ہی تھا کہ ایک اور بھکارن اس کے سامنے کھڑی ہو کر کہتی ہے کہ اس بچے کو بھی کچھ دے دو۔ افسانے کا راوی اسے پیچھا چھڑانے کی غرض سے وہاں سے نکل جاتا ہے۔ لیکن بھکارن اس کے پیچھے پیچھے آتی ہے اور راوی کو طرح طرح کی دعائیں دیتی ہے لیکن جب راوی اسے کچھ بھی نہیں دیتا

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

ہے تو وہ غصے میں آ کر اسے کہتی ہے کہ میں ابھی صراف کے پاس جا کر اپنے بچے کو زخمی کرا کے آتی ہوں۔ پھر دیکھتی ہوں مجھے کون پیسہ نہیں دیتا ہے۔ وہ راوی سے کہتی ہے کہ اگر میرا بھی بچہ اس بھکارن کی طرح زخمی ہوتا تو سب مجھے پیسے دیتے آج کل کے لوگ صرف انسان کی ظاہری حالت کو دیکھتے ہیں۔ داخلی حالت کو نہیں۔ اگر وہ بھکارن اپنے اس بچے کے زخموں پر مرہم پٹی کرتی تو وہ ٹھیک ہو گیا ہوتا لیکن وہ ایسا نہیں کرے گی کیوں کہ اگر اس نے ایسا کیا تو اس کا دھندا بھی میری طرح ماند پڑ جائے گا۔ راوی، بھکارن سے کہتا ہے کہ تم اپنا بچہ صراف کے پاس کیوں لے جانا چاہتی ہو۔ تو وہ کہتی ہے کہ جب بھی صراف اس بچے کو دیکھ لیتا ہے تو اسے بہت غصہ آتا ہے کیوں کہ چند دنوں پہلے دو عورتوں نے اس بچے کو اس کی دوکان میں رکھ کر ہزاروں روپیوں کا سونا اسے خرید لیا تھا۔ میں نے اس بچے کو بے سہارا جان کر اپنا لیا۔ راوی کو اس پر رحم آجاتا ہے اور وہ اسے اپنے ساتھ لے کر ڈپٹی انسپکٹر آف پولیس کے پاس جاتا ہے کیوں کہ انسپکٹر صاحب کو ایک نوکرانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ بھکارن جب پولیس اسٹیشن کو دیکھتی ہے تو وہ بچے کو وہیں پر چھوڑ کر بھاگ جاتی ہے۔ اس کے بعد جب اس بھکارن کو پکڑا جاتا ہے تو انسپکٹر صاحب راوی، کو پولیس اسٹیشن بلا کر اسے شاباشی دے کر کہتا ہے کہ آپ نے ہماری بہت مدد کی کیوں کہ آپ نے جس عورت کو یہاں لایا تھا۔ وہ ایک بہت بڑی چور نکلی اور اسی نے عبداللہ صراف کو بھی لوٹ لیا تھا۔ انسپکٹر راوی کو وہ کٹا ہوا جیب بھی دکھاتا ہے جو اس نے راوی کا کاٹا تھا۔

○ کردارنگاری:

اس افسانے میں بھکارن کا کردار بہت ہی اہم ہے۔ وہ ایک چال باز اور مکار عورت ہے۔ وہ بھکارن ہونے کا ڈھونگ کر کے لوگوں کو لوٹتی ہے۔ اسے اس بچے کی بھی پرواہ نہیں جس کو وہ کہیں سے چرا کے لے آئی تھی۔ وہ اسے جب چاہتی ہے اٹھاتی ہے۔ جب چاہتی ہے پھینک دیتی ہے۔ جب عبداللہ صراف کو وہ لوٹتی ہے تو اس بچے کو وہیں چھوڑ دیتی ہے اور جب راوی کا جیب کاٹ کر وہ پولیس اسٹیشن دیکھ لیتی ہے وہاں پر بھی وہ اس کو چھوڑ کر بھاگ جاتی ہے۔ وہ ایک خود غرض اور مکار کردار کے طور پر سامنے آتی ہے۔ وہ ایک بھکارن تو نہیں ہے لیکن بھکارن کا

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

ڈھونگ رچانا وہ اچھی طرح جانتی ہے۔اس کے کردار کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ بھیک مانگنے کے حربوں سے وہ اچھی طرح واقف ہے۔راوی اس کی باتوں کو سن کر حیران ہو جاتا ہے اور بھکارن سے مخاطب ہو کر اس کردار کے بہت سے پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے:

> ''تم ایسی عورت ہو جو دوسروں کے چہرے سے ان کے اندر کا حال دیکھنا جانتی ہو۔تم دوسروں کی باتوں میں چھپا ہوا طنز دیکھنا بھی جانتی ہو۔تم عورت ذات کی فطرت سے بھی واقف ہو اور بھکار زندگی کا فلسفہ بھی جانتی ہو،تم حاضر جواب بھی ہو اور اپنے دل کا مدعا اشاروں میں بیان کرنے میں بھی مہارت رکھتی ہو''۔۱۶

○ مکالمہ نگاری:

شبنم قیوم نے اس افسانے میں راوی سے ایسے مکالمے کہلوائے ہیں جن سے وہ بھکارن کے اندر جھانک کر یہ دیکھنے کی کوشش کرتا ہے کہ کہیں یہ چور تو نہیں ہے۔بھکارن اُس کی نفسیات کو پہلے ہی جان لیتی ہے اور وہ راوی کو اپنے چور ہونے کا ذرا بھی احساس نہیں ہونے دیتی جب راوی، بھکارن کو کہتا ہے کہ تم بھیک مانگنا چھوڑ دو اور کوئی ایسا کام کرو جس سے تمہیں اس روز کے جھنجھٹ سے نجات ملے:

> ''کیا کریں گے ہماری قسمت ہی ایسی ہے،ویسے بھی یہ ہمارا موروثی پیشہ ہے۔
> اگر تم چاہو گی تو تم اپنی قسمت بدل سکتی ہو؟
> میں تمہیں راستہ دکھاتا ہوں۔اس پر چل کر تمہیں کبھی بھیک مانگنے کی نوبت نہیں آئے گی۔
> میں سمجھتی ہوں آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔مگر مجھ سے ایسا نہیں ہوگا۔میں بھوکے مرنا برداشت کروں گی مگر کسی کو نہیں لوٹوں گی۔
> تم نے یہ کیسے جان لیا میں تمہیں کسی کو لوٹنے کا مشورہ دینا چاہتا ہوں۔
> ویسے ہی میری گود میں چوری کا بچہ ہے نا
> تم بہت ہوشیار عورت ہو تم کو ہرگز بھکارن نہیں ہونا چاہئے تھا۔تم دل کی بات

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

چہرے پر پڑھتی ہو۔میں تمہاری وسعتِ نظر کا قائل ہو گیا۔"

○ منظر نگاری:

اس افسانے میں بھکارن کے بھیک مانگنے کا منظر بہت ہی خوبصورت طریقے سے پیش کیا گیا ہے۔جب راوی گھر سے نکل کر اپنے اخبار کے لئے کوئی سنسنی خیز واقعہ ڈھونڈنے کے لئے نکلتا ہے۔اتنے میں ایک بھکارن اُسے آواز دیتی ہے:

"بابا۔۔۔خدا کے لئے ایک پیسہ دیدیں۔اس بچے کو اپنے بچوں کی خیرات دے دے۔۔۔!

میں "معاف کرنا" جیسا روایتی لفظ استعمال کیے جا رہا تھا کہ مجھے اس کے بچے نے اپنی طرف متوجہ کیا جو ماں کی گود میں بلک بلک کر رو رہا تھا۔معصوم بچے کی ٹانگیں نہ جانے کس طرح جل گئی تھیں۔درد کی ٹیس سے وہ ماں کی گود میں طائر مجروح کی طرح تڑپ رہا تھا۔اس کی حالت مجھ سے نہ دیکھی گئی۔میں جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک سکہ نکال کر ابھی اسے دے ہی رہا تھا کہ دوسری بھکارن حاضر ہوئی تھی۔

ایک پیسہ اس بچے کو بھی دے دے بھائی!

دو دنوں کا بھوکا ہے۔خدا آپ کے بچوں کو سلامت رکھے۔" ۱۸

○ اسلوب وزبان وبیان:

اس افسانے میں بھی فلیش بیک تکنیک کا استعمال کیا گیا ہے۔شبنم قیوم نے اس افسانے میں ایک ایسا اسلوب استعمال کیا ہے جس میں انہوں نے بھکاریوں کی دنیا کو اس طرح پیش کیا ہے کہ افسانہ ختم کرنے کے بعد قاری کو یہ محسوس نہیں ہوتا ہے کہ انہوں نے بھکاریوں کی نفسیات کو پیش کرنے میں کوئی غلطی کی ہو۔

اس افسانے میں جس زبان اور بیان کا استعمال کیا گیا ہے وہ بہت ہی عمدہ ہے۔ایک

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

بھکاری بھیک مانگنے کے لئے جو زبان اختیار کرتا ہے۔شبنم قیوم نے ہو بہو اُسے ویسا ہی پیش کیا ہے۔اور اس کو اس سہل انداز سے بیان کیا ہے کہ افسانہ بہت جلد سمجھ میں آجاتا ہے۔

وحدتِ تاثر:

افسانہ ''کھوٹا سکہ'' میں صرف ایک تاثر نظر آتا ہے اور وہ ہے دھوکا،فریب جو ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ کرتا ہے۔اور وہ دھوکا دینے کے لئے کوئی بھی روپ اپنا سکتا ہے۔ چاہئے اسے بھکاری کا روپ اختیار کرنا پڑے یا شریف انسان کا۔

❖❖❖

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

آنکھیں

○ موضوع:

شبنم قیوم نے اس افسانے کا موضوع ہندوستان کی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کی آنکھوں سے لیا ہے۔ مسز اندرا گاندھی نے ایک روز اپنی آنکھوں کے بارے میں وصیت کی تھی کہ مرنے کے بعد میری آنکھیں کسی حاجت مند کو دان دی جائیں۔ اس وصیت پر عمل تو نہیں ہوا البتہ شبنم قیوم نے "آنکھیں" نامی افسانہ لکھ کر ایک شاہکار افسانے کو جنم دیا۔ اس افسانے کا ڈرامہ بھی ریڈیو کشمیر سے ٹیلی کاسٹ ہوا ہے۔

○ پلاٹ:

افسانہ "آنکھیں" کی کہانی کا پلاٹ سادہ اور منظم ہے۔ کہیں بھی پیچیدگی کا احساس نہیں ہوتا۔ کہانی واقعات کے تسلسل کے ساتھ آگے بڑھتی ہے۔ آئی بینک کا ڈاکٹر خواب میں ایک پچاس سالہ عورت کو دیکھتا ہے جو اسے اپنی آنکھیں نکالنے کے لئے کہتی ہے۔ ڈاکٹر جب اسے اس کی وجہ پوچھتا ہے تو وہ اس ڈاکٹر سے کہتی ہے میں تقریباً پانچ سال کی تھی جب مجھے ایک میلے میں اغوا کرلیا جاتا ہے۔ اس کے بعد میری آنکھیں نکالی جاتی ہیں اور پرانے کپڑے پہنا کر بھیک مانگنے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ ایک بار ہمیں کشمیر بھیک مانگنے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ ہماری قسمت اچھی تھی کہ وہاں کی پولیس نے تمام بھکاریوں پر چھاپہ مار کر بیگر ہوم بھیج دیا جہاں مجھے زنانہ وارڈ میں رکھا گیا۔ ایک روز میں بیمار پڑ گئی تو مجھے اسپتال میں داخل کرایا گیا وہاں پر ایک لیڈی

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

(Lady) ڈاکٹر نے میری بیماری کے ساتھ میری روداد سن کر نئی آنکھیں لگا دی۔لیکن ان آنکھوں نے مجھے پریشان کر دیا ہے کیوں کہ یہ آنکھیں مجھے وہ سب دکھاتے ہیں جن کا میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا۔میں جب سوچتی ہوں تو میری نظر پرواز کرتے کرتے بیک وقت ماسکو، نیویارک، لندن، پیرس وغیرہ جیسے مقامات پر پہنچ جاتی ہے۔میری یہ آنکھیں مجھے بنگال، پنجاب، راجستھان، کشمیر اور دوسری ریاستوں میں پہنچا دیتی ہیں اور وہاں کے بدلتے ہوئے حالات دیکھ کر مجھے رات بھر پریشان کر دیتی ہیں۔میری یہ آنکھیں بڑی بڑی عمارتیں، بڑے ڈیم، کارخانے، بڑے بڑے سیاست دانوں کا منظر مجھے دکھاتے ہیں۔ یہ سب دیکھ کر میں پریشان ہوگئی ہوں اس لئے میں یہ آنکھیں نکالنا چاہتی ہوں۔ڈاکٹر اسے تسلی دے کر کہتا ہے کہ مجھے سب کچھ سمجھ آگیا ہے۔ تمہاری آنکھیں نہیں نکالی جائیں گی۔بلکہ تمہارے دل اور دماغ کو اس قابل بنا دیا جائے گا کہ وہ ان نظروں کا بار سہہ سکیں۔کیوں کہ اس ملک کو ایک ایسی عورت کی ضرورت ہے جس کی آنکھیں تمہارے پاس ہے تو وہ بے چین ہو کر کہتی ہے کہ کس کی آنکھیں تو ڈاکٹر اسے مسز اندرا گاندھی کی تصویر کی طرف دیکھنے کا اشارہ کرتا ہے۔

○ کردارنگاری:

اس افسانے کا مرکزی کردار ایک جوان عورت ہے۔جس کے ساتھ اس زمانے نے بہت بڑا ظلم کیا۔اسے بچپن میں ہی اغوا کر کے اندھا بنایا جاتا ہے اور پھر اسے بھیک مانگنے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ یہ اپنی روداد ہر ایک کو سنانا چاہتی ہے مگر اس کے بدلے اسے سخت سزا دی جاتی ہے۔اس کردار کے ساتھ ہمدردی بھی ہو جاتی ہے۔کیوں کہ اسے بچپن میں ہی اندھا کیا جاتا ہے۔نہ جانے کتنی بار اس نے اس دنیا کو دیکھنے کی آرزو کی ہوگی۔جب ڈاکٹر اسے کہتا ہے کہ تم نے کشمیر بھی دیکھ لیا ہے تو وہ مایوسی سے اس کا جواب دیتی ہے ''کاش میں دیکھ پاتی'' جب اسے نئی آنکھیں لگائی جاتی تو وہ ان آنکھوں میں آنے والا نظارا برداشت نہیں کر پاتی ہے کیوں کہ اس نے ان چیزوں کا کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا اس کے سامنے بیک وقت ملکی و بیرونی ممالک کے مسائل آجاتے ہیں:

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

''میں سب کچھ بھول کر ایک چھوٹے سے خستہ حال کمرے میں بیٹھ کر اپنے بارے میں سوچتی ہوں تو میری نظر پرواز کرتے کرتے بیک وقت ماسکو، نیویارک، لندن، پیرس، ٹوکیو وغیرہ جیسے مقامات پر پہنچ جاتی ہیں۔

ایسا کیوں ہوتا ہے؟

اتنا ہوتا تو کوئی بات نہ تھی ڈاکٹر! خیالوں ہی خیالوں میں دنیا گھوم پھر کر جب میں سب کچھ بھول کر سو جانا چاہتی ہوں تو فوراً ذہن سے بغاوت کر کے میری آنکھیں آپ ہی آپ بنگال، راجستھان، پنجاب، آسام کشمیر، بہار، کیرالا اور دوسری ریاستوں میں پہنچ جاتی ہیں اور وہاں کے بدلتے حالات دیکھ کر مجھے رات بھر پریشان کرتی رہتی ہیں۔''

وہ ان سب چیزوں کو دیکھ کر اب تنگ آ گئی تھی اس لئے وہ ان آنکھوں کو نکالنا چاہتی۔ شبنم قیوم نے اس کردار کے ذریعے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ ہندوستان کی بدلتی ہوئی حالت کو سدھارنے کے لئے مسز اندرا گاندھی جیسی عورت کو سامنے آنا چاہئے۔

○ مکالمہ نگاری:

اس افسانے میں شبنم قیوم نے ایک عورت کے جذبات کی عکاسی ان کے ہی مکالموں کے ذریعے پیش کی ہے۔ جب وہ ڈاکٹر سے اپنی آنکھیں نکالنے کو کہتی ہے۔ مکالمے طویل ضرور ہیں لیکن قاری انہیں بہت دلچسپی اور روانی سے پڑھتا ہے۔

''نہیں نہیں ۔۔۔۔! ایسا نہ کہیے ڈاکٹر! میں آپ کے پیر پڑتی ہوں۔ آپ مجھ پر یہ احسان کیجئے ڈاکٹر!

تمہارا دماغ ٹھیک ہے کیا۔۔۔۔؟

ہاں ڈاکٹر! میرا دماغ ٹھیک ہے۔ صرف میری آنکھیں۔۔ خدا کے لئے آپ میری آنکھیں نکال دیجئے۔

میں نے ایک بار کہہ دیا ہے، مجھ سے ایسا نہیں ہو سکتا''

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

کیوں نہیں ہوسکتا، آپ تو ڈاکٹر ہیں۔آنکھوں کے ڈاکٹر میں آپ کو مجبور کر رہی ہوں۔پھر آپ کو اس میں اعتراض کیا ہے؟

تم اپنی یہ آنکھیں نکالنا کیوں چاہتی ہو۔آنکھوں کے بغیر تم جیو گی کیسے؟

اس کی آپ فکر نہ کیجئے، ان آنکھوں کے بغیر میں جیوں گی اور اچھی طرح جیوں گی۔مجھے ان آنکھوں کی کوئی ضرورت نہیں جنہوں نے مجھے قدم قدم پر پریشان کر دیا ہے، جنہوں نے مجھے بڑی الجھنوں میں ڈال دیا ہے۔"۲۰

○ منظر نگاری:

افسانہ نگار نے اس افسانے میں اس چھوٹی بچی کا منظر دکھایا ہے جس کو اغوا کیا جاتا ہے۔جب وہ اپنی ماں سے پیسے لے کر غبارے والے سے غبارا لے کر واپس آرہی تھی:

"غبارہ لے کر میں خوشی سے اچھلتی کودتی واپس آرہی تھی کہ ایک شخص نے جھٹ گود میں لے کر مجھے بیٹی کہہ کر چوما اور میرے ہاتھ میں مٹھائی کا لفافہ تھما دیا۔یہ کون شخص تھا؟ میں اسے تب جانتی تھی نہ اب جانتی ہوں۔اس نے مجھ سے اور باتوں کے علاوہ میرے ماں باپ کے بارے میں بھی پوچھا کہ وہ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں جب میں نے اس کی باتوں کا صحیح صحیح جواب دیا تو اس نے مجھے اپنے بیٹے سے ملانے کے کیلئے کہا، کافی دور پہنچ کر اس نے مجھے ایک کار میں بٹھایا جس میں دو آدمی ایک چھوٹے بچے کو مٹھائی کھلا رہے تھے۔جونہی میں اس کار میں بیٹھ گئی کار پھر سے چل دی۔۔۔

میں چلائی تو میرا منہ بند کر کے مجھے اس چھوٹے لڑکے کے ساتھ سیٹ پر لٹا دیا گیا اور نہ جانے کہاں لے جا کر ہم دونوں کو ایک کمرے میں بند کر دیا گیا۔"

○ اسلوب وزبان وبیان:

شبنم قیوم کے اسلوب میں ایک خوبی یہ ہے کہ وہ فلیش بیک تکنیک کا بہت زیادہ

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

استعمال کرتے ہیں۔اس افسانے میں بھی فلیش بیک تکنیک کا استعمال کیا گیا۔شبنم قیوم کا اسلوب شگفتہ اور لطیف ہوتا ہے۔ان کے یہاں جگہ جگہ فلسفیانہ شگفتگی کا احساس اسی جگہ ہوتا ہے جہاں وہ زندگی کے بعض اہم مسائل پر اپنے کرداروں کے ذریعے غور وفکر کی دعوت دیتے نظر آتے ہیں۔ ایک اقتباس دیکھئے۔جب ڈاکٹر بھکارن کو آنکھیں نہ نکالنے کا مشورہ دیتا ہے:

> ''تم گھبراؤ نہیں میں سب کچھ سمجھ گیا۔تمہاری آنکھیں نہیں نکالی جائیں گی بلکہ تمہارے دل اور دماغ کو اس قابل بنادیا جائے گا کہ وہ ان نظروں کا بار سہہ سکیں۔اگر تمہارے دل اور ذہن نے تمہاری نظروں کا بار سہہ لیا تو ہمارے ملک کے لئے یہ نیک فال ہے، کیوں کہ اس ملک کو ایک ایسی عورت کی ضرورت ہے جس کی آنکھیں تمہارے پاس ہے۔''۲۲

○ وحدت تاثر:

اس افسانے میں صرف ایک تاثر نظر آتا ہے اور وہ ہے ہندوستان کی بدلتی ہوئی صورتِ حال،افسانہ نگار نے اس صورتِ حال کو سدھارنے کے لئے ایک ایسی عورت کی مانگ کی ہے جو مسز اندرا گاندھی جیسا حوصلہ رکھتی ہو۔

❖❖❖

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

راتوں کے اُجالے

○ موضوع:

شبنم قیوم نے افسانہ ''راتوں کے اُجالے'' میں پہلی بار ایک نئے موضوع کو اپنایا ہے۔ اور یہ موضوع ہے عدل وانصاف کا۔ شبنم قیوم نے اس افسانے میں یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ عدالت ہمیشہ انصاف کا دامن تھام کر کسی بھی مقدمہ کی پیروی کرتی ہے۔ یہاں رشتے ناطے کا کوئی لحاظ نہں ہوتا ہے۔

○ پلاٹ:

افسانہ ''راتوں کے اُجالے'' کے پلاٹ میں کہانی آغاز سے انجام تک اپنے طور پر آگے بڑھتی ہے اور کہیں یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ افسانہ نگاری نے زبردستی کسی پہلو کو متاثر کرانے کی کوشش کی ہے۔ اس افسانے کا پلاٹ سیدھا سادھا اور منظم ہے اور کہانی واقعات کے ساتھ آگے بڑھتی ہے۔ مسز قریشی اپنے شوہر مجسٹریٹ محمد اکرم قریشی سے ہاجرہ کو سزا سے بری کرانے کے لئے کہتی ہے۔ مسز قریشی، ہاجرہ کے لئے یہ سب اس لئے کرتی ہے کیوں کہ ہاجرہ نے مسز قریشی کا جرم اپنے سر لیا تھا اور ساتھ ہی ساتھ اس لئے بھی کہ وہ اسے اپنے گھر میں ایک نوکرانی کا کام لیتی تھی۔ ایک بار مسز قریشی، ہاجرہ کو اپنے ساتھ ایک دعوت پر لے جاتی ہے۔ وہاں ہاجرہ پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ اس نے ایک ریسٹ واچ اور دو چوڑیاں چرائی ہیں۔ اس واقعہ کے کئی دن بعد

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

ہاجرہ کے پاس قریشی کے ہاں کھوئی ہوئی ریسٹ واچ دکھائی دیتی ہے۔ ہاجرہ کو پولیس حراست میں لیتی ہے اور جب ہاجرہ کو کٹہرے میں کھڑا کیا جاتا ہے تو وہ سوچتی ہے کہ اگر اُسے سزا ملی تو نہ صرف وہ انصاف کی پول کھول دے گی بلکہ وعدے کے پرخچے بھی اڑا دے گی۔ جو وعدے مسز قریشی نے اسے سزا سے بری کرانے کے لئے کئے تھے۔ عدالت ہاجرہ کو قصوروار ٹھہرا کر اسے تین مہینے کی سزا سناتی ہے۔ جب ہاجرہ عدالت سے باہر نکلتی ہے تو اسکا شوہر سلطان اسے طلاق نامہ دے دیتا ہے۔ ہاجرہ جیل میں تین دن گذار کر خودکشی کر لیتی ہے۔ مجسٹریٹ محمد اکرم قریشی یہی خبر جب اپنی بیوی کو سناتا ہے تو وہ چونک جاتی ہے اور اپنے شوہر سے کہتی ہے کہ مرنے سے پہلے اس نے کچھ کہا تو نہیں۔ تو وہ اس سے کہتا ہے کہ سپرائنٹنٹ جیل کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے خودکشی سے قبل چوری کی جو تفصیلات دی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے دوسرے کی عزت بچانے کی خاطر اس جرم کو قبول کر لیا تھا۔ اس کے بعد مجسٹریٹ اپنی بیوی کو عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کر کے اسے اس جرم کا قصوروار ٹھہرا کر سزا سناتا ہے۔

○ کردارنگاری:

شبنم قیوم کے افسانوں کے اکثر کردار متوسطہ اور اعلیٰ طبقے کے ہوتے ہیں۔ اس افسانے میں بھی دونوں طبقوں کے کردار نظر آتے ہیں جن میں مجسٹریٹ محمد اکرم قریشی، مسز قریشی اور ہاجرہ ان طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

مسز قریشی افسانہ ”راتوں کے اجالے“ کا مرکزی کردار ہے۔ وہ ہاجرہ کو سزا سے بچانے کے لئے اپنے شوہر مجسٹریٹ محمد اکرم قریشی سے اس کی سفارش کرتی ہے۔ مسز قریشی کا کردار ایک جیتا جاگتا ہوا کردار نظر آتا ہے۔ وہ زندگی کی اونچ نیچ سے اچھی طرح واقف ہے۔ وہ یہ بھی جانتی ہے کہ جب ایک بیوی کو اپنے شوہر سے کوئی بات منوانی ہوتی ہے تو وہ اسے پیار جتاتی ہے۔ اس لئے وہ بھی مسٹر قریشی کو اپنی بات منوانے کے لئے سولہ سنگار کرتی ہے تاکہ مسٹر قریشی اس کی طرف مائل ہو جائے۔ مسٹر قریشی، ہاجرہ کے لئے یہ سب اس لئے کرتی ہے تاکہ اس کا بھانڈا نہ پھوٹ جائے اور اس لئے بھی کہ وہ ہاجرہ سے ایک نوکرانی کا کام لیتی ہے۔ ہاجرہ پر چوری کا الزام

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

عائد ہو جاتا ہے اور ہاجرہ یہ الزام صرف مسز قریشی کی عزت بچانے کے لئے اپنے سر لیتی ہے۔ مسز قریشی کا کردار نہایت ہی خود غرض قسم کا نظر آتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو بچانے کے لئے ہاجرہ کا استعمال کرتی ہے اور جب وہ مرجاتی ہے تو اس وقت بھی اسے اس کے مرنے کا غم نہیں ہوتا بلکہ اسے اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں مرنے سے پہلے اس نے وہ راز تو نہیں کھولا۔

محمد اکرم قریشی بھی اس افسانے کا اہم کردار ہے۔ پیشے سے وہ ایک جج ہے۔ اس کے کردار کے اندر ایمان داری کوٹ کوٹ کر بھری نظر آتی ہے۔ وہ اپنے پیشے سے دھوکہ کرتا ہوا نظر نہیں آتا ہے۔ جب اس کی بیوی، ہاجرہ کو سزا سے بچانے کے لئے اس سے کہتی ہے مگر وہ قانون کو قانون کی نظر سے ہی دیکھتا ہے اور تمام ثبوتوں کی بناء پر وہ ہاجرہ کو سزا سناتا ہے۔ محمد اکرم قریشی زندگی کے مسائل سے نمٹنا جانتا ہے۔ اس کا کردار حوصلہ وہمت اور قوت ارادی کا حامل دکھائی دیتا ہے۔ جب اسے پتہ چلتا ہے کہ ہاجرہ نے یہ سزا اس کی بیوی کو بچانے کے لئے اپنے سر لی اس وقت وہ قانون اور انصاف کو اپنے ذہن میں رکھ کر اپنی بیوی کو عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کر دیتا ہے۔ اگر وہ چاہتا تو وہ اپنی عزت بچا سکتا تھا۔ مگر اس کا ضمیر یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتا کہ وہ قانون اور انصاف کے ساتھ کھلواڑ کرے۔ یہ کردار اپنی حرکت وعمل سے اچھے اخلاق کا پیغام دیتا ہے۔ ایک اقتباس دیکھئے جب مجسٹریٹ محمد اکرم قریشی اپنی بیوی کو سزا سناتا ہے۔

> ”مجرمہ کے خلاف چوری کا الزام ۔۔ مجسٹریٹ نے فیصلہ سنا دیا۔۔۔ عدالت میں برحق ثابت ہوا ہے اور عدالت اس نتیجہ پر پہنچی ہے جس نتیجہ پر عدالت اپنے عدل سے کام لے کر یہ ثابت کرسکتی ہے۔ عدالت ہمیشہ انصاف کا دامن تھام کر کسی بھی مقدمہ کی پیروی کرتی ہے۔ یہاں رشتے ناطے کا کوئی لحاظ نہیں ہوتا۔ چاہے وہ جج کی بیوی ہی کیوں نہ ہو۔“

اس کردار کے ذریعے شبنم قیوم نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ قانون کے لحاظ سے محافظوں کو کیسا ہونا چاہئے۔ یہی وہ کردار ہے جس کے ذریعے شبنم قیوم نے اس افسانے کا مقصد بیان کیا ہے۔

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

○ ہاجرہ:

ہاجرہ کا کردار اس افسانے کا بہت ہی اہم کردار ہے۔ ہاجرہ غریب اور تنگدست ضرور تھی مگر وہ نوکری کو ہتک سمجھتی تھی۔ لیکن ایک پڑوسی کے ناطے وہ وقتاً فوقتاً قریشی کے ہاں ضرور جاتی تھی۔ جہاں مسز قریشی اس سے ہمدردی جتا کر برابر ایک نوکرانی کا کام لے لیتی تھی۔ ہاجرہ ہمیشہ اس کا ہاتھ بٹاتی تھی۔ وہ اس کے یہاں برتن مانجنے، کپڑے دھونے، بچوں کو سنبھالنے میں کوئی عار یا ہتک نہیں سمجھتی تھی۔ مسز قریشی اسے ایک نوکرانی کی غرض سے تقریبوں میں اپنے ساتھ لے جاتی تھی۔ مگر ہاجرہ اس بات کی طرف کبھی دھیان نہیں دیتی تھی۔ وہ مسز قریشی کی چوری کا الزام اپنے سر صرف اس کی عزت بچانے کے لئے لیتی ہے۔ اسے اس بات کا بھروسہ ہوتا ہے کہ مسز قریشی اسے ضرور سزا سے بچائے گی کیوں کہ اس نے ہاجرہ کے ساتھ اس کا وعدہ کیا تھا۔ اور جب اسے عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کیا جاتا ہے تو وہ سوچتی ہے کہ اگر میں سزا سے بری ہو جاؤں گی تو میں آہستہ آہستہ اس دھبہ کو دھو ڈالوں گی، مگر ساتھ ہی ساتھ وہ یہ سوچنے کے لئے مجبور ہو جاتی ہے کہ اگر مجھے سزا دی گئی تو نہ صرف میں انصاف کی پول کھول دوں گی بلکہ وعدے کے پرخچے بھی اُڑا دوں گی۔ یکا یک اس کے کانوں میں آواز گونجتی ہے:

> ''مجرمہ کے خلاف چوری کا الزام ۔۔۔!'' مجسٹریٹ نے فیصلہ سنا دیا شہادت اور گواہوں کے بیانات کے بعد مجرمہ نے بغیر کسی دباؤ کے اپنے جرم کا اقبال کیا ہے۔''
>
> ''مے لارڈ!'' مجرمہ کے منہ سے ایک گھمبیر آواز نکلی''۔ ۲۴

اس کے بعد جب وہ دو سپاہیوں کے ساتھ عدالت سے باہر آتی ہے تو اس کا شوہر سلطان اسے طلاق نامہ دیتا ہے۔ وہ ان دونوں حادثوں کی تاب نہ لا کر صرف جیل میں تین دن زندہ رہ کر خودکشی کر لیتی ہے۔ لیکن خودکشی کرنے سے پہلے وہ سارا راز کھول دیتی ہے۔ اس کا کردار کمزور نظر آتا ہے۔ وہ اپنی زندگی کے اس برے دور سے مقابلہ نہیں کر پاتی ہے اور خودکشی کر لیتی ہے۔ دوسری جانب اس کردار کے ساتھ ہمدردی ہو جاتی ہے وہ چپ چاپ سب کچھ سہہ لیتی ہے۔ اس

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

کے جبلت کی کوئی قدر کرتا ہوا نظر نہیں آتا ہے۔ وہ ایک ایسی عورت کے لئے قربانی دیتی ہے۔ جس نے اس کو کبھی قدر کی نظر سے نہیں دیکھا۔

○ مکالمہ نگاری:

شبنم قیوم نے اس افسانے میں بڑی کامیاب مکالمہ نگاری پیش کی ہے۔ یہ مکالمے بہت آسان اور رواں معلوم ہوتے ہیں۔ مسز قریشی جب اپنی بات کو منوانے کے لئے سولہ سنگار کرتی ہے تاکہ مسٹر قریشی اس کی طرف مائل ہو جائے اور وہ پیار سے اس کو اپنی بات منوا سکیں۔ اس لئے وہ بڑی بے صبری سے اس کا انتظار کرتی ہے۔ اور جب مسٹر قریشی آتا ہے تو بیوی ان سے پوچھتی ہے:

''آپ اس وقت تک کہاں تھے، دیر کیوں ہوگئی؟

اپنا ہی کچھ کام تھا۔ اس نے قدرے لاپرواہی سے جواب دیا۔ اس لا پرواہی کے پس منظر کو جھانک کر اسے اپنے تمام حربے زائل ہوتے دکھائی دئے پھر بھی وقفہ بھر بعد متانت سے بولی۔

ہاجرہ آئی تھی۔ اب تک آپ کا انتظار کر رہی تھی۔

کیا کرنے آئی تھی؟

اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے۔

تم نے کیا کہہ دیا؟

میں کیا کہہ دیتی، آپ نے میری بات کب کہاں مانی ہے۔

مجھے اس کے بارے میں غور کرنا پڑے گا۔

اب کب تک غور کریں گے۔ کل تو فیصلہ ہے۔

اچھا! اس نے گویا چونکتے ہوئے کہا۔ حالانکہ پچھلی سماعت میں انہوں نے ہی فیصلہ کی تاریخ مقرر کی تھی۔

مسز قریشی نے پوچھا، کیا آپ کل فیصلہ کو ملتوی رکھیں گے؟

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

○ ہاجرہ:

ہاجرہ کا کردار اس افسانے کا بہت ہی اہم کردار ہے۔ ہاجرہ غریب اور تنگدست ضرور تھی مگر وہ نوکری کو ہتک سمجھتی تھی۔ لیکن ایک پڑوسی کے ناطے وہ وقتاً فوقتاً قریشی کے ہاں ضرور جاتی تھی۔ جہاں مسز قریشی اس سے ہمدردی جتا کر برابر ایک نوکرانی کا کام لے لیتی تھی۔ ہاجرہ ہمیشہ اس کا ہاتھ بٹاتی تھی۔ وہ اس کے یہاں برتن مانجنے، کپڑے دھونے، بچوں کو سنبھالنے میں کوئی عار یا ہتک نہیں سمجھتی تھی۔ مسز قریشی اسے ایک نوکرانی کی غرض سے تقریبوں میں اپنے ساتھ لے جاتی تھی۔ مگر ہاجرہ اس بات کی طرف کبھی دھیان نہیں دیتی تھی۔ وہ مسز قریشی کی چوری کا الزام اپنے سر صرف اس کی عزت بچانے کے لئے لیتی ہے۔ اسے اس بات کا بھروسہ ہوتا ہے کہ مسز قریشی اسے ضرور سزا سے بچائے گی کیوں کہ اس نے ہاجرہ کے ساتھ اس کا وعدہ کیا تھا۔ اور جب اسے عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کیا جاتا ہے تو وہ سوچتی ہے کہ اگر میں سزا سے بری ہو جاؤں گی تو میں آہستہ آہستہ اس دھبہ کو دھو ڈالوں گی، مگر ساتھ ہی ساتھ وہ یہ سوچنے کے لئے مجبور ہو جاتی ہے کہ اگر مجھے سزا دی گئی تو نہ صرف میں انصاف کی پول کھول دوں گی بلکہ وعدے کے پرخچے بھی اُڑا دوں گی۔ یکایک اس کے کانوں میں آواز گونجتی ہے:

> "مجرمہ کے خلاف چوری کا الزام۔۔۔۔!" مجسٹریٹ نے فیصلہ سنا دیا شہادت اور گواہوں کے بیانات کے بعد مجرمہ نے بغیر کسی دباؤ کے اپنے جرم کا اقبال کیا ہے۔"
>
> "مے لارڈ!" مجرمہ کے منہ سے ایک گھمبیر آواز نکلی"۔ ۲۴

اس کے بعد جب وہ دو سپاہیوں کے ساتھ عدالت سے باہر آتی ہے تو اس کا شوہر سلطان اسے طلاق نامہ دیتا ہے۔ وہ ان دونوں حادثوں کی تاب نہ لا کر صرف جیل میں تین دن زندہ رہ کر خودکشی کر لیتی ہے۔ لیکن خودکشی کرنے سے پہلے وہ سارا راز کھول دیتی ہے۔ اس کا کردار کمزور نظر آتا ہے۔ وہ اپنی زندگی کے اس برے دور سے مقابلہ نہیں کر پاتی ہے اور خودکشی کر لیتی ہے۔ دوسری جانب اس کردار کے ساتھ ہمدردی ہو جاتی ہے وہ چپ چاپ سب کچھ سہہ لیتی ہے۔ اس

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

کے جبلت کی کوئی قدر کرتا ہوا نظر نہیں آتا ہے۔ وہ ایک ایسی عورت کے لئے قربانی دیتی ہے۔ جس نے اس کو کبھی قدر کی نظر سے نہیں دیکھا۔

○ مکالمہ نگاری:

شبنم قیوم نے اس افسانے میں بڑی کامیاب مکالمہ نگاری پیش کی ہے۔ یہ مکالمے بہت آسان اور رواں معلوم ہوتے ہیں۔ مسز قریشی جب اپنی بات کو منوانے کے لئے سولہ سنگار کرتی ہے تاکہ مسٹر قریشی اس کی طرف مائل ہو جائے اور وہ پیار سے اس کو اپنی بات منوا سکیں۔ اس لئے وہ بڑی بے صبری سے اس کا انتظار کرتی ہے۔ اور جب مسٹر قریشی آتا ہے تو بیوی ان سے پوچھتی ہے:

"آپ اس وقت تک کہاں تھے، دیر کیوں ہوگئی؟

اپنا ہی کچھ کام تھا۔ اس نے قدرے لاپرواہی سے جواب دیا۔ اس لا پرواہی کے پس منظر کو جھانک کر اسے اپنے تمام حربے زائل ہوتے دکھائی دئے پھر بھی وقفہ بھر بعد متانت سے بولی۔

ہاجرہ آئی تھی۔ اب تک آپ کا انتظار کر رہی تھی۔

کیا کرنے آئی تھی؟

اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے۔

تم نے کیا کہہ دیا؟

میں کیا کہہ دیتی، آپ نے میری بات کب کہاں مانی ہے۔

مجھے اس کے بارے میں غور کرنا پڑے گا۔

اب کب تک غور کریں گے۔ کل تو فیصلہ ہے۔

اچھا! اس نے گویا چونکتے ہوئے کہا۔ حالانکہ پچھلی سماعت میں انہوں نے ہی فیصلہ کی تاریخ مقرر کی تھی۔

مسز قریشی نے پوچھا، کیا آپ کل فیصلہ کو ملتوی رکھیں گے؟

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

اس پر بھی غور کرنا پڑے گا۔
خیر جب بھی فیصلہ سنا دیں گے۔اس کو بری کرنا ورنہ میں ناراض ہو جاؤں گی،
کیوں کہ میں نے اسے وعدہ دیا ہے۔"

○ منظر نگاری:

شبنم قیوم نے اس افسانے میں مسز قریشی کا وہ منظر دکھایا ہے۔جب وہ میک اپ کرنے کے بعد شوہر مجسٹریٹ محمد اکرم قریشی کا بے صبری سے انتظار کرتی ہے کہ وہ کب آئے اور وہ اسے اپنی طرف مائل کر کے اپنی بات منوائے گی۔

"قد آدم آئینے کے سامنے اپنے آپ کو دیکھ کر اسے اس ادھیڑ عمر میں بھی اپنے حسنِ موزونیت اور جوانی پر رشک آ رہا تھا۔اگر چہ اندر سے وہ دروازہ بند کر چکی تھی۔پھر بھی ایک نظر اور دروازے کی طرف ڈال کر اس نے آئینے کے سامنے اپنے آپ کو زور سے بھینچ لیا اور جذباتی انداز میں آگے بڑھ کر اس نے آئینے کے ساتھ اپنے سرخ ہونٹ لگا کر عکس کے منہ کو اس طرح چوما گویا آئینے میں اس کا اپنا عکس نہیں بلکہ مجسٹریٹ قریشی کھڑا ہوا۔

آئینے کے سامنے ہٹ کر اس نے دیوار پر قریشی صاحب کی تصویر کو اتار کر پہلے اسے بغور دیکھا اور پھر بے صبری سے اسے اپنی چھاتی پر رکھ کر دونوں ہاتھوں سے تصویر کو داب لیا اور پلنگ پر لیٹ گئی۔"

○ اسلوب و بان و بیان:

یہ افسانہ بیانیہ انداز میں پیش کیا گیا ہے اور درمیان میں کرداروں کی آپسی گفتگو سے ایک نیا رنگ پیدا کیا گیا ہے۔زبان و بیان کے اعتبار سے بھی یہ افسانہ بہت ہی اچھا ہے۔مکالمے سیدھے سادھے اور رواں معلوم ہوتے ہیں۔اس میں تجسس آخر تک برقرار رکھا گیا ہے۔

❖❖❖

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

ٹوٹے آئینے کی پرچھائیاں

اس افسانے کا موضوع انسان کے اندر کی کمزوری ہے کہ نہ چاہتے ہوئے بھی ایک بیوی اپنے شوہر کے سامنے گناہ کرنے کا اقرار کر لیتی ہے۔ افسانے کا پلاٹ سیدھا سادہ ہے۔ کہانی تسلسل کے ساتھ آگے بڑھتی ہے۔ واقعات میں کہیں کوئی جھول نظر نہیں آتا ہے۔ اس افسانے کا خلاصہ اس طرح ہے۔

عبدالرحمان کو جب اس کی بیٹی زبیدہ اخبار دینے آتی ہے تو عبدالرحمان اس کو دیکھ کر پریشان ہو جاتا ہے کیوں کہ اب اس کی بیٹی جوان ہو گئی ہے اور عبدالرحمان کو خدشہ ہوتا ہے کہ کہیں اس جوانی میں اس کے پاؤں نہ پھسل جائیں۔ اس لئے وہ من ہی من میں ارادہ کر لیتا ہے کہ ناشتہ کرنے کے بعد وہ اپنی بیوی سے زبیدہ کے بارے میں بات کرے گا کہ زبیدہ پر کتنی پابندیاں لگائی جائیں اور کتنی آزادی دی جائے۔ اتنے میں اس کی نظر اخبار کی ایک سرخی پر پڑ جاتی ہے تو وہ چونک جاتا ہے۔ اسے یاد آ جاتا ہے کہ آج سے چند ماہ قبل جب اس کی بیٹی کا ایکسیڈینٹ ہوا تھا تو اسپتال تک پہنچاتے پہنچاتے اس کا بہت سارا خون بہہ گیا تھا۔ اور جب گھر کے افراد میں کسی کا خون اس کے خون کے گروپ کے ساتھ نہ ملا تو سبھی لوگ پریشان ہو جاتے ہیں۔ اتنے میں اس اسپتال کی ایک نرس جس کا نام نیلوفر ہوتا ہے وہ اسے اپنا خون دیتی ہے۔ نیلوفر کے خون کی پیش کش سے زبیدہ کے باپ کے دل میں نیلوفر گھر کر جاتی ہے۔ عبدالرحمان نیلوفر کو اپنی دوسری بیٹی کی طرح ماننے لگتا ہے۔ عبدالرحمان کا خیال تھا کہ اس دنیا میں جب تک نیلوفر جیسی عورتیں اور مرد موجود ہوں۔ یہاں انسانیت قائم ہے۔ مگر آج اس کا خیال غلط ثابت ہوا۔ جب اس نے اخبار کی

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

اس پر بھی غور کرنا پڑے گا۔
خیر جب بھی فیصلہ سنا دیں گے۔ اس کو بری کرنا ورنہ میں ناراض ہو جاؤں گی، کیوں کہ میں نے اسے وعدہ دیا ہے۔"

○ منظر نگاری:

شبنم قیوم نے اس افسانے میں مسز قریشی کا وہ منظر دکھایا ہے۔ جب وہ میک اپ کرنے کے بعد شوہر مجسٹریٹ محمد اکرم قریشی کا بے صبری سے انتظار کرتی ہے کہ وہ کب آئے اور وہ اسے اپنی طرف مائل کر کے اپنی بات منوائے گی۔

"قد آدم آئینے کے سامنے اپنے آپ کو دیکھ کر اسے اس ادھیڑ عمر میں بھی اپنے حسنِ موزونیت اور جوانی پر رشک آ رہا تھا۔ اگر چہ اندر سے وہ دروازہ بند کر چکی تھی۔ پھر بھی ایک نظر اور دروازے کی طرف ڈال کر اس نے آئینے کے سامنے اپنے آپ کو زور سے بھینچ لیا اور جذباتی انداز میں آگے بڑھ کر اس نے آئینے کے ساتھ اپنے سرخ ہونٹ لگا کر عکس کے منہ کو اس طرح چوما گویا آئینے میں اس کا اپنا عکس نہیں بلکہ مجسٹریٹ قریشی کھڑا ہوا۔
آئینے کے سامنے ہٹ کر اس نے دیوار پر قریشی صاحب کی تصویر کو اتار کر پہلے اسے بغور دیکھا اور پھر بے صبری سے اسے اپنی چھاتی پر رکھ کر دونوں ہاتھوں سے تصویر کو داب لیا اور پلنگ پر لیٹ گئی۔"

○ اسلوب و بان و بیان:

یہ افسانہ بیانیہ انداز میں پیش کیا گیا ہے اور درمیان میں کرداروں کی آپسی گفتگو سے ایک نیا رنگ پیدا کیا گیا ہے۔ زبان و بیان کے اعتبار سے بھی یہ افسانہ بہت ہی اچھا ہے۔ مکالمے سیدھے سادھے اور رواں معلوم ہوتے ہیں۔ اس میں تجسس آخر تک برقرار رکھا گیا ہے۔

❖❖❖

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

ٹوٹے آئینے کی پرچھائیاں

اس افسانے کا موضوع انسان کے اندر کی کمزوری ہے کہ نہ چاہتے ہوئے بھی ایک بیوی اپنے شوہر کے سامنے گناہ کرنے کا اقرار کر لیتی ہے۔افسانے کا پلاٹ سیدھا سادہ ہے۔کہانی تسلسل کے ساتھ آگے بڑھتی ہے۔واقعات میں کہیں کوئی جھول نظر نہیں آتا ہے۔اس افسانے کا خلاصہ اس طرح ہے۔

عبدالرحمان کو جب اس کی بیٹی زبیدہ اخبار دینے آتی ہے تو عبدالرحمان اس کو دیکھ کر پریشان ہو جاتا ہے کیوں کہ اب اس کی بیٹی جوان ہو گئی ہے اور عبدالرحمان کو خدشہ ہوتا ہے کہ کہیں اس جوانی میں اس کے پاؤں نہ پھسل جائیں۔اس لئے وہ من ہی من میں ارادہ کر لیتا ہے کہ ناشتہ کرنے کے بعد وہ اپنی بیوی سے زبیدہ کے بارے میں بات کرے گا کہ زبیدہ پر کتنی پابندیاں لگائی جائیں اور کتنی آزادی دی جائے۔اتنے میں اس کی نظر اخبار کی ایک سرخی پر پڑ جاتی ہے تو وہ چونک جاتا ہے۔اسے یاد آجاتا ہے کہ آج سے چند ماہ قبل جب اس کی بیٹی کا ایکسیڈینٹ ہوا تھا تو اسپتال تک پہنچاتے پہنچاتے اس کا بہت سارا خون بہہ گیا تھا۔اور جب گھر کے افراد میں کسی کا خون اس کے خون کے گروپ کے ساتھ نہ ملا تو سبھی لوگ پریشان ہو جاتے ہیں۔اتنے میں اس اسپتال کی ایک نرس جس کا نام نیلوفر ہوتا ہے وہ اسے اپنا خون دیتی ہے۔نیلوفر کے خون کی پیش کش سے زبیدہ کے باپ کے دل میں نیلوفر گھر کر جاتی ہے۔عبدالرحمان نیلوفر کو اپنی دوسری بیٹی کی طرح ماننے لگتا ہے۔عبدالرحمان کا خیال تھا کہ اس دنیا میں جب تک نیلوفر جیسی عورتیں اور مرد موجود ہوں۔یہاں انسانیت قائم ہے۔مگر آج اس کا خیال غلط ثابت ہوا۔جب اس نے اخبار کی

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

ایک خبر میں نیلوفر کو سیکس اسکنڈل میں ملوث پا کر دیکھ لیا۔ اب عبدالرحمان کچھ زیادہ ہی پریشان ہو جاتا ہے۔ اور جب اس کی بیوی اسے پریشان ہونے کی وجہ پوچھتی ہے تو اس کا غصہ اور بھی بڑھ جاتا ہے اور وہ عورت ذات کو بُرا بھلا کہنے لگتا ہے۔ اس وقت وہ اپنی بیٹی کو بھی مار دینا چاہتا تھا۔ وہ اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ اگر زبیدہ پر کڑی نظر نہیں رکھی گئی تو اس کے قدم بہک سکتے ہیں، وہ بھی پھسل جائے گی، وہ بدچلن بن جائے گی کیوں کہ اس کی رگوں میں ایک ایسی عورت کا خون دوڑ رہا ہے جو بدچلن ہے۔ ایسا سنتے ہی اس کی بیوی اس کے پیروں پر گر جاتی ہے اور اسے معافی مانگنے لگتی ہے کہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے اور آج کے بعد اگر کبھی بھی آپ نے میری ایسی کوئی بات سن لی تو آپ مجھے جان سے مار دیجئے۔ پہلے تو عبدالرحمان کو کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اسے سب کچھ سمجھ میں آجاتا ہے۔ اور وہ اپنی بیوی کو کھڑا کر کے اس کے گال پر ایک زوردار تھپڑ مار کر خود صوفہ پر گر جاتا ہے۔

افسانہ ''ٹوٹے آئینے کی پرچھائیاں'' میں عبدالرحمان کا کردار بہت ہی اہم ہے۔ عبدالرحمان اس افسانے کا مرکزی کردار ہے۔ جس کو اپنی بیٹی کے جوان ہونے کی پریشانی ستاتی ہے کہ کہیں اس جوانی میں اس کے پاؤں نہ پھسل جائیں۔ ایک ذمہ دار باپ کی طرح وہ اپنی بیٹی کے مستقبل کے بارے میں سوچتا ہے اور یہ فیصلہ کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے کہ زبیدہ کے لئے کتنی آزادی دی جائے اور کتنی پابندیاں لگائی جائے۔ وہ اخبار پر ایک خبر پڑھ کر چونک جاتا ہے۔ اسے یاد آجاتا ہے کہ چند ماہ قبل جب اس کی بیٹی کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا تب اسپتال کی ایک نرس نیلوفر نے اسے اپنا خون دے کر بچایا۔ عبدالرحمان، نیلوفر کا احسان مان کر اس کی بڑی قدر کرتا ہے۔ البتہ آج جب وہ اخباری خبر کے مطابق سیکس سکنڈل میں پائی گئی۔ اس کا عورت ذات پر سے بھروسہ اٹھ گیا ہے اور وہ عورت ذات کو بُرا بھلا کہنے لگا۔ اس وقت وہ اپنی بیٹی کو بھی مار دینا چاہتا ہے۔ جب اس کی بیوی اسے اس کی پریشانی کے بارے میں پوچھتی ہے تو وہ اسے کہتا ہے:

''تم کیا جانو گی خاک ۔۔۔۔۔۔! میں کہتا ہوں اس دنیا میں عورتوں کا بیڑہ ہی غرق ہو جائے تو وہ بھی کم ہے۔''

''کیوں ۔۔۔؟ تم آج عورتوں پر اس قدر ناراض کیوں ہو؟ اس کی آواز

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

میں پریشانی جھلک رہی تھی۔"

"اس لئے کہ عورتوں پر کوئی بھروسہ نہیں۔ وہ باہر سے کچھ اور اندر سے کچھ اور ہوتی ہیں۔"

آج آپ یہ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ کیا ہوا تمہیں۔

مجھے خود بھی معلوم نہیں کہ میں کیسی باتیں کر رہا ہوں، مگر آج مجھے باتیں کرنے دو، مجھے چیخنے اور چلانے دو، مجھے ساری عورتوں کے ظاہر اور باطن کی دھجیاں اڑانے دو۔!"

اس اقتباس کو پڑھ کر اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عبدالرحمان کس قدر عورتوں سے بے زار دکھائی دیتا ہے۔ اس کے جذبات اب اس کو اجازت نہیں دیتے ہیں کہ وہ عورت ذات کی عزت کرے۔ ایک ایسی عورت جس کے بارے میں اس نے خیال کیا تھا کہ جب تک اس جیسی عورتیں اس دنیا میں موجود رہیں گی یہاں انسانیت قائم ہے۔ لیکن آج یہی عورت اسے انسانیت کی دشمن نظر آتی ہے۔ عبدالرحمان جب اپنی بیوی کو کہتا ہے کہ مجھے اس بات کا خدشہ ہے کہ اگر زبیدہ پر کڑی نظر نہیں رکھی گئی تو وہ بھی عورت کی طرح بدچلن بن جائے گی، جس کا خون اس کی رگوں میں دوڑ رہا ہے۔ اس کی بیوی یہ سنتے ہی اس کے پاؤں پر گر کر معافی مانگنے لگتی ہے کہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔ عبدالرحمان سمجھ جاتا ہے کہ وہ جس برائی کے لئے اپنی بیٹی کو دور رکھنا چاہتا ہے وہ برائی تو اس کے گھر میں پہلے سے ہی موجود ہے۔ وہ اپنی بیوی کو کھڑا کر کے اس کے گال پر زور سے تھپڑ مارتا ہے۔ اس کی بیوی کو لگتا ہے کہ یہ سب میرے بارے میں ہی کہتا ہے کہ میں بدچلن ہوں کیوں کہ میری بیٹی کی رگوں میں تو میرا ہی خون دوڑ رہا ہے۔

عبدالرحمان ہرگز اپنی بیٹی کو پنجرے میں بند کرنا نہیں چاہتا تھا لیکن اس معاشرے کو دیکھ کر اسے اپنی بیٹی کی فکر لگ جاتی ہے۔ اسے اپنی بیٹی پر اس لئے غصہ آتا ہے کہ اس کے رگوں میں ایک بدچلن عورت کا خون دوڑ رہا ہے اس لئے اس کے قدم بہک سکتے ہیں۔ یہاں پر اس کا کردار کمزور نظر آتا ہے وہ عورت تو بدچلن ضرور تھی لیکن اس کا خون بدچلن نہیں تھا جو اس کی بیٹی کی رگوں میں دوڑ رہا ہے اور یہ ضروری بھی نہیں ہے کہ اس خون کی وجہ سے اس کی بیٹی بھی

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

بدچلن بن سکتی ہے۔

نیلوفر کا کردار بھی اس افسانے کا اہم کردار ہے۔ نیلوفر جو ایک اسپتال کی نرس تھی۔ نیلوفر بدچلن ضرور تھی لیکن انسانیت کی دشمن کبھی نہیں۔ وہ اپنے انسان ہونے کا حق ادا کرتی ہے جب وہ زبیدہ کو خون دیتی ہے۔ نیلوفر کے اس نیک سلوک کے لئے ڈاکٹر اور پورا عملہ اس کی تعریفیں کرنے لگتے ہیں۔ ان کی شرافت، انصاف پسندی کی سراہنا بھی کی گئی ہے۔ عبدالرحمان بھی اس کی عزت کرنے لگتا ہے جب وہ اس خون کے عطیے کیلئے ان سے کچھ نہیں لیتی ہے۔ لیکن سیکس اسکنڈل میں ملوث ہونے کے بعد اس کی عزت عبدالرحمان کے سامنے گر جاتی ہے۔

○ اسلوب وزبان وبیان:

افسانہ "ٹوٹے آئینے کی پرچھائیاں" کا اسلوب بہت ہی اچھا ہے۔ اس کہانی کو بیانیہ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اور موضوع کی مناسبت سے بھی کرداروں کے ذریعے مکالمے ادا کرائے گئے ہیں۔ کہانی میں فلیش بیک تکنیک بھی نظر آتا ہے۔ اس افسانے کے اسلوب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے انجام کو بیان کرنے میں ایک زبردست طرز اختیار کا گیا ہے کہ ایک بیوی نہ چاہتے ہوئے بھی کس طرح اپنے گناہ کا اقرار اپنے شوہر کے سامنے کرتی ہے۔

اس افسانے کی زبان بہت ہی آسان ہے اور مکالمے بھی رواں معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن چند ایک جگہ پر زبان کی خامی ضرور نظر آتی ہے۔ جیسے افسانے میں ایک جگہ اسپتال کا ذکر ہوا ہے لیکن افسانہ نگار نے "اسپتال کی جگہ"، "ہسپتال" لکھ لیا ہے۔ شاید یہ مادری زبان کا اثر ہے۔ کیوں کہ کشمیری زبان میں اسپتال "کا" "الف" کاٹ کر "ہ" استعمال کیا جاتا ہے۔ چند ایک جگہ پر غیر ضروری انگریزی الفاظ بھی استعمال کئے گئے ہیں۔ لیکن ان خامیوں کے باوجود بھی یہ افسانہ، افسانے کے فنی لوازمات پورا کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ یہ افسانہ تین زبانوں میں بھی ترجمہ ہو کر شائع ہوا ہے اس کا ریڈیو ڈرامہ ٹیلی کاسٹ ہوا۔ نیز اس کی ٹیلی فلم بھی بنی ہے۔"

❖❖❖

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

۔۔۔۔اور میں مرگیا

اس افسانے میں خودکشی کو موضوع بنا کر پیش کیا گیا ہے کہ ایک انسان خودکشی کیوں کرنا چاہتا ہے؟ شبنم قیوم نے اس کو اپنے افسانے "۔۔۔۔اور میں مرگیا" میں تفصیل سے پیش کیا ہے اور اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ ایک شخص جو ایمان داری اور محنت مزدوری سے اپنا گھر بار چلاتا ہے اور جب وہ ان لوگوں کو دیکھتا ہے جو اسے زیادہ ذہین نہیں ہوتے ہیں اور جن کی مالی حالت زیادہ اچھی نہیں ہوتی ہے اور ایک دم سے جب ان کی مالی حالت بے ایمانی اور برے کام کرنے سے اچھی ہوجاتی ہے۔ تو وہ حسد سے چلنے لگتا ہے کہ اسے دانہ، پانی کے لئے دوسروں سے ادھار مانگ کر خریدنا پڑتا ہے۔ اور وہ لوگ بڑے مزے سے اپنی زندگی گذارتے ہیں۔ انہیں مسائل میں الجھ کر وہ خودکشی کرنے کے لئے آمادہ ہوجاتا ہے۔

اس افسانے کا پلاٹ بہت ہی اچھا ہے اور کہانی واقعات کے تسلسل کے ساتھ آگے بڑھتی ہے۔ کہانی کو پڑھنے میں کہیں کوئی جھول نظر نہیں آتی۔ اس افسانے میں جن مقامات کا ذکر کیا گیا ہے وہ شبنم قیوم کا آبائی مقام ہے۔ جہاں وہ پلا بڑھا ہے اور اس مقام کو انہوں نے بہت قریب سے دیکھا ہے۔ اس افسانے کا مرکزی کردار جب بوچھوارہ سے بلیواڈ ڈلگیٹ کی طرف راشن گھاٹ پر راشن خریدنے کے لئے جاتا ہے تو وہ سوچتا ہے کہ اسے ہر بار ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لئے دوسروں سے قرض لینا کیوں پڑتا ہے۔ اس نے کئی بار خودکشی کرنے کا ارادہ کیا مگر ہر بار اسے ڈر محسوس ہوا۔ وہ اپنے جیب میں ان پیسوں کو زور سے پکڑے ہوئے چل رہا تھا جو انہوں نے راشن خریدنے کے لئے کسی سے ادھار لیے تھے۔ اچانک اس کی نظر رشید کی نیلی کار پر پڑتی ہے اور اسے اندر ہی اندر جلن سی محسوس ہونے لگتی ہے اور وہ سوچنے لگتا ہے کہ رشید مجھ جیسا

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

ذہین تو نہیں تھا کیوں کہ وہ میٹرک میں تین بار فیل ہوگیا تھا اور کہانی کا مرکزی کردار پہلی ہی بار میٹرک کا امتحان پاس کرکے ایف۔اے کی پڑھائی کرنے کے بعد ایک سرکاری ملازم بن جاتا ہے۔رشید ہینڈی کرافٹ کی فرم میں کام کرنے کے باوجود بھی اس کی مالی حالت بری ہوتی ہے۔ رشید کا مالک اسے ممبئی میں سیلز مین کی حیثیت سے بھیج دیتا ہے۔ایک ڈیڑھ سال کے بعد رشید ممبئی میں اپنا الگ کاروبار شروع کرتا ہے۔رشید نشاط میں زمین خرید کر ایک بنگلہ بنا دیتا ہے۔اس کے بعد رشید ایک رئیس گھرانے میں شادی کرلیتا ہے۔وہاں سے اس کو جہیز میں بہت کچھ مل جاتا ہے کہانی کا مرکزی کردار سوچتا ہے کہ اگر اس نے بھی سرکاری ملازمت کے بدلے کسی فرم میں کام کیا ہوتا اور ممبئی جانے کا موقع ملا ہوتا تو وہ بھی سرینگر سے چرس لے جا کر وہاں فروخت کرتا تو آج اس کی حیثیت بھی رشید کی جیسی ہوتی۔وہ انہیں خیالوں میں سوچتا ہوا جب ڈل کے قریب پہنچتا ہے تو وہ جھیل ڈل کے پانی میں کود کر اپنی زندگی کا خاتمہ کرنے کا فیصلہ کرلیتا ہے۔لیکن اسے اپنے بیوی، بچے اور بوڑھے ماں باپ یاد آجاتے ہیں کہ میرے مرنے کے بعد ان کی کیا حالت ہوگی۔وہ اس خیال کو اپنے ذہن سے نکال کر گھر کی طرف نکل جاتا ہے۔سڑک کراس (پار) کرتے ہوئے وہ رشید کی کار سے ٹکرا کر دوسری گاڑی کے نیچے آجاتا ہے۔

اس افسانے کا مرکزی کردار ایک سرکاری ملازم ہونے کے باوجود ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لئے دوسروں سے ادھار لیتا ہے۔اپنی اس زندگی سے تنگ آکر اس نے کئی بار خودکشی کرنے کا ارادہ کیا مگر ہر بار اسے ڈر محسوس ہوا۔وہ رشید کو کار میں جب بھی دیکھتا ہے تو اس کو حسد ہوتا ہے وہ اس لئے کہ اس نے ایمانداری کو گلے لگایا مگر بدلے میں اسے صرف پریشانی ملتی ہے۔وہ اپنے بیوی بچوں کی ضروریات پوری نہیں کر پاتا ہے۔اور اس کے برعکس رشید چرس اور دوسرے برے کام کرکے آرام کی زندگی گذارتا ہے۔اس تضاد کو دیکھ کر وہ جھیل ڈل میں چھلانگ مار کر خودکشی کرنے کا ارادہ کرلیتا ہے لیکن اسے اپنے جیب میں رکھے ہوئے وہ روپے پیسے یاد آجاتے ہیں جو انہوں نے راشن خریدنے کے لئے ادھار لیئے تھے۔وہ سوچتا ہے کہ میرے چھلانگ مارنے سے یہ روپے ضائع ہوجائیں گے،میری لاش تو کسی کام کی نہیں رہے گی البتہ یہ روپے کسی کے کام ضرور آسکتے ہیں۔وہ چاروں طرف نظر دوڑاتا ہے کہ شاید کوئی حاجت مند یہاں

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

سے گذرے یا کوئی بھکاری ملے جس کو میں یہ روپیئے دے دوں۔ مگر اسے کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا۔ اسی دوران اسے اپنے بوڑھے والدین اور بیوی بچے یاد آجاتے ہیں کہ میرے مرنے کے بعد ان کی حالت اور بھی بگڑ جائے گی۔ وہ اپنا ارادہ ترک کر کے گھر کی طرف واپس آنے لگتا ہے۔ یہاں اس کے اندر انسانی جذبات سے نظر آتے ہیں اور انہیں جذبات میں بہہ کر اسے اپنا گھر بار یاد آجاتا ہے کہ میرے مرنے کے بعد ان کا کیا حال ہوگا۔ اس طرح وہ ایک شوہر، باپ اور بیٹا ہونے کا حق ادا کرتا ہے۔ وہ خود کو پریشان حال رکھ کر اپنے گھر والوں کو خوش رکھنا چاہتا ہے۔ وہ ان لوگوں کے دلوں کو بھی جاننا چاہتا ہے۔ جو خودکشی کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ وہ جاننا چاہتا ہے کہ آخر کون سی چیز اُنہیں خودکشی کرنے کے لئے اُکساتی ہے۔ وہ شاید یہی سوچتا ہے کہ بلا وجہ کوئی شخص خودکشی نہیں کرتا۔ وہ بھی زندگی کے اس تضاد کو دیکھ کر اپنی زندگی کا خاتمہ کرتا ہے۔ شبنم قیوم نے اس کردار کے ذریعے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ وہ لوگ بہادر نہیں ہوتے جو زندگی سے تنگ آ کر خودکشی کر لیتے ہیں بلکہ بہادر وہ لوگ ہوتے ہیں جو زندگی کا مقابلہ بہادری کے ساتھ کرتے ہیں۔

افسانہ ''۔۔۔اور میں مر گیا'' کا اسلوب بہت ہی اچھا ہے پورا افسانہ بیانیہ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ شبنم قیوم نے اس افسانے میں زبان کو بھی بہت کامیابی کے ساتھ برتا ہے اور بہت ہی آسان لفظوں میں کہانی کو آگے بڑھایا ہے۔ افسانے کا انجام بہت پُر الم ہے جس سے یہ افسانہ کچھ دیر تک قاری کے ذہن پر چھا جاتا ہے۔ اس افسانے کا سارا زور اس کے آخری جملے میں مخفی ہے۔

> ''جب مرنا چاہا نہیں مرا بزدلی آڑے آئی، اور جب جینا چاہا اپنے بوڑھے والدین
> کے لئے بیوی بچوں کے لئے اور اب جو مر گیا۔''

''۔۔۔اور میں مر گیا''، شبنم قیوم کا اصلاحی افسانہ ہے۔ جس میں انہوں نے اس بات کی اصلاح کی ہے کہ جو لوگ اپنی زندگیوں سے تنگ آ کر خودکشی کرنے کا ارادہ کرتے ہیں یا خودکشی کرتے ہیں۔ اصل میں وہ خود کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کے ساتھ بھی ظلم کرتے جن کو خودکشی کرنے والے سے امیدیں ہوتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو زندگی کا مقابلہ بہادری کے ساتھ کرنے کے بجائے بزدل بن کر زندگی کا خاتمہ کر دیتے ہیں۔

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

سُہاگ اور شعلے

افسانہ ''سُہاگ اور شعلے'' میں دو بہنوں کے درمیان جنسی آماجا گاہ کو لے کر تانا بانا بُنا گیا ہے۔ بڑی بہن شادی شدہ ہے۔اور اس کی چھوٹی بہن کی تازہ تازہ شادی ہوئی ہے۔حالات ایسے پیدا ہو جاتے ہیں کہ بڑی بہن کو چھوٹی بہن کے لئے قربانی دینا پڑتی ہے۔

○ **پلاٹ:**

اس افسانے کے پلاٹ میں ایک کمزوری نظر آتی ہے۔افسانے کی شروعات میں کہانی واقعات کے ساتھ آگے بڑھتی ہے۔لیکن بیچ میں کہانی میں ایک ایسا موڑ آجاتا ہے کہ قاری کو پہلے کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کہانی کہاں چلی گئی لیکن جوں ہی آگے بڑھتے ہیں۔تو اسے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ کہانی میں واپس آرہا ہے۔اس افسانے کی کہانی میں دو حصے نظر آتے ہیں۔ پہلا حصہ بڑی بہن کا اور دوسرا حصہ چھوٹی بہن کا اور دونوں حصوں کی کہانی بالکل ایک جیسی معلوم ہوتی ہے۔دونوں بہنیں بے سہارا ہوتی ہیں۔ان کا بھائی پاکستان چلا گیا ہوتا ہے۔علی محمد ان میں سے بری بہن سے شادی کر لیتا ہے اور اس کی چھوٹی بہن زبیدہ کو بھی اپنے گھر لے آتا ہے۔اس طرح وہ ان دونوں بہنوں، بیوی اور سالی کو سہارا دیتا ہے۔علی محمد کا ایک بھائی بھی ہوتا ہے۔جو شرابی، آوارہ اور جواری ہوتا ہے۔علی محمد اپنے آوارہ جواری بھائی کی شادی اپنی سالی زبیدہ سے کرانے کا سجھاؤ دیتا ہے۔اس کی بیوی یہ فیصلہ نامنظور کرتی ہے۔زبیدہ کی بڑی بہن اپنی چھوٹی بہن کی زندگی بچانے کے لئے اپنے شوہر کا گھر چھوڑ دیتی ہے۔یہ کہانی کا ایک حصہ ہے۔دوسرے حصے کو سمجھنے میں الجھن سی پیدا ہوتی ہے۔جب اس کو پہلے والے حصے کے ساتھ جوڑ دیتے ہیں۔

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

زبیدہ کا شوہر بھی اسے دھمکاتا ہے کہ اگر تم نے اپنی بڑی بہن کو میرے بھائی کے ساتھ شادی کرنے کے لئے راضی نہیں کیا تو وہ دونوں بہنوں کو گھر سے نکال دے گا۔ زبیدہ کے دیور کی بیوی مرچکی تھی اور اس کے یہاں دو بچے ہوئے تھے۔ زبیدہ کا شوہر اسے کہتا ہے کہ اگر میں نے تمہیں سہارا نہ دیا ہوتا اور تم سے شادی نہ کی ہوتی تو تمہارے بہنوئی نے اپنے آوارہ بھائی سے تمہاری شادی کر دی ہوتی، میں نے تمہاری بڑی بہن کو بھی اپنے گھر میں سہارا دیا۔ زبیدہ اپنی بڑی بہن کو سمجھاتی ہے کہ تم میرے دیور کے ساتھ شادی کرلو کیوں کہ میں تمہارے اس سہاگ کیلئے قربانی ہرگز نہیں دوں گی جس نے ہمارے ساتھ ایسا سلوک کیا اور ہمیں گھر سے بے گھر کیا۔ مگر وہ زبیدہ کی بات نہیں مانتی ہے۔ اس کے بعد زبیدہ اسے کہتی ہے کہ بہتری اسی میں ہے کہ پھر تم اپنے شوہر کے گھر جاؤ کیوں کہ آج وہ تمہیں واپس لے جانے کے لئے اپنے آدمی بھیجتا ہے کل ایسا نہ ہو کہ تمہیں خود ہی جانا پڑے۔ زبیدہ اسے کہتی ہے کہ تم خود بھی جانتی ہو کی میاں بیوی کے بھی کچھ حقوق ہوتے ہیں جن کو کچھ اس طرح پورا کرنا پڑتا ہے کہ کوئی اور شریک نہ ہو۔ ایسا سنتے ہی بڑی بہن ششدر ہو کر رہ جاتی ہے اور اسے سب کچھ سمجھ میں آجاتا ہے۔ وہ رو پڑتی ہے اور دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر چلی جاتی ہے۔

○ کردارنگاری:

افسانہ ''سہاگ اور شعلے'' میں کردارنگاری یقیناً عروج پر پہنچائی گئی ہے۔ اس افسانے میں دو کردار بہت اہم ہیں اور باقی کرداروں کو ضمنی کرداروں کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

بڑی بہن اس افسانے کا مرکزی کردار ہے۔ ماں باپ کے گذر جانے کے بعد وہ اپنی چھوٹی بہن کا خیال رکھتی ہے۔ جب علی محمد سے بیاہ کرکے اس کے گھر جاتی ہے تو وہ اپنی چھوٹی بہن کو بھی اپنے ساتھ لے جاتی ہے۔ علی محمد اپنی بیوی پر دباؤ ڈالتا ہے کہ اگر تم نے اپنی چھوٹی بہن کی شادی میرے بھائی سے نہ کی تو میں تم کو گھر سے نکال دوں گا۔ وہ اپنی چھوٹی بہن کا مستقبل تباہ کرنا نہیں چاہتی ہے کیوں کہ اس کا دیور آوارہ، شرابی اور جواری تھا۔ وہ اپنی بہن کے لئے ایک بڑی قربانی دیتی ہے وہ اپنے شوہر کا گھر چھوڑ دیتی ہے اس لئے کہ اس کی چھوٹی بہن کا گھر اجڑنے

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

سے بچے۔ وہ ایک بڑی بہن ہونے کا حق ادا کرتی ہے۔ وہ ایک شرابی کے ہاتھوں اپنی بہن کی زندگی تباہ ہوتے ہوئے دیکھنا نہیں چاہتی ہے۔ وہ اپنی چھوٹی بہن کو تسلی دیتی ہے کہ میں تمہاری زندگی کو برباد نہیں ہونے دوں گی۔ تو چھوٹی بہن اسے کہتی ہے کہ اگر تمہارے شوہر نے تمہاری بات نہیں مانی تو۔

"تو میں تمہارے جیون بھر کی خوشی کے لئے اپنے سہاگ کو قربان کروں گی، میں آوارہ، جواری اور شرابی دیور کے ساتھ تمہاری شادی نہیں ہونے دوں گی ہر گز نہیں ہونے دوں گی۔" ۲۹

وہ اپنے سہاگ کی چاہتوں اور خوشیوں کے لئے اپنی چھوٹی بہن کو قربان نہیں کرنا چاہتی ہے۔ اس کے برعکس اس کی چھوٹی بہن اپنی بڑی بہن کی خاطر اپنے سہاگ کی قربانی نہیں دینا چاہتی ہے۔ جب زبیدہ کا شوہر اسے کہتا ہے کہ تم اپنی بڑی بہن کی شادی میرے بھائی سے کراؤ۔ مگر وہ رشتوں کی قدر کرتے ہوئے نظر آتی ہے۔ وہ اپنے شوہر کو آج بھی اپنا سرتاج مانتی ہے۔ حالانکہ اس نے اس کو گھر سے نکال کر در بدر کی ٹھوکریں کھانے کے لئے مجبور بھی کیا تھا۔ وہ اپنی چھوٹی بہن کی زندگی کی قدر کرتے ہوئے وہاں سے چلی جاتی ہے جب زبیدہ اسے کہتی ہیں:

"ہاں تمہیں اپنی آئندہ زندگی کے بارے میں آج ہی فیصلہ کرنا چاہئے۔ کیوں کہ تم دیکھ رہی ہو، ہم کس طرح سکونت کرتے ہیں۔ ہم میاں بیوی کے بھی کچھ حقوق ہیں۔ جن کو ہمیں کچھ اس طرح پورا کرنا ہے کہ کوئی ہمارا شریک نہ ہو، کوئی ہمارے ساتھ نہ ہو، یہ تو تم خود بھی جانتی ہو!"۔

زبیدہ کا کردار اس افسانے کا اہم کردار ہے وہ اپنی بہن کو پریشانی میں دیکھ کر اپنے ساتھ طرح طرح کے فیصلے کرتی ہے کہ کیا میں اپنے آپ کو اس شرابی کے سپرد کر دوں، کیا میں ان سبھوں کو چھوڑ کر یہاں سے بھاگ جاؤں، وہ بھی اپنی بہن کے لئے قربانی دینا چاہتی ہے۔ وہ اپنی بہن کو سہاگن دیکھنا چاہتی ہے لیکن جب اس کی شادی ہو جاتی ہے اور وہ اپنی بڑی بہن کو بھی اپنے ساتھ لے آتی ہے تو وہاں زبیدہ کا شوہر اسے اپنے بھائی کے ساتھ شادی کرانے کے لئے

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

زبیدہ پر دباؤ ڈالتا ہے۔ زبیدہ اپنی بہن کو اپنے دیور کے ساتھ شادی کرنے کے لئے کہتی ہے۔ زبیدہ کی بات سن کر اس کے وجود پر بجلی سی گر جاتی ہے۔ زبیدہ اس کا مطلب بھانپ کر بولتی ہے:

"باجی! میں اس بہنوئی کے لئے اپنے سہاگ کو نہیں اجاڑ سکتی جس نے ہمارے ساتھ ایسا سلوک کیا۔ جس نے ہمیں اپنے گھر سے نکال دیا۔۔۔تم اس گھر میں واپس کیسے جا سکتی ہو۔"۳۱

شادی ہونے کے بعد زبیدہ ایک دم سے بدل جاتی ہے۔ اسے اپنی بہن کے لئے وہ پیار نظر نہیں آتا جو پہلے تھا۔ اسے اپنے گھر میں اپنی بڑی بہن کی موجودگی اچھی نہیں لگتی ہے۔ کیوں کہ وہ بیوی ہونے کا حق ادا نہیں کر پاتی ہے۔ اس لئے وہ اپنی بڑی بہن سے کہتی ہے کہ آج تمہارا شوہر تمہیں لینے کے لئے اپنے آدمی بھیجتا ہے کل ایسا نہ ہو کہ تمہیں خود ہی وہاں جانا پڑے۔ اس طرح وہ اس قربانی کو بھول جاتی ہے جو اس کی بڑی بہن نے اس کے لئے دی تھی۔ کیونکہ یہ انسانی فطرت کا تقاضہ ہے کہ کوئی بھی انسان آخر تک ایک جیسا نہیں رہتا ہے۔ حالات کے ساتھ وہ خود بھی بدل جاتا ہے۔

○ مکالمہ نگاری:

اس افسانے میں پیش کئے گئے تمام مکالمے آسان اور رواں ہیں اور طویل مکالموں سے گریز کیا گیا ہے۔ جب بڑی بہن اپنی چھوٹی بہن کے گھر سے چلی جاتی ہے تو زبیدہ بڑی بے صبری سے اپنے شوہر کا انتظار کرتی ہے کہ وہ کب آئے اور اسے یہ خوش خبری سنائے۔ ان مکالموں سے دونوں میاں بیوی کے جذبات نظر آتے ہیں۔ زبیدہ اپنے شوہر کو آتے ہی اسے اپنی باہوں میں لیتی ہے۔ کیوں کہ آج ان کی جنسی خواہشات پورا کرنے میں کوئی دیکھنے والا نہیں تھا:

"یہ تم کیا کر رہی ہو؟ اس نے قدرے حیران ہو کر پوچھا۔"

بڑی بہن چلی گئی،

"کیا وہ میری بات نہیں مانی۔۔"

"ہونہہ! میرا سکھایا ہوا دہراتی ہو، یعنی میری بلی مجھ سے ہی میاؤں۔ وہ سائے کی

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

طرح یہاں ہمارے پیچھے لگی رہتی۔

ہاں! یہ بات تو ہے۔

چھوڑ دو اب اس کی باتیں ۔۔۔ چلو آؤ۔

پہلے کھانا کھانے دو۔۔ اتنی جلدی کیا ہے۔"

○ منظر نگاری:

اس افسانے کا ایک منظر جب علی محمد اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ تم اپنی بہن کی شادی میرے بھائی سے کرادو۔ لیکن وہ یہ شادی کرانے کے لئے راضی نہیں تھی۔ اس لئے وہ سوچتی ہے کہ اگر اس نے میری چاہت پر اپنی رائے کو ترجیح دی تو مجھے قربانی دینی پڑے گی:

> "قربانی کی عکاسی کرتے ہوئے یکا یک اس کے منہ سے ایک بھیانک چیخ سی نکل گئی۔ یہ چیخ اس کی چھوٹی بہن کے جگر کے پار کرگئی جو چولہے میں لکڑی گھیرتے ہوئے شعلے بھڑکا رہی تھی۔ دفعتاً چولہے پر پڑے پتیلے میں ابھال کا جوش آیا اور جھاگ آگ پر پڑگئی۔ دھواں اور بھاپ اس کے جسم سے ٹکرایا اور جسم۔۔۔ وہ ایک حادثہ سے گھبرا گئی۔"

○ اسلوب اور زبان و بیان:

افسانہ "سہاگ اور شعلے" کا اسلوب بہت ہی اچھا ہے۔ افسانے کے اسلوب میں داخلی خود کلامی کو نہایت ہی خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ ایک اقتباس دیکھئے۔ جب زبیدہ کا شوہر اسے کہتا ہے کہ تم اپنی بڑی بہن کو میرے بھائی کے ساتھ شادی کرنے کے لئے راضی کرو۔ تو وہ پریشان ہو کر اپنے آپ سے کچھ اس طرح کے سوالات کرتی ہے:

> "کیا میں اس کا مشورہ مانوں گی۔۔۔؟ لیکن کیسے؟
>
> وہ پریشان ہوگئی۔
>
> کیا میں ایک ایسی ٹھوکر کھاؤں گی جس سے۔۔۔ مگر نہیں!!

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

وہ لرزسی گئی۔

کیا میں باجی کو اس بات کے لئے مناؤں گی۔نہیں نہیں؟

وہ ششدررہ گئی۔

تو پھر میں کیا کروں؟"۔

اس افسانے کے اسلوب کی ایک اورخوبی یہ ہے کہ افسانے میں دو کہانیاں ہیں لیکن دونوں کی کہانی ایک جیسی معلوم ہوتی ہے۔لیکن دونوں کا انجام بالکل الگ الگ ہے۔اس افسانے میں پیش کی گئی زبان سادہ اور آسان ہے اور کہیں سے بھی افسانے کو پڑھنے میں کوئی وقت محسوس نہیں ہوتی ہے۔

○ وحدت تاثر:

اس افسانے میں صرف ایک تاثر کو پیش کیا گیا ہے اور وہ تاثر ہے قربانی جو ایک بہن دوسری بہن کے لئے دیتی ہے جو افسانے کے شروع میں بھی دیکھی جاتی ہے۔اور افسانے کے آخر پر بھی۔

❖❖❖

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

شریف بدمعاشی

یہ شبنم قیوم کے افسانوی مجموعے "نشانات" کا سولہواں افسانہ ہے۔اس افسانے میں بھی شبنم قیوم نے جنس کو موضوع بنا کر پیش کیا ہے۔افسانے کا پلاٹ سیدھا سادہ ہے۔کہانی میں کوئی جھول نہیں ہے اور کہانی واقعات کے تسلسل کے ساتھ آگے بڑھتی ہے۔افسانہ "شریف بدمعاش" میں ایک بیوہ عورت کو جب ایک مرد اپنے ساتھ شادی کرنے کے لئے کہتا ہے۔تو وہ اس مطالبے پر غور کرتی ہے۔وہ اس کے ہمسائیوں سے ملتی ہے۔جو اس کو کہتے ہیں کہ یہ بڑا ظالم آدمی ہے۔اس نے اپنی پہلی بیوی کو بہت اذیت دی، اسے بہت دکھ دئے۔یہاں تک کہ وہ جاں بحق ہوگئی۔وہ سوچتی ہے کہ میں ایسے آدمی سے کیسے شادی کرسکتی ہوں اس لئے وہ اس کی آزمائش کے لئے اسے کہتی ہے کہ تم ایک ایسا پتھر لاؤ جو کبھی کسی نے کسی کو مارا ہو۔وہ جاتا ہے اور ایک شخص پر پتھر مار کر آتا ہے۔جب وہ عورت اس پتھر کو لیتی ہے تو سمجھ جاتی ہے کہ اگر یہ ظالم نہیں ہوتا تو یہ پتھر کسی پر مار کر نہیں آتا۔چونکہ اسے ایک مرد کے سہارے کی ضرورت تھی۔اس کی آزمائش کے لئے وہ اسے دودھ کا ایک گلاس پینے کو دیتی ہے۔اس میں اس نے اپنی چھاتی کا دودھ نکال کر ڈالا۔تا کہ وہ اسے شوہر کے بجائے اولاد مان کر ساتھ رکھے۔چنانچہ جب وہ کسی پر پتھر مار کر واپس آیا تو اس کا رشتہ تبدیل ہوا۔وہ شوہر کے بدلے اولاد بنا جب اس کی رحلت ہوجاتی ہے تو اس کا دوسرا بھائی اس کے ساتھ شادی کرنے کا عندیہ دیتا ہے۔وہ عورت اس کے سامنے بھی وہی شرط رکھتی ہے۔ جب وہ گھر سے پتھر لانے کے لئے جاتا ہے تو وہ اسے بھی دودھ کا گلاس پینے کے لئے دیتی ہے مگر وہ نہیں پیتا ہے اور اسے کہتا ہے کہ میں وہ پتھر لانے کے بعد ہی کچھ پیوں گا لیکن وہ چوری سے اس

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

گلاس کا ایک گھونٹ پی لیتا ہے۔ اور جب وہ پتھر لے کر واپس آجاتا ہے تو اس کے ماتھے پر زخم کا نشان ہوتا ہے اور جب وہ عورت اسے دیکھتی ہے تو وہ خوش ہو کر اسے کہتی ہے کہ مجھے تمہارے ہی جیسے شوہر کی ضرورت تھی کیوں کہ تم ظالم نہیں ہو۔ تم نے یہ پتھر کسی پر مارنے کے بجائے خود پر مارا ہے۔ اس کے بعد وہ اس کے بھائی کے بارے میں بتاتی ہے کہ وہ میرا شوہر نہیں تھا۔ کیوں کہ اس نے میرا دودھ پی لیا تھا۔ وہ اسے ساری کہانی سناتی ہے اور کہتی ہے کہ میں نے تمہارے لئے بھی آزمائش کی تھی کیوں کہ تمہارا بھائی ظالم تھا اس لئے میں نے سوچا کہ تم دونوں ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہو اس لئے ہوسکتا ہے کہ تم بھی ظالم ہو۔ لیکن تم ظالم نہیں ہو اور نا ہی تم نے میرا دودھ پیا ہے۔ اس لئے آج کے بعد میں تمہاری ہوں۔ وہ سوچتا ہے کہ میں نے تو اس کا دودھ پی لیا ہے کیا میں بھی اب اپنے بھائی کی طرح ماں کے دودھ کا احترام کروں یا سب کچھ بھول کر اس کو اپنی بیوی بناؤں کیوں کہ مفت کا مال ہے۔ اور وہ بھی راضی ہے۔ وہ اضطرابی کیفیت میں کھڑا ہو جاتا ہے اور بغیر اسے کچھ کہے چلا جاتا ہے۔ کچھ دیر بعد وہ مسجد کے امام کے ساتھ پڑوس کے چار اشخاص کو ساتھ لا کر نکاح کا اہتمام کرتا ہے۔

اس افسانے میں کوئی کردار نظر نہیں آتا ہے البتہ کرداروں کے ہلکے پھلکے اشارے پیش کئے گئے ہیں جیسے بیوہ عورت، ایک ظالم آدمی اور اس کا بھائی، پوری کہانی ان تینوں کے ارد گرد گھومتی ہے۔ بیوہ عورت کا کردار اس افسانے میں ایک اہم رول ادا کرتا ہے۔ وہ جانتی ہے کہ ایک عورت کو ہر کوئی لوٹنا چاہتا ہے اس لئے جب بھی اس سے کوئی شادی کرنے کے لئے کہتا ہے تو وہ اس کے سامنے شرط رکھتی ہے کہ کوئی ایسا پتھر لاؤ جو کبھی کسی نے کسی پر مارا ہو۔ اس طرح وہ اندازہ لگاتی ہے کہ یہ مرد انصافی ہے یا ناانصافی۔ وہ اپنا دودھ ایک مرد کو بے خبری میں پلاتی ہے کیوں کہ اس کی نظر میں وہ ایک ظالم انسان تھا۔ اس طرح وہ اس کا شوہر نہیں۔ بلکہ ایک بیٹا بن جاتا ہے لیکن آخر میں وہ خود بے خبر ہو جاتی ہے جب ایک دوسرا مرد اس کا دودھ پی لیتا ہے۔ جو وہ خود اسے دیتی ہے۔ لیکن وہ آدمی اس کی موجودگی میں نہیں پیتا ہے اور جب وہ وہاں سے چلی جاتی ہے تو وہ اکیلے میں اس دودھ کا ایک گھونٹ پی لیتا ہے۔ اس وقت اس آدمی کو پتہ نہیں ہوتا ہے کہ دودھ میں اس عورت کی چھاتی کا دودھ ملا ہے جب اسے اس دودھ والے معاملے کا پتہ چلتا ہے۔ وہ

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

معاملہ نظر انداز کر کے اس عورت سے شادی کر کے خود کو شریف بدمعاش کے طور پیش کرتا ہے۔ وہ اس عورت سے شادی بیاہ کر لیتا ہے۔جس کی چھاتی کا اس نے خفیہ طور پر دودھ پی لیا ہے۔وہ اس دودھ کا احترام کرنے کے بجائے اس عورت سے بیاہ رچاتا ہے۔

اس کے برعکس اس کا بھائی دوسروں کی نظروں میں ظالم جابر اور ناانصاف تھا۔جب وہ آزمائش میں پورا نہیں اترا اور جب انہیں پتہ چلا جس خاتون نے انہیں آزمایا ہے اس نے اس کی چھاتی کا دودھ پی لیا ہے۔وہ اس دودھ کا احترام کر کے خاتون کو ماں کا درجہ دے کر اپناتا ہے۔

افسانہ ''شریف بدمعاش'' کا اسلوب بہت ہی اچھا ہے۔پورا افسانہ بیانیہ میں ہے۔اس افسانے کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ افسانے میں کرداروں کے نام دئے بغیر کہانی کو بیان کیا گیا ہے۔شبنم قیوم نے اس افسانے میں بہت ہی آسان زبان استعمال کی ہے۔ایک اقتباس دیکھئے:

> ''اگر مجھے معلوم ہوتا میرے بڑے بھائی کی موت کے بعد مجھے اسی سے شادی کرنی پڑی گی اور شادی کے لئے وہ ایسے ہی ایک پتھر کی شرط رکھے گی تو میں انہیں دنوں اس پتھر کو محفوظ رکھتا۔آپ شاید کہنا چاہتے ہیں، وہ عورت میری بھابی ہے اور بھابھی کے ساتھ شادی کیسے کرسکتا ہوں۔اول تو اس میں کوئی اعتراض نہیں، دوسرے میں کسی اور جگہ شادی بیاہ کر کے ڈھیر سارے روپیئے خرچ نہیں کرسکتا، اس لئے کہ میرا اتنا گذارہ نہیں، چونکہ یہ عورت بیوہ ہے، خوبصورت ہے، عمر میں مجھ سے بڑی ضرور ہے لیکن صرف ایک پتھر میں ملتی ہے اس کو بھی میرے ساتھ شادی کرنے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔'' ۳۵

❖❖❖

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

حماقت

○ موضوع:

یہ افسانہ ایک حادثہ کی پیداوار ہے۔ حادثہ بھی کیسا، ایر کریش سواریوں سے بھرا جہاز جو ممبئی سے سرینگر کشمیر آرہا تھا۔ اڑان کے دوران لاپتہ ہوا، اور ایک جنگل میں جا کر گر پڑا، اکثر مسافر از جان ہوئے، زخمیوں کو نکال کر ایمبولینس کے ذریعے ہسپتال پہنچایا گیا۔ اس جہاز میں شبنم قیوم کا ایک پڑوسی بھی سوار تھا۔ وہ از جان ہوا یا زخمی، اس کی مکمل تفصیل دستیاب نہ ہوسکی، ان کی طرف سے ان کے گھر کو جو تار ملی اس میں خورشید میر کے موت کی خبر درج تھی۔ شبنم قیوم کا یہ پڑوسی کون تھا۔ افسانہ میں اس کی تفصیل یوں بیان کی گئی ہے۔

> خورشید اتنا ذہین تو نہ تھا جتنا وہ خود کو سمجھتا تھا اور دوسروں کو سمجھانے کی کوشش کرتا، وہ خود کو بڑا تیس مارخان بھی مانتا تھا اور اس زعم میں مبتلا تھا کہ وہ بہت کچھ جانتا ہے۔ اسے ہر موضوع پر عبور ہونے کا زعم بھی تھا۔ خود کو بڑا زیرک مانتا اور ہر معاملے میں اپنی ٹانگ اڑانے میں ماہر تھا۔ کسی محفل میں ہوتا تو خود صاحب محفل ہونے کا گر استعمال کرتا، وہ بڑا باتونی بھی تھا وہ بزنس مین ہو کر بڑے بڑے خواب دیکھنے اور ان کا اظہار کرنے میں پیش پیش رہتا، کسی لڑکی کے ساتھ اس کا معاشقہ نہ تھا البتہ لڑکیوں کے نام گنانے میں سبقت لیتا۔ وہ بزنس کے سلسلے میں ممبئی میں مقیم تھا۔ کبھی کبھار ہی کچھ دنوں کے لئے گھر آتا۔ گھر میں والدین کے ساتھ اس کی بیوی اور دو بچے بھی تھے۔

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

چناں چہ جب ایک تار کے ذریعے ان کا ایر کریش میں جان بحق ہونے کی اطلاع ملی تو یوں علاقے میں ایک کہرام مچ گیا۔ اس کا شبنم قیوم نے پورا نقشہ کھینچا۔ البتہ اس کے ساتھ حماقت بھی جوڑا گیا۔

اور یہیں سے افسانے کا یوں آغاز ہوا۔

اڑوس پڑوس کے ساتھ پورے محلے میں اور پھر پورے علاقے میں اسی ایک حماقت کے چرچے ہوئے، اس پر جب پریس میں اس حماقت کی خبریں آئیں تو دور دور تک حماقت بدبو کی طرح پھیل گئی۔

خورشید میر کو کیا سوجھی کہ اس نے خود کو ایر کریش میں جان بحق ہونے کا فیصلہ سنایا۔ اس کے بعد وہ اپنی فیملی کے ساتھ محلے داروں اور علاقہ کے باسکینوں کو سرپرائز دینے کے لئے خفیہ طور گھر آیا۔ جس وقت وہ اپنے گھر کے نزدیک پہنچا بالکل اس وقت اس کے گھر سے اس کی بیوی کا جنازہ نکل آیا، جو اپنے خورشید کی موت کی المناک خبر سنکر ہارٹ اٹیک کا شکار ہوئی تھی۔

ان کا سرپرائز حماقت میں تبدیل ہوا۔

پورے افسانہ میں دلدوز منظر کشی، آنکھوں دیکھا حال، بتانے کے ساتھ جو دکھایا گیا اس میں شبنم قیوم نے یقیناً یدِطولےٰ حاصل کرلیا ہے۔ یہ سارا افسانہ بیانیہ کے زمرے میں آتا ہے۔ اس میں اول سے لیکر آخر تک تجسس برقرار رہتا ہے۔ افسانہ پڑھنے کے دوران آگے کیا ہوگا۔ یہ سارا بھانڈا کلائمکس میں پھوڑ جاتا ہے۔ بڑا دلچسپ افسانہ ہے۔

شبنم قیوم کا اس افسانہ کے بارے میں کہنا ہے۔ خورشید میر کے ایئر کریش میں مرنے کی خبر سنکر میں محلہ پڑوسی کے ناطے ان کے گھر تعزیت پرسی کے لئے گیا میں نے بازار سے ایک تازہ اخبار لیا، اس کے بعد میں بس میں سوار ہو کر امیرا کدل کی طرف روانہ ہوا، میں نے خورشید میر کی زندگی سے لیکر ان کے گھر کے ماتم داری کا منظر ذہن میں لایا، جیب سے پین نکال کر روزنامہ اخبار پر افسانہ لکھنا شروع کیا۔ امیرا کدل بس اڈے پر اترنے تک اخبار پر "حماقت" نامی افسانہ قلمبند ہو چکا تھا۔ افسانوی مجموعہ "نشانات!" کا یہ آخری افسانہ ہے۔

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

اختتامیہ

وادیٔ کشمیر میں ۱۹۶۰ء کے بعد کے افسانے نگاروں میں شبنم قیوم کا نام خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے۔شبنم قیوم ۱۲ فروری ۱۹۳۸ء میں سرینگر میں پیدا ہوئے۔ ۱۸ سال کی عمر میں انہوں نے اردو ادب کے میدان میں قدم رکھا ابتدائی ۴ سال تک مقامی اردو اخبارات کے سنڈے ایڈیشن میں کہانیاں شائع کیں۔سن ۱۹۵۵ء میں پہلا اردو ناولٹ ''پرانی ڈگر نئے قدم'' شائع کیا، ایک سال کے بعد ایک اور ناولٹ ''چراغ کا اندھیرا'' منظر عام پر لایا اس کے بعد'' زندگی اور موت'' کے نام سے جو ناول لکھا اس کو ملکی سطح پر شائع کر کے بحیثیت ناول نگار منوایا۔ان کا پہلا افسانوی مجموعہ''ایک زخم اور سہی 1971 ء میں منظر پر آیا۔اس میں پانچ طویل افسانے شامل ہیں جن کا موضوع عورت ہے۔سوائے افسانہ دکھتی آنکھیں'' کے۔شبنم قیوم نے اپنے ان افسانوں میں عورتوں کے مسائل کو شد و مد کے ساتھ پیش کیا ہے۔ملک کی تقسیم کے دوران عورت ذات کے ساتھ جو سلوک کیا گیا۔اس نے شبنم قیوم کو بہت متاثر کیا۔اپنے افسانوں میں عورتوں کے مسائل کے ساتھ ان کی نفسیات، احساس اور جذبات کو بڑی خوبی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ان کے افسانوں میں عورت کبھی کمزور مجبور اور لاچار بن کر طرح طرح کے دکھ جھیلتی ہے۔تو کبھی ظلم کے خلاف آگے آتی ہے۔اس کی واضح مثال افسانہ دیوی دیوتا میں دیکھنے کو ملتی ہے۔دسہرہ کی سیتا، خون آگ اور دھواں اور جہاں انسان دفن ہے میں شبنم قیوم نے عورت کی مجبوری، لاچاری اور بے بسی کو پیش کیا ہے۔افسانہ'' دکھتی آنکھیں میں انہوں نے پہلی بار سماج کو طنز کا نشانہ بنایا۔ان کے افسانوں کے پلاٹ سیدھے سادھے اور آسان ہوتے ہیں۔کہانی میں کہیں جھول نہیں ہوتا ہے۔اس

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

مجموعے میں شامل افسانے جس انداز میں پیش کیے گئے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ کرداروں کی آپسی گفتگو کے ساتھ ان افسانوں کو اور بھی خوبصورت بنایا گیا ہے۔ان کے کردار جیتے جاگتے نظر آتے ہیں۔شبنم قیوم نے ان کرداروں کو اپنے ارد گرد کے ماحول سے لیا ہے۔انہوں نے دونوں طرح کے کردار پیش کیے ہیں۔مرد اور عورت مجموعی طور پر شبنم قیوم کا یہ افسانوی مجموعہ، افسانے کے فنی لوازمات سے پُر نظر آتا ہے۔شبنم قیوم کا دوسرا افسانوی مجموعہ نشانات اگست 2010ء میں شائع ہوا۔حالانکہ اس مجموعے میں شامل افسانے انہوں نے 1970ء اور 1980ء کی دہائی کے درمیان لکھے تھے لیکن کتابی صورت میں انہیں بہت بعد میں منظر عام پر لائے۔اس مجموعے میں (۱۷) افسانے ہیں۔اس مجموعے کا پہلا افسانہ دکھتی آنکھیں ان کے پہلے افسانوی مجموعے ایک زخم اور سہی میں بھی شامل ہے۔اس مجموعے کے زیادہ تر افسانے عورت و مرد کے روحانی اور جنسی رشتوں کے بننے ٹوٹنے اور ان رشتوں کی پیچیدگیوں کے گرد گھومتے ہیں۔زندگی کی تلخ و شیریں سچائیاں ان کے افسانوں میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔شبنم قیوم اپنے ہم عصر لکھنے والوں میں سب سے زیادہ حقیقت پسند ہیں۔ان کے یہاں تخیلی تانے بانے بہت کم ہیں۔وہ جو کچھ دیکھتے ہیں اسے اپنے افسانوں میں بیان کر دیتے ہیں۔اس مجموعے میں شامل بیشتر افسانوں کو ڈرامائی روپ دیا گیا جو وقتاً فوقتاً آل انڈیا ریڈیو اور ریڈیو کشمیر سرینگر سے نشر ہوئے ہیں اس کے علاوہ انہوں نے آکاش وانی ممبئی کے "ہوا محل" پروگرام کے ذریعے درجن بھر مزاحیہ جھلکیاں پیش کر کے خود کو بطور طنز و مزاح فنکار منوایا ہے۔ان کی پہلی ٹیلی فلم ٹوٹے آئینے کی پرچھائیاں ایک دلچسپ ٹیلی فلم ثابت ہوئی۔یہ ان کا افسانہ بھی ہے جو اس مجموعے میں شامل ہے۔اس مجموعے میں شامل چند افسانوں میں جنس کو موضوع بنا کر پیش کیا گیا ہے اس کی عمدہ مثالیں دیا جلاؤ۔۔روشنی بجھاؤ اور سہاگ اور شعلے میں ملتی ہیں۔شبنم قیوم کے افسانوں میں زندگی سے متعلق شاید ہی ایسا کوئی گوشہ ہے جسے انہوں نے ضبط تحریر میں نہ لایا ہو۔ان کی کہانیوں میں جذبات و احساسات کے ساتھ رشتوں کی رفاقت ملتی ہے۔شبنم قیوم نے بیشتر افسانوں میں کشمیری سماج اور کشمیری ماحول کو کینوس بنا کر تخلیقی تانے بانے بنے ہیں۔ان کے افسانوں کے پلاٹ اور کردار اور ان کے کرداروں کی نفسیات میں رنگارنگی اور یکسانیت پائی جاتی ہے۔بقول احتشام حسین، شبنم قیوم کی

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

کہانیوں کے موضوع ، پلاٹ اور کردارنگاری سے صاف جھلکتا ہے کہ وہ اپنے عوام کے مسائل اُبھارتا ہے اور حقیقت پسندانہ نظریہ اپناتا ہے ان کی بعض کہانیوں میں طنز کے نشتر بھی محسوس ہوتے ہیں اس کی مثال بہت اونچے، بہت نیچے افسانے میں ملتی ہے۔ اس مجموعے میں شامل بیشتر افسانے ختم ہونے کے بعد قاری کے ذہن میں کئی سوالیہ نشان بن جاتے ہیں اور خود جواب دینے کے بجائے قاری سے جواب مانگتے ہیں۔ شبنم قیوم نے اپنے افسانوں میں فلیش بیک تکنیک کا خوبصورت استعمال کیا ہے۔ ''میری جوانی، تیرا انعام''، ''آنکھیں اور ٹوٹے آئینے کی پرچھائیاں''۔ اس کی اچھی مثالیں ہیں۔ افسانہ ''سہاگ اور شعلے'' میں شبنم قیوم نے داخلی خود کلامی کی تکنیک کو حسین پیرائے میں بیان کیا ہے۔ شبنم قیوم کے افسانوں میں وحدت تاثر بھی نظر آتا ہے۔ ان کے افسانوں کی سب سے بڑی خصوصیت ان کا انجام ہے جو قاری کو چونکا دیتے ہیں۔ مینڈک، پھول بنے انگارے، لوہا پگھلتا ہے، کھوٹا سکہ اور شریف بدمعاش اس کی اچھی مثالیں ہیں۔ ان کے افسانوں میں افسانے کے تمام فنی لوازمات نظر آتے ہیں۔ اس مجموعے میں شامل افسانوں میں شبنم قیوم نے جہاں مرد کرداروں کو پیش کیا ہے۔ وہیں نسوانی کرداروں کو بھی جنم دیا ہے۔ ان کے نسوانی کرداروں میں زبیدہ نصرت، کملاوتی نیلم مہرالنساء وغیرہ جیتے جاگتے کردار نظر آتے ہیں۔

شبنم قیوم نے اپنے ابتدائی ادبی دور میں چار سال تک مسلسل مقامی تین روز نامہ اخباروں میں جتنے افسانے لکھے ان کا کوئی حساب نہیں البتہ برِصغیر کے ادبی رسائل میں کوئی 82 افسانے شائع ہوئے ہیں۔ ان میں سے چند ایک افسانے نہ صرف دوسری زبانوں میں ترجمے ہوئے بعض افسانوں کے ڈرامے اور فلمیں بھی بنی ہیں۔

افسانوں کے ساتھ 60 سے لیکر 70 کی دہائی تک بالترتیب 6 ناول منصہ شہود پر آئے، اس کے علاوہ انہوں نے ایک کتے کی سرگزشت لکھکر مقامی طور پر ایک منفرد مقام حاصل کرلیا۔

البتہ 1975ء میں انہوں نے پہلی بار تاریخی اور تحریکی موضوع پر ناول ''یہ کس کا لہو ہے کون مرا؟'' لکھ کر اشاعت کے لحاظ سے جو ریکارڈ قائم کیا، اس کو توڑنا ناممکنات میں لیا جائے گا۔ اس تاریخی اور تحریکی ناول کے بطن سے پانچ جلدوں پر مشتمل جو دستاویز ''کشمیر کا سیاسی انقلاب'' کے نام شائع ہوا۔ وہ یقیناً ایک انقلابی دستاویز ثابت ہوئی، اور اس کے دوررس نتائج برآمد

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

ہوئے۔اس دستاویز کے بعد شبنم قیوم نے ادب کے ساتھ جن دیگر سیاسی، سماجی تحریکی تاریخی نیز روزمرہ حالات واقعات پر کوئی 40 کتابیں لکھیں۔البتہ ان کا تاریخ نویسی میں کشمیر کی پانچ ہزار سالا تاریخ اور تحریک مرتب کرنا ایک ایسا کارنامہ ہے جس کا کشمیر میں اڑھائی سو سالہ تاریخ نویسی میں مثال نہیں ملتی۔

شبنم قیوم نے ثابت کر دیا وہ ہرفن مولا ہے۔

مشرف فیاض ٹھوکر
ریسرچ سکالر حیدرآباد
سنٹرل یونیورسٹی

❖❖❖

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

شبنم قیوم کا 13 افسانوں کا مجموعہ

آزادی کی تلاش

1۔ آزادی کی تلاش۔
2۔ لاجواب۔
3۔ منادی سے دستک تک۔
4۔ سزائے بالجبر۔
5۔ قربانی۔
6۔ حالات کے تھپیڑے۔
7۔ امانت۔
8۔ میں ہوں ناماں۔
9۔ برات جنازے کی۔
10۔ لہو پہ لگا داغ۔
11۔ پبلسٹی۔
12۔ آ گلے لگ جا۔
13۔ تکمیل خواہش کا گناہ۔

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

ان سبھی افسانوں پر الگ الگ تبصرہ ان کے موضوعات، پلاٹ اسلوب زبان، کردار، کردارنگاری، منظرنگاری اور وحدت تصور کو زیر بحث لانے کے لیے شبنم قیوم کی جیسی حق گوئی بے باکی نڈرتا اور جرات کہاں سے لائیں۔ یہ تو ایسی بات ہوئی آبیل مجھے مار، کیونکہ آزادی کی تلاش نامی اس مجموعہ میں شامل تمام افسانے اور ان کے موضوعات کو چھیڑنا یا کھنگالنا ہمارے بس کی بات نہیں۔لہٰذا مجموعی طور پر اس افسانوی مجموعے پر ڈاکٹر جاوید قدوس کی رائے پر اتفاق کیا جاسکے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ ڈاکٹر جاوید قدوس نے ایک ایک افسانہ پر الگ الگ تبصرہ کرنے سے اجتناب کیا ہے البتہ پورا مجموعہ آئینہ میں سمو کر آئینہ دکھانے کی کوشش تک تبصرہ محدود رکھا ہے۔ بالاخر ہم کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا آزادی کی تلاش ایک دستاویز ہے اور دور مزاحمت کی ایک تاریخ ہے۔ یہ مستقبل اور آنے والی جنریشن کے لیے ایک تاریخی اور تحریکی سند ہے۔شبنم قیوم آپ کی جرات کو ہمارا اسلام۔

❖❖❖

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

''آزادی کی تلاش''

شبنم قیوم کے پیش لفظ کا اقتباس

ہماری زندگی کا وہ تیس سالا دور جس کو مختلف نام دئے گئے۔ اسے تحریک آزادی تحریک حریت اور تحریک مزاحمت کے ساتھ دہشت گردی آتنک وادی کے ساتھ عسکری دور بھی کہا گیا اور تو اور اس دور کو پراکسی وار کا بھی نام دیا گیا۔ بحرحال یہ دور جو بھی تھا۔ اس دور میں انسانیت کا جنازہ نکلا انصاف نابود ہوا قانون کی دھجیاں اڑگئیں، قتل و غارت لوٹ مار آتش زنی آبروریزی قید و بند ظلم جبر اور تشدد جاری و ساری رہا۔ اس دور میں ایسے نامساعد حالات پیدا ہوگئے اور ناقابل یقین حادثات پیش آئے جن کا ہم نے مختلف مقامات پر مختلف اوقات پر خود سامنا کیا، نیز وہ حالات واقعات اور حادثات پیش آئے جن کا ہم نے مشاہدہ کیا ان میں سے بعض ایسے واقعات افسانوں میں ڈھالے گئے کسی اہم واقعے اور حادثہ کو پوری کتاب میں سمو دیا۔ کئی اہم واقعات کو مقالے کا جامہ پہنایا۔ ایک اہم اور دور اس نتائج کا حامل واقعہ کو ناول کے سانچے میں ڈال کر اسے پچھتاوا کا عنوان دے کر منظر عام پر لایا۔ آزادی کی تلاش! نامی افسانوی مجموعہ کے ایک دو کے سوا سبھی افسانے غیر مطبوعہ ہیں۔ اس سے پہلے یہ کسی ادبی رسالے کی زینت نہیں بن سکے ہیں۔

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

شبنم قیوم بحیثیت افسانہ نگار

ڈاکٹر جاوید قدوس

تخلیقیت کی پیشانی پر ذہانت کی لکیریں، فرد اور معاشرہ پر مثبت اثرات مرتب کرینگی یا منفی اس کا انحصار اس بات پر ہوتا ہے کہ تخلیق کار کون ہے اور قاری کون؟ یہ سوال اس لیے بے حد اہم ہو جاتا ہے کہ متن کبھی بھی نہ تو مستقل ہوتا ہے اور نہ مصنف یا قاری کی منشا کا پابند البتہ جس طرح ہر مصنف اپنے متن میں کسی بھی مضمون کی کسی بھی ہیئت اور لب و لہجے میں تخم ریزی کا پورا حق رکھتا ہے اسی طرح ہر قاری بھی اپنے معاشرہ، ماحول، مزاج، منصب اور ذوق کے مطابق متن سے معنی و مفہوم کیفیت و تاثر اخذ کرنے کے لئے آزاد ہوتا ہے۔ کشمیر کے منفرد اور معروف فکشن نگار، صحافی اور تاریخ نویس شبنم قیوم کو پڑھتے ہوئے اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ کہ ان کی تحریر شانت ساگر میں پتھر پھینک کر جوار بھاٹا کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شبنم قیوم ایک ایسے کہنہ مشق ادیب ہیں جن کا ادب شبنمی نہیں آتشیں ہوا کرتا ہے۔ شبنم قیوم کا ہر تازہ ادبی متن کچھ پرانے زخموں کو کریدتا ہے اور کچھ نئے زخموں کے بیج بوتا ہے۔ اسی لئے ملک، خصوصاً ریاست جموں و کشمیر میں، سرکار اور دربار سے لے کر بازار تک ہر خاص و عام شخص کو شبنم قیوم کی تازہ ترین تصنیف کا انتظار رہتا ہے۔ کسی کے انتظار میں خوف ہوتا ہے کسی کے انتظار میں "تجس، کیونکہ عام طور پر شبنم قیوم کی ہر تصنیف میں بعض ایسے انکشافات اور معلومات کا بیان ہوتا ہے، جنہیں پڑھ کر کچھ لوگوں کو پریشانی ہوتی ہے اور کچھ لوگوں کو حیرانی۔ شبنم قیوم کی ہر تصنیف کشمیر مرکز" ہوتی ہے اور حاشئے پر کشمیر کی سیاست، کشمیریوں کے مسائل اور کشمیری قوم کے ساتھ ارباب اقتدار کے ساتھ روا غیر منصفانہ اور ظالمانہ رویوں کی مدلل وضاحتیں

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

ہوتی ہیں شبنم قیوم کے خیال میں آزادی کے بعد بھی کشمیریوں کے استحصال کا سلسلہ جاری ہے۔ جبکہ اقتدار سے وابستہ افراد سے شبنم قیوم کی جارحانہ جذباتیت اور چند مخصوص رہنماؤں اور خانوادوں کے تئیں ان کا ذاتی بغض وعناد قرار دیتے ہیں۔ غرض یہ کہ مطالعات کشمیر Kashmir Studies کے حوالے سے شبنم قیوم کی تحریریں، خط مستقیم کی بجائے خط منحنی پر آگے بڑھتی ہوئی، کشمیر کے تغیرات اور عصری حالات پر، قاری کو ظاہری سے زیادہ مخفی زاویوں سے غور وفکر کی دعوت دیتی ہیں۔

شبنم قیوم کی اب تک کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ مثلاً یہ کس کا لہو ہے کون مرا۔ تاریخی ناول، جس کے اب تک نو ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اس کتاب پر سرکاری عتاب بھی نازل ہوا، اس کتاب کی ڈیمانڈ کا یہ عالم رہا کہ اب تک 36 ہزار اس کی سیل ہوئی اور یہ کتاب بلیک میں بھی خرید لی گئی۔ اور یہ تاریخی ناول شبنم قیوم کی ایک پہچان بن گئی۔ یہ کسی کا لہو ہے کون مرا اور شبنم قیوم لازم وملزوم بن گیا۔ یہ تاریخی ناول 1975ء کی پیداوار ہے۔ اندرا عبداللہ ایکارڈ اس کا پس منظر ہے۔ اس سے قبل بحیثیت اُردو ادیب شبنم قیوم نے درجنوں افسانوں کے ساتھ تین ناول ''زندگی اور موت''، ''پرانی ڈگر نئے قدم''، ''جس دیش میں جہلم بہتا ہے''، چراغ کا اندھیرا ایسی تخلیقات ہیں جو پڑھنے والے قاری کو یقیناً جھٹکا دیتی ہے۔ افسانوی مجموعہ ایک زخم اور سہی۔ نشانات قابل ذکر ہیں۔

شبنم قیوم کا ایک سفر نامہ ''جو کہوں گا سچ کہوں گا'' کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے اس کے بارے میں میرا یہ ذاتی خیال ہے۔ شبنم قیوم کے بغیر کوئی بھی قلمکار اتنی سچائی کا شہادت اور ثبوت کے ساتھ پیش کر کے دور ایسا لکھتا اور شائع کرتا سوچ بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ اپنی جان کا خطرہ مول لینا کسی کے بھی بس کی بات نہیں۔ شبنم قیوم نے واقعی سچائی کے اظہار میں بڑی جرأت مندی کا ثبوت دیا ہے۔

آزادی کی تلاش، زیر طبع ہے اس کے علاوہ مفصل تاریخ وتحریک کشمیر اس کے بعد بحیثیت تاریخ نویس کے شبنم قیوم نے پانچ جلدوں پر مشتمل ''کشمیر کا سیاسی انقلاب منظر عام پر لا کر یقیناً کشمیر میں انقلاب لایا۔ سیاسی، سماجی، اور ثقافتی تغیرات، رجحانات اور تحریکات کے حوالے سے شبنم قیوم کی تصنیف'' مفصل تاریخ تحریک کشمیر اسی سال (2014 میں) شائع ہوئی ہے۔ پانچ جلدوں پر مشتمل اس تصنیف کی پیشانی پر کشمیر پر آٹھ سو سالہ دور حکمرانی کا جملہ چسپاں کیا گیا ہے، پانچ جلدوں میں 1320 عیسوی سے لے کر 1990 تک کے حالات وواقعات کے پس منظر میں

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

شبنم قیوم نے اپنی معلومات، تاثرات اور تحفظات کا اظہار کیا ہے۔ اس تصنیف مفصل تاریخ وتحریک کشمیر کا ریاست کے ممتاز صحافی اور دانشور ڈاکٹر جاوید اقبال نے بڑی گہرائی سے جائزہ لیتے ہوئے اس کو عظیم شاہکار تاریخی کارنامے کی خوبیوں اور خاصیتوں اہمیت اور عصری معنویت پر متوازن اور حقیقت پسندانہ تبصرہ Contemporary Relevance پیش کیا ہے شبنم قیوم کی زیر نظر تصنیف ''آزادی کی تلاش'' ان کے افسانوں کا مجموعہ ہے۔ تیرہ افسانوں پر مشتمل اس افسانوی مجموعہ کے نام کو ذہن میں رکھ کر اس کے انتساب کے ان الفاظ پر غور کیجئے ان حکمرانوں اور سیاست دانوں کے نام جنہوں نے میرے وطن، جنت بے نظیر کو جہنم بنا کر عوام کو اقتدار کی بھینٹ چڑھا کر، ان کا قتل وغارت، عتاب اور عذاب ظلم اور ستم، سفاکی اور بربریت، مقدر بنا دیا۔'' شبنم قیوم نے اپنے افسانوی مجموعہ ''آزادی کی تلاش'' میں یوں تو ریاست میں ۱۹۹۰ء سے ۲۰۰۰ء تک آنے والی سیاسی، سماجی، ثقافتی اور معاشی تغیرات کے کسی نہ کسی پہلو کو افسانہ کے قالب مین ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔ ہر افسانہ فنی اعتبار سے افسانہ کہلانے کا سزاوار تو ہے ہی لیکن اس کے ساتھ ہی ہر افسانہ، فسانہ سے زیادہ سچائیوں کا جیتا جاگتا مرقع بھی ہے۔ ان سچائیوں سے ہر شخص واقف ہے اور بالواسطہ یا بلاواسطہ ایسی سچائیوں کا سامنا کرتا رہا ہے۔ لیکن کشمیر میں ایسی سچائیاں کن اسباب وعوامل کی پیدا کردہ ہیں، کن شخصیتوں اور طاقتوں کی غلطیوں، سازشوں اور خود غرضیوں کے نتیجے میں آج کشمیر کی خوب صورت تصویر کے ماتھے پر شکن آنکھوں میں اداسی، ہونٹوں پر آہیں اور شہید اور گم شدہ اپنوں کے لئے خیر کی دعائیں چپکی ہوئی ہیں۔ شبنم قیوم نے ایسے تمام سوالوں کے جوابات سے آگاہ ہونے کا دعوی بار بار کیا ہے۔ لیکن پھر بھی شبنم قیوم اپنے قارئین سے عوام وخواص کے سامنے ایک بنیادی سوال رکھتے ہیں۔

جو جوان چاقو اٹھانے کا روادار نہ تھا اس نے ''گن'' کیوں اٹھایا؟ شبنم قیوم نے صرف یہ سوال قائم نہیں کیا ہے بلکہ آزادی کی تلاش کے پیش لفظ میں اس کا جواب بھی ڈھونڈنے کی کوشش کی ہے کچھ لوگ اس سے اتفاق کرینگے اور کچھ لوگ اختلاف کیونکہ یہ جواب کشمیر سے متعلق ہندوستان کے موقف کے حق میں نہیں پاکستان کے کے حق میں ہے۔ شبنم قیوم کے خیالات، جذبات، اور احساسات کم وبیش وہی ہیں جو تحریک حریت کے رہنماوں، علی شاہ گیلانی، مولوی عمر فاروق، یسین ملک اور شبیر شاہ وغیرہ کے ہیں۔ شبنم قیوم کے ہی الفاظ میں جب دوقومی

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

نظریے کو لے کر ھندوستان کی ریاستوں کو ہندوستان یا پاکستان میں شامل ہونے کا عندیہ دیا گیا۔ ریاست جموں وکشمیر، جو اس دور میں ایک آزاد ریاست کے طور پر ڈوگرہ شاہی کی کمان میں تھی۔ اس کو ایک گہری سازش کے تحت مسلم اکثریت کے ناطے پاکستان میں شامل ہونے سے الگ رکھا گیا۔ یہ سازش وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ایک مسئلہ بن گئی۔ بین الاقوامی سطح پر اس مسئلہ کا حل رائے شماری" طے پایا۔ یعنی ریاست کے عوام کو الحاق کے بارے میں رائے شماری کے ذریعے اپنی رائے دینے کا حق دیا گیا۔ البتہ یہ حق بھی ہم سے چھین لیا گیا ہماری ریاست پر دونوں نوزائندہ ممالک نے دو حصے کر کے اس پر اپنا قبضہ جمالیا اس ریاست کو ہندوستان میں ضم کرنے کے اقدامات کئے گئے ہمیں جمہوری حقوق سے محروم کیا گیا۔ ہمارے اپنے آئین اور قانون کی بیخ کنی کی گئی۔ قانون اور انصاف ہمارے لئے شجر ممنوعہ بنایا گیا اپنی مرضی کے مطابق اپنی مرضی کی سرکار بنانے سے روکا گیا کٹھ پتلی حکمرانوں کی داغ بیل ڈالی گئی... ہم نے احتجاج کیا تو ہمیں حراست میں لیا گیا... تشدد کیا گیا ہمارے جوانوں نے اس بات کو چیلنج کے طور پر لیا۔ انہوں نے بزدلی کے جامے توڑ کر عزم ہمت کا لباس پہن کر میدان کارزار کا انتخاب کیا طاقت کا جواب طاقت سے دینے کے لئے عسکری دور کا آغاز کیا"

شبنم قیوم۔ پیش لفظ۔ آزادی کی تلاش ص ۸،۷

عسکریت کے آغاز کے حوالے سے شبنم قیوم نے جو دلائل اور اسباب بیان کئے ہیں ان سے قارئین کے سبھی حلقوں کا یکساں طور پر، اتفاق یا اختلاف کرنا مشکل ہے۔ لیکن کشمیر کے کئی اور دانشوروں صحافیوں ناول نگاروں افسانہ نگاروں اور حریت پسند رہنماوں کی جانب سے بھی عسکریت علیحدگی پسندی کے آغاز کے بارے میں ایسے ہی جذبات وخیالات ظاہر کئے جاتے رہے ہیں۔ آزادی کی تلاش میں شامل افسانے ایسے ہی افکار وخیالات کے فنی اور جمالیاتی بیانئے Narrations ہیں۔ شبنم قیوم کا یہ دعوی ہے کہ ان کے افسانے تخیلی اور تصوراتی قصے کہانیاں نہیں ہیں، بلکہ سامنے کی زندگی اور زمانہ کے تلخ حقائق کا غیر جانب دارانہ اظہار ہے۔ شبنم قیوم، نے خود لکھا ہے یہ تیرہ افسانے بظاہر مختلف موضوعات کو لے کر قلمبند کئے گئے ہیں۔ البتہ ان افسانوں کا احاطہ لگ بھگ ایک جیسا ہے، ہاں۔ کنو اس مختلف ضرور ہیں۔ اس مجموعہ میں جتنے بھی افسانے

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

ہیں حقیقی حالات اور واقعات پر مبنی۔ ان حالات اور چشم دید گواہ ہونے کے ناطے مین نے مختلف معاملات، حالات اور واقعات پر آرٹیکل لکھنے کے بجائے انھیں افسانوی سانچے میں ڈھالنے کے لئے انھیں افسانہ بنایا۔ایک حقیقی واقعہ کو افسانہ بنانے کے کچھ لوازمات ہیں، اگر ان لوازمات کو پورا نہیں کیا گیا تو مضمون اور افسانہ میں فرق باقی نہیں رہے گا۔ پیش لفظ۔شبنم قیوم کے اس افسانوی مجموعہ میں شامل افسانوں کے عنوانات اس طرح ہیں: (۱) آزادی کی تلاش۔ (۲) لاجواب۔ (۳) منادی سے دستک تک۔ (۴) قربانی۔ (۵) حالات کے تھپیڑے (۷) سزائے بالجبر (۹) میں ہوں نا، ماں۔ (۱۰) تکمیل خواہش کا گناہ، (۱۱) برات جنازے کی۔ (۱۲) لہو پر لگا داغ (۱۳) پبلسٹی۔ آ گلے لگ جا۔

شبنم قیوم کے ان افسانوں کی فنی لسانی فکری اور جمالیاتی خوبیوں اور خامیوں کے بارے میں بہت کچھ لکھا تو جا سکتا ہے لیکن چونکہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ شبنم قیوم کا مقصد فسانہ طرازی نہیں حقیقت بیانی ہے۔اس لئے قارئین کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ شبنم قیوم کے ان کشمیر مرکز افسانوں کے اندر حرف حرف، لفظ، لفظ اتر کر افسانویت نہیں شبنم قیوم کی نیت اور غرض و غائت کو سمجھنے کی کوشش کریں۔شبنم قیوم کی فنی صلاحیت کے ساتھ ان کی حق گوئی نڈرتا، جرأت اور بے باکی کا اعتراف کریں۔اسلئے کہ کشمیر ایک مسئلہ تو ہے لیکن اس مسئلہ کے مرکز سے لے کر حاشیہ تک ظلم و جبر اور قتل و خون کی جو رنگ آمیزیاں ہیں ان کا شعور حاصل کئے بغیر، انفرادی اور اجتماعی آزادی کی تلاش ختم نہیں ہوگی۔

شبنم قیوم بحیثیت افسانہ نگار ریاست کے ایک سکالر محمد اشرف ٹھوکر نے شعبہ اردو اسکول آف ہیومانیٹز حیدر آباد سنٹرل یونیورسٹی سے ایم فل کی ڈگری حاصل کرلی ہے۔کشمیر کے اس سکالر نے شعبہ اُردو کے ڈاکٹر نشاط احمد کی زیرنگرانی یہ تھیسں جون 2014ء میں مکمل کرلی ہے۔

شبنم قیوم کی زندگی اور فن پر اب تک چار ایم فل اور ۲ پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کرلی گئیں، اس کے علاوہ ان کی زندگی اور فن پر ناقدین نے آرٹیکل لکھ کر ان کے تئیں عقیدت کا اظہار کیا ہے۔

میں ذاتی طور پر ان کے قلم ان کی حقیقت بیانی، ان کی نڈرتا اور جرات مندی کا متعرف ہوں۔میری نظروں میں ان کا کوئی ثانی نہیں۔

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

ڈاکٹر مشتاق احمد وانی

سابق صدر شعبہ اردو باباغلام شاہ بادشاہ یونیورسٹی راجوری (جموں وکشمیر)

شبنم قیوم کے افسانوں میں سماجی ونفسیاتی انتشار

(افسانوی مجموعہ ''آ،اب سو جائیں'' کے تناظر میں)

شبنم قیوم جموں وکشمیر کے ان کہنہ مشق اور وسیع فکر ونظر کے ادیبوں میں شامل ہیں جنھوں نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ لکھنے پڑھنے میں گزار دیا ہے انہوں نے یہاں کی سیاست و ثقافت، تہذیب و معاشرت کے عروج وزوال کو بہت قریب سے دیکھا ہے، سمجھا ہے، سوچا ہے اور اسے اپنی فکشن نگاری کے ذریعے عوام تک پہنچانے میں ہمت و استقلال سے کام لیا ہے۔ شبنم قیوم کی جائے پیدائش وادی کشمیر کی ایک معروف جگہ ڈل گیٹ سرینگر ہے جہاں وہ ۱۲ فروری ۱۹۳۸ء کو پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام عبدالرزاق قریشی اور والدہ کا نام فیضی بیگم تھا۔ انہوں نے سرکاری اسکول سے آٹھویں جماعت کا امتحان پاس کرنے کے بعد جامعہ علی گڑھ سے ادیب کا امتحان پاس کیا۔ محکمہ زراعت میں ملازم رہے اور پھر اسی محکمے میں رہتے ہوئے اور سیر کی پوسٹ سے سبکدوش ہوئے۔ ان کی تاحال ۴۲ کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور ۶ کتابیں اشاعت کے لئے تیار ہیں۔ شبنم قیوم کی یہ تمام کتابیں ادبی، سیاسی، تاریخی اور تحریکی موضوعات سے تعلق رکھتی ہیں۔ تقریباً سولہ سال کی عمر سے ان کا ادبی سفر شروع ہوا ہے جو کم وبیش پانچ دہائیوں پر محیط ہے۔ انہوں نے ناول، افسانے، ڈرامے اور تبصروں وتذکروں کے علاوہ بہت سے سیاسی، سماجی،

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

اخلاقی اور تاریخی مضامین لکھے جو متعدد اخبارات و رسائل کی زینت بنے ہیں۔ اس تخلیقی و ادبی جنون نے انہیں آج تک ادبی حصار سے نکلنے نہیں دیا ہے۔

شہہ پاروں، فکر اور ادب پاروں میں ہماری ملاقات اس شبنم قیوم سے ہوتی ہے جس کی سوچ کا دائرہ لا محدود ہے اور جس نے سماج کی ان تمام ناانصافیوں اور کجرویوں کو موضوع بنایا ہے جس کے باعث ہمارا معاشرہ مفلوج اور مفلوک الحال بنا ہوا ہے۔ خاص طور پر ان کے افسانوں اور ناولوں میں ہمیں کشمیر کی تہذیب و معاشرت اور وہاں کے عوام کی بدحالی اور استحصالی صورت حال کی موثر عکاسی نظر آتی ہے۔ اس حوالے سے ان کا ناول ''یہ کس کا لہو ہے کون مرا'' کافی متنازعہ اور صداقت کی ایک للکار تصور کیا گیا۔ اس ناول کی اشاعت نے موصوف کو ذہنی و روحانی کوفتوں میں بھی مبتلا کیا کیونکہ سچ، کذابوں اور عیاروں کے دروازے بند کروا دیتا ہے۔ اس ناول کی اشاعت چالیس سال تک جاری رہی جو اپنے آپ میں ایک بہت بڑا ریکارڈ ہے۔ ان کے ایک اور ناول ''زندگی اور موت'' پر ''اندھا قانون'' کے نام سے ایک فلم بنی۔ غرضیکہ ان کی متعدد کہانیوں پر فلمیں بھی بنائی گئی ہیں جن میں کشمیری عوام کی زندگی اور وہاں کی تہذیب و ثقافت کی جھلکیاں دکھائی دیتی ہیں۔ گویا شبنم قیوم کے پاس ایک ایسا تخلیقی ذہن ہے جس نے ہمارے اردو ادب میں ایک نمایاں اضافہ کیا ہے۔ ان کی کثیر الجہات ادبی شخصیت نے بہت سے قارئین کو ان کا شیدائی بنا دیا ہے۔

''آ، اب سو جائیں''، شبنم قیوم کا افسانوی مجموعہ ہے جو بہت جلد اشاعت کے لئے پریس میں جا رہا ہے۔ اس میں ان کے بارہ طویل افسانے شامل ہیں۔ افسانوں کی ترتیب سے پہلے مصنف نے شذرات کے عنوان سے اپنی ادبی زندگی اور چند اہم انعامات و اعزازات کے ساتھ ساتھ ان تمام مصائب و مشکلات کا بھی ذکر کیا ہے جو ان کی بے باکی اور حق گوئی کے نتیجے میں انہیں پیش آئے ہیں۔ شذرات کے بعد کرشن چندر اور سلمیٰ صدیقی سے شبنم قیوم کا مکالمہ بھی شامل ہے اور آخر پر شبنم قیوم کی افسانہ نگاری سے متعلق عالمی شہرت یافتہ افسانہ نگار کرشن چندر کے تاثرات کو شامل کیا گیا ہے۔ اس مجموعے میں بارہ افسانے شامل کئے ہیں جو اپنے عنوانات، مواد، پیشکش اور طوالت کے لحاظ سے دلچسپی اور تحیر و تجسس کے حامل معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

''سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں''، ''بھیک''، ''محبت کا ٹرانسفر آرڈر''، ''سفید چادر شرخ داغ''، ''جانور''، ''میری بیوی کا پتی''، ''مماثلت''، خاک اور خمیر ''آ بیل مجھے مار''، ''زندہ لاش''، ''بے زبان'' اور ''آخری خواہش''، شبنم قیوم کے یہ تمام افسانے ان کی ہنر مندی، سماجی شعور اور کشمیری قوم کی بے بسی پہ ان کی گہری نظر کو آشکار کرتے ہیں۔ وہ کہانی یا افسانے کے فنی لوازمات پر خصوصی توجہ دیتے ہیں۔ اگر چہ ان کے مذکورہ افسانے طوالت کے ساتھ اختتام کو پہنچتے ہیں لیکن ان افسانوں کی ایک خاص خوبی یہ ہے کہ ان کا مطالعہ کرنے کے دوران قاری اکتاہٹ اور بوریت محسوس نہیں کرتا کیونکہ یہ افسانے سیدھی سادی زبان اور شگفتہ بیان کے حامل ہیں۔ شبنم قیوم نے علامتوں، استعاروں اور ابہامیت کا سہارا لے کر قاری کو الجھنوں میں نہیں ڈالا ہے کیونکہ انہیں اس بات کا احساس ہے کہ کہانی کار سماج کا ایک ذمے دار فرد ہوتا ہے، وہ تعمیر حیات چاہتا ہے اور مقصدیت کے آئینے میں قاری کو بہت کچھ سوچنے پر آمادہ کرتا ہے۔ مانا کہ انٹرنیٹ کی دنیا نے قاری کو شعرو ادب کا مطالعہ کرنے سے دور کر دیا ہے۔ آج کا قاری مختصر وقت میں بہت کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے۔ وہ سکون وراحت کا متلاشی ہے۔ اس لئے وہ فیس بک، وہاٹس ایپ اور یوٹیوب دیکھنے اور ان چیزوں کو استعمال کرنے میں دلچسپی رکھتا ہے۔ بلاشبہ آج کے قاری کی یہ روش اس کی بصیرت اور فکری اساس پر کاری ضرب لگا رہی ہے۔ امید ہے جب وہ سوشل میڈیا کے استعمال سے اکتا جائے گا تو وہ شعر وادب کی طرف مراجعت کرے گا۔

❖❖❖

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

حرف آخر

اور بھی کام ہے زمانہ میں تخلیق ادب کے سوا، اس پس منظر میں اگر دیکھا جائے تو صنف شاعری کے سوا شبنم قیوم نے دیگر تحقیقی اسلوب پر نہ صرف طبع آزمائی کی بلکہ ایک ایک کر کے آج وہ ادبی، سیاسی، سماجی، تحریکی اور تاریخی نیز دیگر موضوعات پر ۴۲ کتابوں کا مصنف ہے، یہ سلسلہ جاری ہے ان کی منظر عام پر آنے والی کتب ۶۰ صفحات کے پمفلٹ سے لیکر تین ہزار صفحات کی تصنیف کے تخلیکار رہیں۔

انہوں نے ہوش سنبھالتے ہی اخباری مضامین لکھنے سے تخلیقی کام شروع کیا، ان مختلف موضوعات جو روز مرہ زندگی سے تعلق رکھتے تھے ان کی پزیرائی ملنے کے بعد وہ ادب کی آبیاری کرنے لگے، ان کے چند مقامی اردو اخبارات میں سنڈے ادبی ایڈیشن میں افسانے شائع ہو گئے تو یہ اردو ادب میں ان کی ایک پہچان بن گئی۔ جب انہیں اس میدان میں پزیرائی اور حوصلہ ملا تو انہوں نے ملکی سطح پر بحیثیت افسانہ نگار خود کو منوایا۔

افسانہ نگار کے ساتھ ساتھ شبنم قیوم ناول نگار بن گئے۔ آگے بڑھکر ڈرامہ نگار بھی بن گئے۔ انہوں نے اردو اور کشمیری میں کئی اسٹیج ڈرامے لکھے، ایک کشمیری اسٹیج ڈرامہ ''بونیول (بھونچال) پر انہیں بیسٹ ڈرامہ نگار کا ایوارڈ ملا، انہوں نے اردو اور کشمیری میں ۱۸ ریڈیو ڈرامے لکھے، نیز آکاش وانی ممبئی کے مشہور زمانہ پروگرام ''ہوا محل'' کے لئے ۱۸ طنز و مزاحیہ جھلکیاں لکھیں ان میں

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

سے تین جھلکیوں پر انہیں آکاش وانی ایوارڈ ملا۔

ان جھلکیوں کے سوا جو بھی اسٹیج ڈرامے، ریڈیو ڈرامے اور ٹیلی فلمیں بنی وہ اکثر ان کے طبع زاد افسانوں سے مستعار لئے گئے۔ ان کے افسانوں پر تین فیچر فلمیں بھی بنی ہیں۔ جن میں سے ''پانی کی چٹان'' بہترین آرٹ فلم مانی گئی۔ ''خون، آگ اور دھواں'' بسوا جیت پروڈکشنز بینر تلے فلمائی گئی۔ ''سہاگ اور شعلے'' سرینگر کے جھیل ڈل میں فلمانے کے دوران تنازعہ کا باعث بن گئی۔ ہم کو یہ ماننا پڑے گا۔ شبنم قیوم برصغیر کا واحد قلمکار اور تخلیکار رہے جن کے مضامین، افسانے اور ناول باعث نزاع بنتے ہیں۔

اس کی مثال ان کے مقامی طور پر ابتدائی دو افسانے ''ہوشیار خبردار'' اور ''اخبار کی سرخی'' زیر تفلیش آگئے۔ ان کے ابتدائی دور کے دو ناولٹ ''پرانی ڈگر نئے قدم'' اور ''چراغ کا اندھیرا'' تہلکا مچا گئے۔

شبنم قیوم برِ صغیر ہند و پاک کا واحد ناول نگار رہے جن کا تاریخی اور تحریکی موضوع پر ناول ''یہ کس کا لہو ہے کون مرا؟'' سرکاری عتاب بننے کے باوجود ایک ایسا ریکارڈ قائم کر گیا جس کو توڑنا فی الحال ناممکنات میں لگتا ہے۔

نہ صرف اشاعت کے لحاظ سے اس ناول نے ایک ریکارڈ قائم کیا بلکہ اس کی اشاعت نے جہاں شبنم قیوم کے ساتھ نڈرتا، بے باکی اور جرات مندی کی لیبل لگی۔ بقول مصنف اس تصنیف نے مجھے عزت، شہرت اور دولت دی اور یہ تصنیف اس کا عنوان میری پہچان بن گئی۔ اس ناول نے مسلسل چالیس سال تک شائع ہونے کا جو ریکارڈ قائم کیا لگتا نہیں کوئی اور ناول اس کا ریکارڈ توڑ سکے گا۔

شبنم قیوم کا ماننا ہے اس تاریخی اور تحریکی ناول کی اشاعت اور اس کی عوامی سطح پر پزیرائی نے مجھے ادب کے ساتھ سیاسی، سماجی، تحریکی تاریخی حکمرانی جیسے موضوعات پر لکھنے پر آمادہ کیا، اس ناول نے مجھے رائٹر، ہسٹارین اور جرنلسٹ بنایا۔ اس نے مجھے تحریک کا مجاور اور تاریخ کا نویس، بنایا اس نے مجھے میدان صحافت میں لا کر کھڑا کیا۔ اب تک کوئی 42 تصانیف منصہ شہود پر آ کر داد تحسین دلا چکی ہیں۔ سلسلہ جاری ہے۔

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

بحیثیت صحافی انہوں نے نہ صرف مقامی اور ملکی بلکہ عالمی سطح پر ریاست میں پیش آنے والے حالات، واقعات اور حادثات کے ساتھ ساتھ مقامی سیاسی، سماجی اور بیوروکریسی پر ۵۰۰ سے زائد آرٹیکل لکھے ہیں۔اور زودنویسی کا لقب حاصل کر چکے ہیں۔

شبنم قیوم کو "سیکس پولیوشن" نامی دستاویز لکھنے پر قتل کئے جانے کا فتویٰ دیا گیا۔البتہ جن کو قدرت رکھے ان کو کون چکھے۔اس کے برعکس انہیں "کشمیر کی کہانی تصویروں کی زبانی" پر سعودی عربیہ کی طرف سے سعودیہ کا دورہ کرنے کی نہ صرف دعوت دی گئی بلکہ انہیں خانہ کعبہ کے اندرون کے بعد مدینہ شریف میں روضہ رسول مقبول ﷺ کے اندرون دیدار کرنے کی سعادت ملی ہے۔قسمت ہو تو ایسی ہو۔

شبنم قیوم نے کئی بیرون ممالک کا دورہ کیا۔ بیرون ممالک دورے کے دوران انہوں نے روزانہ کی ڈائری بھی مرتب کی۔انہوں نے "جو کہوں گا سچ کہوں گا" عنوان کے تحت جو ڈائری ضبط تحریر میں لاکر شائع کی، اس کے بارے میں مبصرین کا کہنا ہے شبنم قیوم کے بغیر کوئی بھی قلمکار اس قدر حقیقی حالات اور واقعات لکھنے اور پھر شائع کرانے کی نہ ہمت کر سکتا ہے اور نہ ہی جرات، یہ ڈائری لکھ کر اور پھر شائع کر کے شبنم قیوم نے واقعی نڈر تا، بہادری اور جرات مندی کا جو مظاہرہ کیا۔ایسا مظاہرہ کرنے کے بارے میں کوئی اور سوچ بھی نہیں سکتا۔

قلمکار اور تخلیق کار ہو تو ایسا ہو۔

رفیق احمد آہنگر

نیوپرنٹ رپورٹر

ریاض احمد رینہ

فوٹو جرنلسٹ

❖❖❖

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

Aa Ab Laut Chalein

by

Shabnum Qayum

شبنم قیوم

محتاج تعارف نہیں

حق گو حق شناس اور جرات مند قلمکار

ہر فن مولا (تنظیم رضا قریشی)

شبنم قیوم ایک دردمند دل رکھتا ہے ان کی تخلیقات میں درد اور تڑپ ہے زندگی کی گہرائیوں پر ان کی گہری نظر ہے۔ حقائق حالات اور واقعات کا نباض ہے۔ بڑے نڈر بیباک اور جرات مند قلمکار کے نام سے مانے اور جانے جاتے ہیں۔(ڈاکٹر جاوید قدوس)

شبنم قیوم کا ایک اثاثہ ہیں ان کی ادبی تحریک تاریخی اور سیاسی موضوعات پر لگ بھگ چالیس تصانیف منظر عام پر آچکیک ہیں۔کشمیر کی تاریخ نویسی میں انہوں نے ایک مقام حاصل کرلیا ہے۔ان کی تصانیف پر دو پی ایچ ڈی اور چار ایم فل ڈگریاں حاصل کرلی گئی ہیں۔(شرف فیاض)

شبنم قیوم کی تاریخی تحریکی اور سیاسی موضوعات پر ان کی نگارشات کشمیری قوم پر ان کا احسان ہے۔کشمیری قوم ان کے اس احسان کا حق ادا نہ کرسکی، اگر ان کو سونا میں بھی تولا جائے تب بھی ان کے احسانات کا بھار اُتر نہ سکے گا۔(اسلام الدین شاہ ایڈیٹر ظہور اسلام)

EDUCATIONAL PUBLISHING HOUSE
New Delhi , INDIA

ISBN 978-93-6062-896-3

978-93-6062-896-3

www.ephbooks.com

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

Aa Ab Laut Chalein

by

Shabnum Qayum

شبنم قیوم

محتاج تعارف نہیں

حق گو حق شناس اور جرات مند قلمکار

ہر فن مولا (تنظیم رضا قریشی)

شبنم قیوم ایک دردمند دل رکھتا ہے ان کی تخلیقات میں درد اور تڑپ ہے زندگی کی گہرائیوں پر ان کی گہری نظر ہے۔ حقائق حالات اور واقعات کا نباض ہے۔ بڑے نڈر بیباک اور جرات مند قلمکار کے نام سے مانے اور جانے جاتے ہیں۔ (ڈاکٹر جاوید قدوس)

شبنم قیوم کا ایک اثاثہ ہیں ان کی ادبی تحریک تاریخی اور سیاسی موضوعات پر لگ بھگ چالیس تصانیف منظر عام پر آچکیک ہیں۔ کشمیر کی تاریخ نویسی میں انہوں نے ایک مقام حاصل کرلیا ہے۔ ان کی تصانیف پر دو پی ایچ ڈی اور چار ایم فل ڈگریاں حاصل کرلی گئی ہیں۔ (شرف فیاض)

شبنم قیوم کی تاریخی تحریکی اور سیاسی موضوعات پر ان کی نگارشات کشمیری قوم پر ان کا احسان ہے۔ کشمیری قوم ان کے اس احسان کا حق ادا نہ کرسکی، اگر ان کو سونا میں بھی تولا جائے تب بھی ان کے احسانات کا بھار اُتر نہ سکے گا۔ (اسلام الدین شاہ ایڈیٹر ظہور اسلام)

EDUCATIONAL PUBLISHING HOUSE
New Delhi , INDIA

ISBN 978-93-6062-896-3
978-93-6062-896-3
www.ephbooks.com

Kashmir Treasures Collection. Digitization by eGangotri

Aa Ab Laut Chalein

by

Shabnum Qayum

شبنم قیوم

محتاج تعارف نہیں

حق گو حق شناس اور جرات مند قلمکار

ہر فن مولا (تنظیم رضا قریشی)

شبنم قیوم ایک دردمند دل رکھتا ہے ان کی تخلیقات میں درد اور تڑپ ہے زندگی کی گہرائیوں پر ان کی گہری نظر ہے۔ حقائق حالات اور واقعات کا نباض ہے۔ بڑے نڈر بیباک اور جرات مند قلمکار کے نام سے مانے اور جانے جاتے ہیں۔ (ڈاکٹر جاوید قدوس)

شبنم قیوم کا ایک اثاثہ ہیں ان کی ادبی تحریک تاریخی اور سیاسی موضوعات پر لگ بھگ چالیس تصانیف منظر عام پر آچکیک ہیں۔ کشمیر کی تاریخ نویسی میں انہوں نے ایک مقام حاصل کر لیا ہے۔ ان کی تصانیف پر دو پی ایچ ڈی اور چار ایم فل ڈگریاں حاصل کر لی گئی ہیں۔ (شرف فیاض)

شبنم قیوم کی تاریخی تحریکی اور سیاسی موضوعات پر ان کی نگارشات کشمیری قوم پر ان کا احسان ہے۔ کشمیری قوم ان کے اس احسان کا حق ادا نہ کرسکی، اگر ان کو سونا میں بھی تولا جائے تب بھی ان کے احسانات کا بھار اتر نہ سکے گا۔ (اسلام الدین شاہ ایڈیٹر ظہور اسلام)

ISBN 978-93-6062-896-3

978-93-6062-896-3

www.ephbooks.com

EDUCATIONAL PUBLISHING HOUSE
New Delhi , INDIA